

ماہنامہ محاش بنارس

مدیر
مولانا عبدالوہاب حجازی

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

معاون مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی
مولانا عبدالمتین مدنی

اس شمارہ میں	عدد مسلسل: ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸
۱- درس قرآن	جلد: ۲۸، شمارہ: ۳، ۲، ۱
۲- درس حدیث	محرم، صفر، ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
۳- افتتاحیہ	جنوری، فروری، مارچ ۲۰۱۰ء
۴- وہابی جماعت اور جٹھ ملائی	بدل اشتراک
۵- شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ	♦ ہندوستان: 150 روپے
۶- شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ	♦ بیرون ممالک: 40 ڈالر
۷- شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت...	♦ فی شمارہ: 15 روپے
۸- دہشت گرد اور اہل حدیث	مراسلت کا پتہ
۹- وہابی تحریک: حقائق و مضمرات	دار التالیف والترجمہ
۱۰- وہابیت ایک مطالعہ	بی ۱۸/۱ جی، ریوڑی تالاب
۱۱- اصلاح عقائد کے سلسلے میں...	وارانسی - ۲۲۱۰۱۰
۱۲- وہابی تحریک اور ہندوستانی مسلمان..	Darut Taleef Wat Tarjama
۱۳- جامعہ سلفیہ اور وہابی تحریک سے..	B.18/1-G, Reori Talab,
۱۴- سعودی حکومت اور وہابی دعوت..	Varanasi - 221010
۱۵- محمد بن عبدالوہاب حیات و خدمات	
۱۶- محمد بن عبدالوہاب کی دعوت.....	
۱۷- رپورٹ سیمینار وہابی تحریک.....	
۱۸- مولانا عبدالمتین کشن رنج	
۱۹- جامعہ سلفیہ کے لئے تعاون کی اپیل	
۲۰- باب الفتاویٰ	
۲۱- اخبار جامعہ	
۲۲- ساقی جام وحید	
۲۳- اعلان داخلہ	
۲۴- آل انڈیا عظمت صحابہ کانفرنس	
عبداللہ سعود بن عبدالوحید	
مولانا عبدالسلام مدنی	
مدیر	
مولانا محمد اعظمی	
مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی	
مولانا عبدالوہاب حجازی	
ڈاکٹر جاوید اعظم عبدالعظیم	
مولانا عزیز الرحمن سلفی	
مولانا رفیق احمد رئیس سلفی	
مولانا ابوالقاسم فاروقی	
مولانا عبدالمنان عبداللہ خان سلفی	
مولانا محمد مستقیم سلفی	
مولانا اسعد اعظمی	
مولانا ابوالقاسم عبدالعظیم	
مولانا علی حسین سلفی	
مولانا عبدالرحیم ریاضی	
مولانا ابوالقاسم فاروقی	
مولانا عبدالوہاب حجازی	
ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ، بنارس	
مولانا نور الہدی سلفی	
فائق بندوی	

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

حق کے راستے میں کانٹے

عبداللہ سعود بن عبدالوحد

﴿ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُنَاكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴾ (انعام: ۳۳)

(اے محمد ﷺ) ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان (منکرین) کے اقوال مغموں کرتے ہیں، سو (آپ جان لیجئے کہ) یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے ہیں بلکہ یہ عالم لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

یجحدون کا مطلب ہوتا ہے کہ آدمی جاننے اور علم رکھنے کے باوجود انکار کرے، اللہ کے رسول محمد ﷺ کی زندگی اہل مکہ کے سامنے ایک کھلی ہوئی کتاب تھی، آپ کے اخلاق عالیہ، ایمان داری اور صداقت سے یہ لوگ بالکل واقف تھے، لیکن جب آپ نے اسلامی تعلیمات کو ان کے سامنے رکھا، بت پرستی اور برے کاموں سے روکا اور اللہ وحدہ لا شریک کی طرف ان کو دعوت دی، تو یہ کفار آپ کے جانی دشمن بن گئے اور آپ کے بارے میں طرح طرح کے الزامات لگانے شروع کر دیئے، اس سے آپ غمگین اور کبیدہ خاطر رہنے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ آپ غمگین نہ ہوئے بلکہ صبر سے کام لیجئے، آپ سے پہلے انبیاء و رسل کو بھی تکلیف پہنچائی گئی ہے، حقیقت میں یہ کفار آپ کو نہیں جھٹلا رہے ہیں، بلکہ ان کی ہٹ دھرمی ہے کہ حقیقت کو جاننے ہوئے اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے۔

یہ دنیا کی تاریخ کا ایک پیچیدہ باب ہے، جتنے انبیاء کرام گزرے ہیں سب اللہ کے صالح اور نیک بندے تھے، ان کی تعلیمات نیک تھیں، مگر ان کا انکار کیا گیا اور ان پر الزام تراشی کی گئی، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی آیات و معجزات سے نوازا کر ان کی مدد فرمائی اور صبر کی تلقین کی۔ انبیاء کرام کے علاوہ انبیاء کے وارثین علماء ربانین کے ساتھ بھی یہ عمل پیش آیا، بڑے بڑے علماء کرام اور فقہاء عظام کی سوانح حیات میں یہ گوشہ ملے گا کہ ان کی زندگی میں ان کے خلاف ریشہ دوانیاں ہوئیں اور ان کو تکلیف اور اذیت پہنچانے کے لئے چالیں چلی گئیں۔

حق کے ساتھ یہ ہمیشہ ہوتا آیا ہے، ہر دور میں ایسی مثالیں ملیں گی، اس سے حق پر چلنے والوں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، حکمت اور دانائی سے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، اور اس کے لئے مضبوط دلائل اور نشانیاں غور و فکر کے لئے انسان کے روبرو رکھا ہے، روز بروز نئی نئی ایجادات اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جس کی طرف قرآن مجید میں مختلف پیرایوں میں اشارہ کیا گیا ہے، فہل من مدکر۔

ہم اہل حدیث کو اہل حق سمجھتے ہیں، ان کے دلائل مضبوط ہیں، اور ان کے استنباط کے طریقے رائج ہیں، یہ اللہ اور رسول سے قریب تر ہیں، یہ فقہی جمود کے قائل نہیں، حق کی تلاش کے داعی ہیں، اور ٹھوس دلائل پر اعتماد کرتے ہیں۔

اس لئے اگر آج بھی دنیا اس منہج پر چلنے والے کو غلط الزامات سے منسوب کرتی ہے تو یہ کوئی عجب بات نہیں، اس سے انبیاء کرام بھی محفوظ نہ رہے تو علماء ربانین اور ان کی راہ پر چلنے والوں کو بھی اس سے دوچار ہونا پڑے گا۔

نماز کے لئے با وضو جانا

تحریر: مولانا عبدالسلام مدنی / استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

عن أبي أمانة، قال: قال رسول الله ﷺ: من خرج من بيته متطهرا إلى صلاة مكتوبة، فأجره كأجر الحاج المحرم، ومن خرج إلى تسبيح الضحى لا ينصبه إلا إياه، فأجره كأجر المعتمر، وصلاة على إثر صلاة لا لغو بينهما، كتاب في عليين. رواه أحمد، وأبو داود. (مشكاة ج ۱، ص ۷۰)

قال في المراجعة: رواه أبو داود، وسكت عنه، وقال: فالحدیث لا ينحط عن درجة الحسن. (مرعاة ج ۲، ص ۱۷۵)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جو انسان فرض نماز کی ادائیگی کے لئے با وضو گھر سے نکلا، تو اس کا اجر و ثواب محرم حج (حج کا احرام باندھنے والے) کی طرح ہے، اور جو صلاۃ الضحیٰ (چاشت کے وقت کی نفل نماز) کے لئے نکلا، نماز ہی نے اسے اس کدو کاوش پر آمادہ کیا ہو، تو اس کا ثواب عمرہ ادا کرنے والے کے مثل ہے، اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز (فرض یا نفل) ادا کرنا جن کے درمیان کوئی لغو چیز نہ ہو، تو یہ عمل خیر علیین میں لکھا جائے گا (یعنی مقبول ہو کر سب سے اعلیٰ مقام پر ہوگا)۔ (احمد و ابوداؤد، حدیث حسن)

تشریح: حدیث شریف سے تین اعمال خیر کے اجر و ثواب کا ثبوت ہوتا ہے: (۱) صلاۃ کتوبہ کی ادائیگی کے لئے با وضو جانا محرم حج کے مثل ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک موقوف روایت میں اس کے کئی ثواب ذکر کئے گئے ہیں، الفاظ ہیں: ”وما من رجل يتطهر.....، إلا كتب الله له بكل خطوة يخطوها حسنة، ورفع به درجة، وحط عنه بها سيئة.....“۔ رواه مسلم (مشكاة مع المراجعة ج ۳، ص ۵۲۰)

یعنی جب کوئی انسان اچھی طرح پاکی کے بعد مسجد کا قصد کرتا ہے تو اللہ پاک اس کے ہر قدم کے صلہ میں ایک نیکی لکھتا ہے، اور ایک درجہ بلند کرتا ہے، اور اس کی ایک برائی محو کر دیتا ہے، (مسلم شریف)

(۲) اور جو شخص صلاۃ الضحیٰ کے لئے جائے تو وہ معتمر کے مانند ہے۔ صلاۃ الضحیٰ کا اطلاق احادیث میں اشراق اور چاشت دونوں نمازوں پر ہوا ہے، صلاۃ اشراق سورج اچھی طرح نکلنے کے بعد ۲ رکعتیں پڑھی جاتی ہیں، اور ضحیٰ کی نماز کم سے کم ۲ رکعتیں ہیں، اور ۴ رکعتیں ۸ رکعتوں کا بھی ثبوت ہے۔ (مرعاة ج ۲، ص ۳۵۲)

(۳) اور لغو قول و فعل سے بچتے ہوئے ایک نماز کے بعد دوسری نماز فرض یا نفل ادا کرنا علیین میں درج ہوتی ہیں، علیین کی تشریح اس فرمان رب میں ہے: ﴿كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عَلِيَيْنَ، وَمَا أَدْرَاكَ مَا عَلِيُونَ؟﴾ کتاب مرقوم، يشهده المقربون – المطففين: ۱۸ – ۲۱ ﴿﴾ یعنی ”یقیناً یقیناً نیکوکاروں کا نامہ اعمال علیین میں ہے، تجھے کیا پتا کہ علیین کیا ہے؟ (وہ تو) لکھی ہوئی کتاب ہے، مقرب (فرشتے) اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔“ (جونا گدھی)

رب العالمین! ہم سب کو فرائض کی ادائیگی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ نوافل و منن و مستحبات کے ذریعہ اجر و ثواب سمیٹنے والا بنا، آمین۔

ایک اہم سیمینار بعنوان: وہابی تحریک: حقائق اور غلط فہمیاں کا جامعہ سلفیہ میں انعقاد

سیمینار ۲ جنوری ۲۰۱۰ء / ۱۵ محرم ۱۴۳۱ھ کی شام سے جناب مولانا عبداللہ سعود سلفی صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ بنارس کی صدارت میں شروع ہو کر رات دس بجے کامیابی سے اختتام پذیر ہو گیا، اس کے انعقاد کی تحریک ایک عشرہ پہلے سے چل رہی تھی، جامعہ کے ناظم اعلیٰ نے اس سلسلہ میں اساتذہ کرام کی ایک مخصوص میٹنگ بھی کی تھی، جس میں متعدد اساتذہ جامعہ اور باہر کے اصحاب قلم علماء کو مقالہ نگاری کے لئے نامزد کیا گیا تھا، اس کے بعد سیمینار کے مرکزی موضوع کے ذیلی موضوعات کی ایک فہرست جو ایک درجن سے زائد گوشوں پر مشتمل تھی مرتب کر کے علماء کرام کے پاس مع تاکید مکتوب کے روانہ کر دی گئی، تاکہ اپنے پسندیدہ موضوع پر مقالہ مرتب کریں، اور ساتھ ہی اپنی آمد و شرکت کی اطلاع کریں، الحمد للہ متعدد اصحاب قلم نے شرکت کی منظوری دی، بعض علماء کچھ اضطرابی اسباب سے حاضری سے معذور رہے، دہلی سے مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیتہ اہلحدیث ہند بطور مہمان خصوصی تشریف لائے اور اپنے خطاب اور مقالہ دونوں سے محفوظ کیا، ان کے علاوہ علی گڑھ، نپال اور ممبئی سے متعدد اصحاب قلم علماء نے اپنے مقالات کے ساتھ شرکت فرما کر سیمینار کی اہمیت میں اضافہ کیا، سامعین کے علاوہ شہر بنارس کی دو معزز شخصیات نے سیمینار میں شریک ہو کر نہ صرف اسے روشنی بخشی بلکہ اپنے قیمتی خطابات سے موقر لکچر ہال کو مستفید بھی کیا، جن میں ایک ڈاکٹر جاوید اعظم سابق اسٹنٹ پروفیسر گرلس کالج دامام سعودی عرب، اور دوسرے مفتی شہر بنارس مولانا عبدالباطن صاحب نعمانی خطیب گیان واپی مسجد بنارس ہیں، جامعہ سلفیہ بنارس کے متعدد اصحاب قلم اساتذہ کرام نے بھی موضوع کے متعدد گوشوں پر قلم اٹھایا ہے، تمام حضرات مقالہ نگاران کے اسماء، ان کے موضوعات اور ان کی نگارشات قارئین کرام آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے، اور موضوع سے ان کے علمی و فکری اور جذباتی لگاؤ کا اندازہ کریں گے۔

وہابی تحریک کا موضوع دراصل دو سو سال پرانا ہے، عالم اسلام اور اس سے باہر مختلف عالمی اور مقامی زبانوں میں اس کی تائید یا مخالفت میں بہت کچھ لکھا گیا ہے، اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے، وہابی تحریک کا نام مخالفین کا دیا ہوا ہے، ورنہ شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ نے جزیرۃ العرب میں جو خالص اسلامی اصلاحی تحریک شروع کی تھی وہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ، آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ سلف صالحین رحمہم اللہ کے طریقہ سے ایک نقطہ کے برابر بھی ادھر ادھر ہٹی ہوئی نہیں تھی، اس اصلاحی دعوت کی ابتدائی صدی میں کچھ مسلم حکومتوں، ان کے زیر اثر علماء اور عامۃ الناس میں اس کی مخالفت میں شدت پائی جاتی تھی، جس کی اصل الاصول وجہ دینی انحطاط و انحراف اور غلط فہمی تھی، لیکن بعد کی صدی میں جب اس اصلاحی دعوت و تحریک کے جوہر کھلے، اس کی کتابیں مترجم ہو کر ساری دنیا میں عام ہوئیں، اور عامۃ الناس تک کو اس کی برکات سے فائدہ اٹھانے کا براہ راست موقع ملا تو بڑی حد تک عالم اسلام میں اس کے متعلق لوگوں کے نقطہ نظر میں تبدیلیاں رونما ہوئیں، اور لوگوں کو یقین ہو چلا کہ پیغمبر اسلام کا لایا ہوا اصل دین یہی ہے، اس اصلاحی دعوت اور اس کے قائم کردہ ملک سعودی عرب نے برادر اسلامی ملکوں کو پھر سے رشتہ اخوت میں پرولیا، اور اب پورا عالم اسلام فوج در فوج اس کی تعلیمی، اخلاقی، دینی، سیاسی اور اقتصادی برکات سے فیض یاب ہو رہا ہے، لیکن مخالفین کو اسلام اور مسلمانوں کی یہ سچی ناموری گوارا نہیں، اس لئے شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ان کی اصلاحی دعوت کی اساس پر قائم مملکت سعودیہ عربیہ کو نئے نئے الزامات کا نشانہ بناتے رہتے ہیں، سابقہ ایام میں دہشت گردی کو مٹانے میں قوانین کی تاثیر کے موضوع پر دلی میں منعقد ایک عالمی سیمینار میں ملک کی بھاجپائی نقطہ نظر کی حامل مشہور قانون داں شخصیت رام جیٹھ ملانی نے شیخ اور سعودیہ کو نو جوانوں میں دہشت گردی کا رجحان پیدا کرنے کا الزام دیا، عالمی سیمینار میں اس طرح کا بے بنیاد الزام دے کر انھوں نے عالمی بننے کی سعی کی ہے، یا مسلمانوں میں وہ تفریق کی خواہش کی تکمیل چاہتے ہیں، ایک عالم شخصیت سے توقع یہی ہوتی ہے کہ وہ ٹھوس علمی اساس پر کوئی بات کہے یا لکھے ناکہ محض سنی سنائی باتوں پر پروپیگنڈائی بات کرے، ہمیں یقین ہے کہ خالص نیت سے موصوف اگر شیخ اور سعودیہ کے لٹریچر اور تاریخ کا تقابلی مطالعہ کریں گے تو اپنے الزام کو واپس لینے پر مجبور ہو جائیں گے، یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں سعودیہ کے سفیر محترم فیصل بن حسن طرار اس بے بنیاد الزام کو سن کر سیمینار سے اٹھ کر چلے گئے، جنھیں بعد میں منا کر لایا گیا، اور ملانی صاحب کی بات کو ذمہ داران حکومت ہند نے بھی ناپسند کیا، اور ملکی بیجانہ پر متعدد اسلامی شخصیات و تنظیمات نے ان کے بیان پر اپنے رد عمل کا اظہار کیا۔

عالم اسلام کے علاوہ ایشیائی ممالک کے ساتھ سعودیہ کے تعلقات امن اور ترقی کی اساس پر قائم ہیں اور ہر طرح کے

تعاون کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں، بلکہ جدید دنیا میں عام انسانی برادری اور اقوام عالم کی فلاح و بہبود کے لئے قائم عالمی اداروں کا وہ مخلص رکن بھی ہے، یہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تحریک یا دعوت کے نوع انسانی سے متعلق واجبات میں سے ہے، ہمیں یقین ہے کہ روئے زمین اور اس پر بسنے والی نوع انسانی کی بقا اور فلاح و بہبود کے لئے سر پر آوردہ اقوام عالم کی تعمیری و ترقیاتی مساعی کا اگر حسن نیت سے تقابلی مطالعہ کیا جائے تو روحانی اور مادی دونوں پہلوؤں سے انسانی کامیابی و ترقی کے لئے سعودیہ کی مساعی کو بنظر استحسان ہی دیکھا جائے گا، لیکن جہاں تک الزامات دینے کی بات ہے تو آج کی دنیا میں اس کی بھی آزادی ہے کہ انسان اپنے ہی بھائیوں پر ٹھیک اسی طرح کے الزام لگا دے جیسے بہتے دریا کے گھاٹ پر لالچی شیر نے کمزور و شریف بکری پر الزام لگایا کہ تو نے پانی جوٹھا کیوں کیا اور پھر اسے لقمہ تر بنالیا، حالاں کہ شیر کے پاس سے گذر کر ہی پانی بکری کے پاس آ رہا تھا۔ یہ روش ابھی عام نہیں ہے اور اللہ کرے عام نہ ہو، اور نوع انسانی سے ہم اتنا مایوس بھی نہیں ہیں۔

برصغیر میں اٹھنے والی تحریک شہیدین پر بھی مخالفین نے ”وہابی تحریک“ کا نام چسپاں کیا ہے، حالانکہ دونوں تحریکوں میں کوئی تعلق تاریخ سے ثابت نہیں ہے، البتہ اتنا ضرور ہے کہ دونوں کی دینی و اسلامی قدریں یکساں ہیں مثلاً توحید و سنت کا قیام اور شرک و بدعات کا رد، اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ جن پر ہر دور میں دنیا کے کروڑوں اہل ایمان علماء اور عام لوگ متفق رہا کرتے ہیں، اور یہی اصل دین اسلام بھی ہے، برصغیر کی تحریک شہیدین یعنی معروف معنی میں وہابی تحریک کے منہج میں انگریز سامراج کی غلامی سے ملک کو آزاد کرانا بھی شامل تھا، اس لئے تحریک آزادی وطن کے انقلابی عمل میں اس وہابی تحریک کی اپنی خاص اہمیت ہے اور خاصہ مسلمانوں کو شرک و بدعات اور رسم و رواج کے حد درجہ انحطاط سے اوپر اٹھانا اور ان کو توحید و سنت کا پابند بنانا اس دعوت و تحریک کا بنیادی مقصد تھا۔

بہر حال اس موضوع پر سیمینار کا انعقاد کر کے جامعہ سلفیہ نے ایک مستحسن اقدام کیا ہے، محدود وقت میں مختصر خرچ پر اتنا اچھا سیمینار ہو جانا یقیناً خلوص کی دلیل ہے، انتظامیہ اور علماء سب کے خلوص کی، ادارہ محدث ناظم اعلیٰ صاحب کا شکر گزار ہے کہ انھوں نے مقالات عنایت فرما کر ماہنامہ محدث کا خصوصی نمبر جلد شائع کرنے کی تاکید فرمائی جو اب طبع ہو کر مضمون شہود پر آچکا ہے، امید ہے کہ قارئین محدث اسے پسند فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ جامعہ سلفیہ اور جملہ مقالہ نگار حضرات کی کوششوں کو قبول فرمائے، اور لوگوں کو حقائق سمجھنے اور غلط فہمیاں دور کرنے کی توفیق بخشے، اور دنیا میں امن و اشتی کی فضا قائم کرنے، اور حق و انصاف اور اعتدال کی راہ پر چلنے کے لئے ہم قدم و آہنگ کر دے، آمین۔

وہابی جماعت اور جیٹھ ملانی

مولانا محمد اعظمی

سابق شیخ الجامعہ جامعہ عالیہ عربیہ، منو

انسان کا یہ نیچر ہے کہ زندگی کے ایام جوش و سرگرمی اچھے یا بُرے کردار کے ساتھ گزارنے کے بعد سنجیدہ اور باہوش بلکہ حقیقت پسندانہ زندگی کی طرف مائل ہوتا ہے، لیکن بی جے پی جو بیسویں صدی سے مختلف ناموں اور بھیسوں میں فرقہ پرستی کے رنگارنگ گل کھلا رہی ہے، اس کے مزاج و سرشت میں زندگی کے آخری لمحات تک لگتا ہے کہ ہوش مندی اور حقیقت پسندی کو کوئی جگہ نہیں ملی ہے، سوائے محترم و اچھی جیسے بعض بزرگ قائدین کے جن میں گرمی اور شدت پسندی کی جگہ وقت کے مطابق سنجیدگی اور خاموشی خوش خرامی کر رہی ہے۔

بی، جے، پی کے سینئر و سربراہ اور وہ لیڈروں میں رام جیٹھ ملانی کا نام آج کل سرخیوں میں آ رہا ہے، ان کو ہندوستان کے اعلیٰ درجہ کا ماہر قانون اور بی جے پی دور حکومت کے وزیر قانون کی حیثیت سے جانا جاتا ہے، لیکن حال میں انھوں نے مسلم دشمنی کے تین اپنی ایک نئی شناخت کو جنم دیا ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ بی جے پی حکومت کے زوال اور الیکشنوں میں پے در پے ناکامیوں نے موصوف کو گوشہ گمنامی و کسمپرسی میں ڈال دیا تھا، انہوں نے دیکھا کہ عام قصاب جیسا مچھول شخص دہشت گردی کے حوالے سے عالمی شہرت حاصل کر سکتا ہے، تو ان جیسے عمر رسیدہ ماہر قانون وہابی دہشت گردی کے عنوان سے ایسا شگوفہ چھوڑیں کہ اسلام اور مسلمان مخالف دنیا میں ان کو ہیرو کا اعزاز حاصل ہو جائے، پھر ان کی قانونی مہارت اور سفید کوسیاہ دکھانے کے ہنر سے ”ہر دہشت گرد مسلمان ہوتا ہے“ کے مردہ ہوا کو از سر نو زندہ کیا جاسکے۔

جیٹھ ملانی کی رام کہانی کا اصل متن باوجود تلاش بسیار ہمیں دستیاب نہ ہو سکا، اخبارات نے اس تعلق سے شہ سرخیوں کے ساتھ جو بیان شائع کیا ہے، اس کا ماحصل اس طرح ہے، ”دہشت گردی کا خاتمہ“ کے موضوع پر بین الاقوامی سیمینار یا کانفرنس میں بین الاقوامی عدالت کے چیف جسٹس عوان ایس الخاسونہ اور صدر جمہوریہ ہند پر تھاپاٹل سمیت تمام وکلاء و شرکاء اس بات پر متفق تھے کہ دہشت گردی کے بارے میں عالمی سطح پر متحد ہونا چاہئے، لیکن جیٹھ ملانی نے وہابی دہشت گردی کی آگ لگائی، ان کی اس آتش باز غلط بیانی سے اتحاد کی دیوار منہدم ہو گئی، جیٹھ ملانی کا بیان ہے کہ:

۱- وہابی دہشت گردی نوجوانوں کے ذہن میں زہر گھول رہی ہے، اور وہ دہشت گردی کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔

۲- وہابی تحریک دہشت گرد جہاد کی فیکٹری ہے۔

۳- سعودی عرب کے وہابی لوگ پوری دنیا میں دہشت گردی پھیلا رہے ہیں۔ (دینک جاگرن، وارانسی،

ہندوستان، 22-11-09)

یہ باتیں دن کورات کہنے کے مترادف ہیں، یہ حقائق کو الٹ کر اور سفیدی پر سیاہی پھیلا کر دنیا کو فریب دینے کی مذموم کوشش اور گندے ذہن کی عکاسی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کبھی دنیا میں کوئی مذہبی مصلح اور قومی مجاہد آزادی، یا مذہبی وقومی اصلاح اور استخلاص وطن کے لئے کوئی تحریک وجود پذیر ہوتی ہے اور بڑی طاقتیں اس سے خطرہ محسوس کرتی ہیں، تو اس کو اچھی زبان سے خوب بدنام کرتی ہیں، اور جارحانہ انداز میں اس سے برسر پیکار رہتی ہیں، بالکل ٹھیک اسی طرح شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ اور ان کی تحریک کے ساتھ سلوک ہوا، شیخ کو وہابی اور ان کی تحریک کو وہابیت کا نام دے کر پرچار کیا گیا کہ یہ اسلام سے الگ دین ہے، اور مسلم فرقوں سے خارج فرقہ اور گمراہ جماعت ہے، حکومت وقت کی باغی ہے، انگریزوں، ترکوں اور مصریوں نے مل کر ایسا ہوا بنایا کہ اپنی خود ساختہ حکومت و مذہب کی دادا گیری کے بچاؤ کے لئے اس کو بطور ہتھیار استعمال کیا۔

وہابی، لفظ اور معنی کے لحاظ سے صحیح ہے، مگر مخالفین اس کو بطور گالی اور باغی کے معنی میں استعمال کرتے آرہے ہیں، جب کوئی شخص شرک و بدعت پر کبیر کرتا ہے، یا آزادی وطن کے لئے جہادی قدم اٹھاتا ہے تو جھٹ اس پر وہابی کا لیبل چسپاں کر دیا جاتا ہے، چنانچہ غلام ہندوستان میں مذہبی و اخلاقی اصلاح اور ملکی آزادی کے لئے پہلی تحریک قائم کردہ حضرت احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید نے جب عملی قدم اٹھایا، تو مخالفین اور انگریز نوازوں نے اس تحریک کو وہابیت کے نام سے خوب بدنام کیا، اور گورنمنٹ انگلیشیہ کو باور کراتے رہے کہ یہ سرکار کی باغی جماعت ہے، پھر گرفتاری، پھانسی، کالا پانی یا جس دوام اس مجاہد جماعت کا مقدر ٹھہرتی۔

وہابی جماعت اور اس کے امام محمد بن عبدالوہاب پر الزام تراشی و تہمت طرازی میں جیٹھ ملانی سابقین سے بہت دور سبقت لے گئے ہیں، بہت دور کی کوڑی ”وہابی دہشت گردی“ کے نام سے لائے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ اس کو دو سو سالہ دور کی وہابی تحریک یا جماعت اور اس کے امام کے پس منظر اور پیش منظر کے آئینے میں دیکھیں اور حقیقت سے نقاب اٹھائیں۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب سے پہلے جزیرۃ العرب بالخصوص نجد و حجاز میں طوائف الملوکی اور انارکی کا بازار گرم تھا، ہر گاؤں اور قبیلے کا سردار مطلق العنان حاکم ہوتا تھا، کوئی مرکزی حکومت نہیں تھی، مکہ مکرمہ میں مصریوں کی جانب سے ”شریف مکہ“ کے نام سے حاکم مقرر رہتا تھا، گویا ایک طرح سے مکہ مکرمہ مصریوں کا محکوم و غلام تھا، کوئی نظم و قانون نہیں تھا، باشندوں کا استحصال ہو رہا تھا، مذہبی، سیاسی، سماجی اور اخلاقی برائیوں کے لئے کھلی چھوٹ تھی، ہر طرف چوری، ڈکیتی، رہزنی اور حابیوں کے ساتھ بدسلوکی عادت بن چکی تھی، بدعات و منکرات اور مسکرات کا چلن عام تھا، شیخ الاسلام کی تحریک اصلاح جو نجد سے

شروع ہو کر جزیرۃ العرب میں پھیلی، وہ ایک مرکزی حکومت و طاقت بن گئی، جس سے امن و امان کا ماحول پیدا ہوا، اور اصلاحات کا مضبوط نظام نافذ ہوا، چنانچہ عبدالرحمن جبرتی مصری لکھتا ہے:

”منکرات کی گرم بازاری اس نے قطعاً روک دی، اسی طرح مسعی اور صفا و مروہ کے درمیان تمباکو نوشی بھی بند کر دی، جماعت کے ساتھ نماز کی پابندی اور زکاۃ کی ادائیگی کا حکم دیا، ریشمی کپڑوں کے استعمال کی بھی ممانعت کر دی، ناروا محصول اور عام مظالم روک دیئے گئے، اور وہ لوگ (اہل مکہ اور شریف مکہ) اس بارے میں حد سے گذر چکے تھے، اور ہر لاش پر پانچ یا دس فرنک ٹیکس لیتے تھے، اگر مردے کے اعزاء مقررہ محصول نہ ادا کر سکتے تو انہیں لاش اٹھانے اور دفن کرنے کی اجازت نہ ملتی،... اس کے علاوہ بے شمار بدعتیں اور نت نئے ناروا محصول انہوں نے ایجاد کر لئے تھے، بازار کی خریداری اور گھروں پر بھی محصول عائد ہوتا، بسا اوقات انسان اپنے گھر میں اطمینان سے بیٹھا ہوتا، اور اسے یک بیک گھر خالی کرنے کا حکم ملتا، سرکاری ملازم کہتے کہ آقا کو اس گھر کی ضرورت ہے، اب یا تو گھر خالی کرو یا پھر کچھ لے دے کر مصالحت کر لو،..... ان اصلاحات کے بعد راستے مامون ہو گئے، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور طائف کے راستے کھل گئے۔“ (محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم و بدنام مصلح ص: ۸۶ بحوالہ عجائب الآثار: ۵/۶-۶)

مغربی سیاح برک ہارٹس ۱۸۱۴ء میں حجاز پہنچا، اپنے عینی مشاہدے کے حوالے سے وہابی حکومت میں امن و امان کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

”غالباً پیغمبر عرب کے بعد پہلی بار ملک میں ایسا امن و امان قائم ہوا کہ بدوؤں کو اپنے مال و متاع اور مویشیوں کی طرف سے بے فکر ہو کر آرام سے سونے کا موقع ملا،..... الخ اسی طرح رعب کا یہ عالم تھا: ”ایک معمولی حبشی بڑے سے بڑے قبیلے کے سردار کو یکہ و تنہا گرفتار کر کے درعیہ لے آتا تھا“ (ایضاً ص: ۹۵، بحوالہ برک ہارٹس ص: ۱۳۷، ۱۳۹)

یہ اس غیر متمدن زمانہ کے امن و امان اور حسن نظام کی معمولی سی جھلکیاں ہیں، ورنہ اس موضوع پر یورپین سیاحوں اور عینی مشاہدین کے بیانات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کو کتب تاریخ و سیرت ہی میں پڑھا جاسکتا ہے، متمدن دور میں دنیا کے گوشے گوشے سے ہر سال حج، زیارت، تجارت، ملازمت، سیاحت وغیرہ کے لئے ہر مذہب و فرقہ والوں کی لاکھوں لاکھ تعداد میں سعودیہ جانے والوں کے چشم دید امن و امان و حسن نظام کی واقعیت بدیہی امر اور روشن حقیقت ہے، ان میں سے آج تک کسی کے ذہن میں یہ کھٹکا بھی نہیں گذرا کہ سعودی یا وہابی حکومت میں دہشت گردی نام کی کوئی چیز ہے، لیکن حیف صد حیف کہ ساری دنیا ایک طرف، اور جیٹھ ملائی ایک طرف، ے

ہم اٹے بات الٹی یا راٹا بنے کیوں کر کہ ہے سب کا راٹا

ملانی صاحب نے وہابیوں کو دہشت گرد اور ان کی حکومت کو دہشت گرد جہاد کی فیکٹری کا ہوا تو کھڑا کر دیا، لیکن اس پر کوئی ہوائی ثبوت بھی نہیں پیش کر سکے، موصوف بتائیں کہ سعودی یعنی وہابی ملک کے طول و عرض میں مسلم و غیر مسلم لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہر دور میں موجود رہتی ہے، ہندوستان کے ہندو مسلم نوجوان کثرت سے اپنی معاشی حالت سدھارنے کے لئے سعودیہ جاتے ہیں، وہاں سالہا سال مختلف پیشوں میں مشغول رہتے ہیں، وطن واپس آتے ہیں تو اس وہابی فیکٹری سے کتنے دہشت گرد تیار اور تربیت یافتہ ہوتے ہیں، اور دہشت گردی کے جوہر دکھاتے ہیں؟

ابھی دنیا سے یادداشت یا شعور اتنا کمزور نہیں ہوا ہے کہ وہ یہ بھول جائے کہ دہشت گردی کو جنم دینے والا داد امریکہ ہے، اسی نے ہیروشیما پر بم باری کر کے ظلم و سفاکی کی ساری حدیں توڑ ڈالیں، سارا علاقہ کھنڈر اور مرگھٹ بن گیا، باشندوں کی لاشوں کے منتشر لوتھڑے زہریلے ہو گئے، بد قسمتی سے جو زندہ رہ گئے، ان کے جسم میں بارود کے زہریلے مادے ان کی نسل در نسل میں اس طرح سرایت کرتے رہتے ہیں کہ کوئی بھی صحیح و سالم اعضاء والا نہیں پیدا ہوتا، زندگی اس کے لئے بوجھ ہوتی ہے۔

قریب آئیے، محسن ملک و قوم، جہاد آزادی کے بابائے اعظم مہاتما گاندھی کو انتہائی بے دردی سے موت کی وادی میں پہنچایا گیا، وہ تو خیر سے ابھی مہاسجد دہشت گردی کی اسکیم سازی میں اس قدر ماہر اور چال باز نہیں تھے کہ بابائے قوم کے ساتھ اس دہشت گردانہ عمل پر مسلم دہشت گردی کی چادر اوڑھا کر مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دے، قاتل بھاگتے ہوئے پکڑے گئے، اور پکڑنے والے بھی ہندو تھے، آزاد ہندوستان کی تاریخ میں دہشت گردی کا یہ پہلا سیاہ باب ہے، جسے بڑے سے بڑا ماہر قانون بھی غلط یا شک کے ہتھیار سے مٹا نہیں سکتا، اس قسم کی واقعاتی شہادتیں بکثرت ہیں، اور ان کا سلسلہ ہر سو برق رفتاری سے جاری ہے، فرق یہ ہے کہ اب اس کو مسلم دہشت گردی کا نام دے کر مسلمانوں کو ٹاڈا، ملوکا کا تختہ مشق بنایا جاتا ہے۔

لگتا ہے کہ وہابی دہشت گرد کی کہانی جیٹھ ملانی جی نے اس لئے گھڑی ہے کہ مسلم دہشت گردی کا ہوا اب تحقیقات و انکشافات سے ہندو دہشت گردی کے روپ میں ظاہر ہو رہا ہے، تو ان کو اپنی قانونی مہارت فیل ہوتی نظر آئی، انہوں نے اس موضوع پر از سر نو ریسرچ کر کے اپنی گھڑنت ”وہابی دہشت گردی“ کے ذریعہ مائل بسکون دینا میں پلچل پیدا کرنے کی گھٹیا کوشش کی ہے، تاکہ ان کی قانونی مہارت اور سفید کوسیاہ دکھانے کے ہنر سے ”ہر دہشت گرد مسلمان ہوتا ہے“ کے مردہ ہوا کو از سر نو زندہ کیا جائے، اور لوگوں کی توجہ ہندو دہشت گردی سے گھڑنت وہابی دہشت گردی کی طرف پھیر کر الجھا دیا جائے، اور اصل حقیقت پس پردہ چلی جائے۔

ملانی جی نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا کہ ”وہابی فرقہ نے کربلا میں قتل عام کیا، اور ہر صلح پسند آدمی کو مار ڈالا“ یہ کہاوٹ جانب دارانہ اور انتہائی مبالغہ آمیز ہے، جنگ کربلا ۱۸۰۲ء کا واقعہ ہے، اور اس دور کا ہے جب وہابیوں اور بغداد اور اشرف مکہ کے درمیان صلح اور اچھے تعلقات تھے، لیکن ”کوئی لایونی“ کا مقولہ پوری صداقت کے ساتھ سامنے آیا، یہ صلح و تعلقات زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکے، شیعہ قبیلہ خزاعل کے لوگوں نے وہابی قافلہ پر حملہ کرنے اور لوٹ مار کرنے کو پیشہ بنالیا، اس جانی و مالی بربادی کے انسداد کے لئے وہابی لشکر نے شہر کربلا پر حملہ کیا، ظاہر ہے کہ جنگ و تصادم میں دونوں فریق جانی و مالی نقصان کا شکار ہوتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ کسی کو نقصان کم اور کسی کو زیادہ پہنچتا ہے، اس معرکہ کی اصل نوعیت بول رہی ہے کہ اہل کربلا نے عہد شکنی اور غداری کا ارتکاب کر کے خود دہشت گردی کا ماحول بنایا تھا۔

ملانی جی کی جانب داری اور وہابی دشمنی اس انتہا کو پہنچی ہوئی ہے کہ واقعہ کربلا پر نمک مرچ چھڑک کر دو آتشہ بنایا، مگر ۱۸۱۴ء میں مصریوں اور وہابیوں کے درمیان طائف کے قریب مقام بسل میں سخت معرکہ ہوا، اس میں مصریوں نے وہابیوں پر جو دہشت گردانہ و وحشیانہ مظالم ڈھائے، اس مشہور لرزہ خیز واقعہ کو ملانی جی اس طرح ہضم کر گئے کہ گویا اس کا کوئی وجود ہی نہیں رہا، جب کہ مغربی سیاح برک ہارٹ جو ان واقعات کا عینی شاہد ہے، ان مظالم کی مذمت کرتے ہوئے کہتا ہے:

”اس بسل کے معرکہ میں پانچ ہزار سے زیادہ وہابی کام آئے، ایک سر کی قیمت چھ ڈالر رکھی گئی تھی، والی مصر محمد علی کے سامنے لاشوں کا ڈھیر لگ گیا، اس معرکہ کے بعد وہابیوں کی قوت کمزور ہو گئی،..... ایک معمولی واقعہ یہ ہے کہ مقتول وہابی سپاہیوں کی لاشیں کتوں کے لئے چھوڑ دی گئی تھیں“۔ (محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم الخ ص: ۹۶، بحوالہ برک ہارٹ ص: ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۲۳)

وہابی جماعت کا مرکز ”درعیہ“ کی بربادی بھی دہشت گردی کی کہانی سنار ہی ہے:

”مصری فوج نے سارا شہر کھود کر پھینک دیا، تمام باغ و نخلستان جڑ سے کاٹ ڈالے، بوڑھے، بچے اور کمزور اور بیمار سب یکساں عتاب کا شکار ہوئے، گھروں میں آگ لگا دی گئی، اور چند روز میں لہلہاتا ہوا باغ جل کر خاک بھسم ہو گیا۔“ (ایضاً ص: ۱۰۷، بحوالہ تاریخ نجد (آلوسی) ص: ۲۴، ۲۶)

ملانی جی نے خاتمہ دہشت گردی کے لئے غیر جانبدارانہ سیمینار سے اختلاف کرتے ہوئے بیلنس آف پاؤر کے فارمولے کو صحیح بتایا ہے، اس کے جواب میں ہماری عرض یہ ہے کہ ملانی جی جانب داری، الٹی گنتی، غلط بیانی اور حقیقت کی پردہ پوشی سے دامن جھاڑ کر غیر جانب داری اور سچائی کی راہ پر چلتے ہوئے ریسرچ کریں، پھر جو سچی حقیقت سامنے آئے اسی کا قانونی زبان میں اعلان کریں، خاتمہ دہشت گردی میں یہ نفع بخش رول ہوگا، اس سے ان کو اور ان کی پارٹی کو بھی ہر فرقے میں یقینی مقبولیت و حمایت حاصل ہوگی، اس کو آزمائیں اور فائدہ اٹھائیں۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہابؒ کی دعوت دنیا کے مشہور علماء اور مورخین کی نظر میں

مولانا صغریٰ امام مہدی سلفی

ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند، دہلی

تاریخ گواہ ہے کہ جب جب روئے زمین پر تجدید دین اور اصلاح انسانیت کی مبارک تحریک اٹھی ہے اس کے خلاف ظلمت و تیرگی کے پروردوں نے محاذ آرائی کی ہے اور اس کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش روارکھی ہے۔ غلط پروپیگنڈے کیے ہیں۔ سازشیں رچی ہیں۔ جسمانی اذیتیں دی ہیں۔ مالی نقصان پہنچایا ہے اور مخالفت میں ہر انسانی و اخلاقی حدود کو پار کر گئی ہیں۔ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہابؒ نے بارہویں صدی ہجری میں جب تجدید و اصلاح کا بیڑا اٹھایا تو ان کے ساتھ بھی تاریخ کی ساری ناروا اور تلخ ترین روایتیں دہرائی گئیں اور ان کی ذلت و رسوائی کا کوئی بھی دقیقہ فرد گزاشت نہیں کیا گیا۔ لیکن انہیں کیا پتہ تھا کہ وہ باطل پرست محاذ آرائی کس کے خلاف کر رہے ہیں۔ اور کس کی تکفیر و تضرع پر اتر آئے ہیں۔ انہوں نے تو عمل بالکتاب والسنة اور بدعات و خرافات کے استیصال کی وہ شمع فروزاں کی تھی جسے پھونکوں سے بجھایا نہیں جاسکتا تھا۔ ان کا یقین محکم تھا۔ وہ عمل پیہم میں یقین رکھتے تھے۔ رحمت عالم ﷺ کی محبت سے ان کا دل سرشار تھا۔ وہ استقامت و عزیمت کی اونچی چوٹی پر فائز تھے۔ چنانچہ ان کو کامیابی عطا ہوئی۔ تائید باری تعالیٰ حاصل ہوئی۔ فرشتے ان کی مدد کے لیے نازل ہوئے۔ ﴿ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا، ولا تحزنوا و ابشروا بالجنة الی الی کنتم توعدون﴾ (حم سجدہ: ۳۰) ان کی محبوبیت عام ہو گئی اور وہ مرجع خلائق بن گئے۔

﴿ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات سیجعل لہم الرحمن ودا﴾ (سورہ مریم: ۹۶)

انہوں نے اپنے مولیٰ سے جو وعدہ کیا تھا اور اصلاح و تجدید کا جو مورچہ سنبھالا تھا۔ اس پر پوری زندگی ثابت قدم رہے اور وہ دعوت و جہاد کی بھرپور بازی کھیل کر اپنے رب حقیقی سے جا ملے اور ”من المومنین رجال صدقوا ما عاہدو اللہ علیہ فممنہم من قضیٰ نحبہ و منهم من ینتظر و ما بدلوا تبدیلاً“ (سورۃ الاحزاب: ۲۳) کے مصداق ٹھہرے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کا جرم صرف یہ تھا کہ انہوں نے اللہ واحد کی خالص عبادت کی دعوت دی تھی۔ لوگوں کو شرک و بدعات سے روکا تھا۔ قبروں اور استھانوں کی تعظیم اور ان کی پرستش و جاروب کشی سے منع کیا تھا۔ فوضی؁ انار کی اور ظلم و جور کے خلاف جدوجہد کی تھی۔ اندھی تقلید اور پیر پرستی کے بجائے کتاب و سنت پر عمل کو رواج دیا تھا۔ شریعت کو اپنی دعوتی و اصلاحی مشن کی اساس قرار دیا تھا۔ قیام عدل و انصاف کی بات کہی تھی۔ انہوں نے لوگوں کا رشتہ اس اسلام سے جوڑنے کی مبارک سعی کی تھی جس کو لے کر حضرت رسول امی فداہ ابی وامی تشریف لائے تھے۔ اور جس پر گامزن ہو کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فوز و سعادت اور عزت و سر بلندی سے ہمکنار ہوئے تھے۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب نے دنیا کو اسلام کا پیغام انسانیت سنایا تھا۔ حقوق انسانی کے تحفظ کی بات کی تھی۔ امن و شانتی کے ترانے گائے تھے۔ جس کی صداقت فی زمانہ اظہر من الشمس ہو چکی ہے۔ اور جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ان کی کوششوں اور تعاون سے جو مملکت سعودی عرب وجود میں آئی وہ آج دنیا کی سب سے پر امن مملکت بنی ہوئی ہے۔ جہاں کے عوام امن پسند ہیں اور چین و سکون کے ماحول میں جیتے ہیں۔ کیوں کہ اس نے اپنی حکومت کی اساس کتاب و سنت کو قرار دیا ہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی قائم کردہ یہی وہ مملکت توحید مملکت سعودی عرب ہے جو کہ امن و شانتی کا صرف گہوارہ ہی نہیں بلکہ عصر حاضر میں قافلہ امن و شانتی اور انسانیت کی گلہ بانی بھی کر رہا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جس سرزمین پر اللہ وحدہ لا شریک کی وحدانیت کے ترانے گائے جاتے ہوں۔ اور جس مملکت کی اساس کتاب و سنت پر استوار ہوئی ہو اور جہاں کے بسنے والے اللہ واحد کی خالص عبادت کرتے ہوں ان ہی کے لیے امن ہے۔ وہی مامون رہیں گے اور چین و سکون کی نعمت سے سرشار ہوں گے۔ فرمایا:

﴿الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم أولئک لهم الأمن وهم مہتدون﴾ (سورۃ الانعام: ۸۳)

چوں کہ دین اسلام امن و شانتی کا سب سے بڑا علمبردار ہے اور قرآن و حدیث انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کی سب سے مفید اور ابدی ہدایت ہے اس لیے مملکت سعودی عرب کے عظیم بانیوں نے اس مملکت کی اساس انہیں دو بنیادوں پر رکھی۔ امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ جن کے خلاف ایک زمانہ سے بعض طالع آزماء؁ کم عمل اور کوتاہ فہم لوگ غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈہ کر رہے ہیں مملکت سعودی عرب کے اولین معماروں میں سے تھے اس مملکت توحید نے اپنے قیام کے وقت سے اب تک امن و قانون کے حوالے سے غیر معمولی خدمات انجام دی ہیں اور اس کا فیض گرد و پیش کے ممالک ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں پہنچ رہا ہے اور وہاں کی جامعات کے فارغین دنیا کے کونے کونے میں اسلامی تعلیمات کو عام کر کے اور اسلام کے پیام انسانیت کی نشر و اشاعت کا فریضہ انجام دے کر امن و سکون کے قیام میں اپنا قائدانہ کردار ادا کر رہے ہیں۔

مملکت سعودی عرب نے کتاب و سنت کو اپنی اساس قرار دے کر، اسلامی تعزیرات و قوانین کو نافذ کر کے اور عدل و انصاف کو یقینی بنا کر ملک و سماج کے اندر امن و امان کی جڑیں اس قدر مضبوط کر دی ہیں کہ وہاں قتل، چوری، زنا اور رشوت جیسے دیگر سنگین ترین جرائم کا گراف دنیا کے دیگر ممالک کی بہ نسبت نہ کے برابر ہے جدھر دیکھو امن و امان کی فراوانی ہے اور چین و سکون کی حکمرانی ہے نہ کسی کو اپنے مال کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے نہ جائداد کے ہڑپ لینے کا، نہ کسی کو اپنی عزت و آبرو کے لٹ جانے کا اندیشہ ہے اور نہ قتل کر دیے جانے کا خوف، نہ رشوت ستانی عام ہے نہ کالا بازاری کا امکان ہے۔ جس ملک میں یہ ساری خوبیاں پائی جاتی ہوں وہی ملک امن کی علامت قرار دیا جاسکتا ہے۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب کی مبارک کوششوں کا ہی ثمرہ ہے کہ مملکت سعودی عرب امن و شانتی کے ماحول میں ہی ہر طرح کی ترقی اور فروغ و ازدہار کو یقینی بنانے کی کوشش کرتی ہے اور اس بات میں یقین رکھتی ہے کہ دنیا کے کسی بھی خطے میں جس قدر امن و شانتی ہوگی اسی قدر وہاں آسودہ حالی اور فارغ البالی پائی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ مملکت سعودی عرب قیام امن اور دہشت گردی مخالف ہر پہل کی پرزور تائید کرتی ہے اور اس میں اپنا اہم کردار ادا کرتی ہے۔

دہشت گردی عصر حاضر کا سب سے بڑا ناسور ہے اور بہر صورت قابل مذمت ہے۔ مملکت سعودی عرب نے دہشت گردی مخالف سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا ہے۔ کتابیں شائع کی ہیں۔ علماء کے فتاوے جاری ہوئے ہیں، مجالس علمیہ منعقد ہوئیں ہیں، سمیناروں اور سمپوزیموں کا انعقاد نہ صرف مملکت سعودی عرب میں عمل میں آیا ہے بلکہ حکومت سعودی عرب نے دنیا کے مختلف ممالک میں دہشت گردی مخالف سمینار، ورکشاپ اور سمپوزیموں کا انعقاد کیا ہے۔

عصر حاضر میں قیام امن کے حوالے سے مملکت سعودی عرب کا ایک اہم کارنامہ ”حوار بین المذاہب“ کا اہتمام و انعقاد ہے جس کا حسن آغاز گزشتہ سال اسپین کی راجدھانی مڈرڈ میں ہوا تھا اور اس کے بعد دنیا کے متعدد ممالک میں اس کا انعقاد عمل میں آیا۔ بلاشبہ مملکت سعودی عرب کے فرمانروا شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز آل سعود اور ان کی حکومت کی طرف سے یہ بہت بڑی پہل تھی۔ جس کا عالمی برادری نے زبردست استقبال کیا اور دنیا نے قیام امن کے سلسلے میں اسے سنگ میل قرار دیا۔ مملکت سعودی عرب نے اپنے اس اقدام کے ذریعہ یہ پیغام دیا کہ دنیا میں انسانیت کی خیر و فلاح، تعمیر و ترقی اور امن و شانتی کے کسی بھی قافلہ کی قیادت عصر حاضر میں اسلام کی حقیقی علمبردار مملکت سعودی عرب ہی کر سکتی ہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کے خلاف نادانوں نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ وہ راہ حق و ثواب پر گامزن نہیں ہیں۔ ان کی دعوت نعوذ باللہ کتاب و سنت اور مذاہب ائمہ اربعہ کے خلاف ہے۔ ان کی جماعت مسلمانوں کی تکفیر کرتی ہے اور ان کے نزدیک انبیاء کا احترام نہیں ہے، وہ شفاعت کے قائل نہیں ہیں، وہ اولیاء و صالحین کی تکریم نہیں کرتے، وہ قبر رسول کی زیارت

سے منع کرتے ہیں، انہوں نے نقل و خوریزی کا بازار گرم رکھا اور گنبد خضراء پر گولے برسائے وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے پروپیگنڈے کی صدائے بازگشت آج بھی سنائی دیتی ہے، گزشتہ دنوں سابق مرکزی وزیر اور معروف قانون داں کا بیان بھی اسی پروپیگنڈے کے زیر اثر تھا۔ حالانکہ ان کی دعوت سعادت انسانیت کی دعوت تھی۔ حقوق انسانی کے تحفظ کی دعوت تھی، صحیح اور خالص اسلام کی دعوت تھی۔ جس کا اعتراف اپنوں اور بیگانوں سب نے کیا ہے۔

ذیل میں بعض اکابرین امت اور دیگر دانشوروں کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں:

☆ **نواب صدیق حسن خان** جن کے شیخ محمد بن عبدالوہاب سے متعلق موقف کو بعض علماء سوء نے بدناما کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کی تحریروں کو کتر بیونت کر کے یہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ نواب صاحب شیخ الاسلام کے مخالف تھے۔ حالانکہ نواب صاحب نے اپنی تصانیف میں جا بجا ان کا دفاع کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

”بہت سے اہل علم شیخ محمد بن عبدالوہاب کے حالات سے ناواقف ہونے کی وجہ سے یا تعصب و نفسانیت کی بنا پر ان کی تکفیر و تہلیل کرتے ہیں حالانکہ قرآن و حدیث سے ان کے پاس شیخ کی تکفیر و تہلیل کی کوئی دلیل نہیں ہے۔“ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

”شیخ محمد بن عبدالوہاب در حقیقت شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم کے نقش قدم پر گامزن تھے۔ انہوں نے خلق خدا کو اتباع سنت کی راہ پر لگایا۔ امت کو اتباع کی دعوت دینا فی نفسہ امر محمود ہے۔“

☆ **علامہ عراق سید محمد شکر الوسی** شیخ کے والد کے علمی مقام اور مسلک کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

”ان کے برخلاف شیخ محمد بن عبدالوہاب اپنے والد کے مسلک پر گامزن نہیں تھے۔ وہ سنت کے شدید حامی اور مخالفین حق کے شدید خلاف تھے۔ حاصل کلام یہ کہ آپ ان علماء میں سے تھے جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ وہ لوگوں کو نماز اور اس کے احکام اور دیگر ارکان اسلام بتاتے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے عقیدہ توحید کی تلقین کی اور اس بات پر زور دیا کہ تمام عبادتیں اور دعا، قربانی، نذر، خوف، رجاء، خشیت، توکل اور انابت اللہ ہی کے لیے خاص ہونی چاہیے۔“

☆ **امیر شکیب ارسلان** لکھتے ہیں:

”انہوں نے دمشق میں تعلیم حاصل کی۔ بغداد اور بصرہ کا علمی سفر کیا اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن القیم اور ابن عروہ الحسنبلی و دیگر علماء حنابلہ کے اصول و تعلیمات سے واقفیت حاصل کی۔ اور اس فکر میں غطاں رہے کہ اسلام کو کس طرح اس کی پہلی صورت میں لوٹایا جائے۔ یہی وجہ کہ وہابی اپنے مذہب کو عقیدہ سلف کا نام دیتے ہیں۔“

☆ **شیخ عبد المتعال الصعیدی** اپنی کتاب ”المجد دون فی الاسلام“ میں لکھتے ہیں
 ”(تحصیل علم کے بعد) شیخ اس چیز کی دعوت دینے لگے جس کی دعوت آپ سے پہلے شیخ ابن تیمیہ نے دی تھی۔ یعنی اللہ
 واحد کی خالص عبادت، اصحاب قبور و قباب کی طرف میلان و جھکاؤ پر نکیر اور اولیاء و انبیاء سے وسیلہ طلب کرنے سے ممانعت“

☆ **شیخ رشید رضا** مصری فرماتے ہیں:
 ”کوئی بھی صدی جس میں بدعات کی کثرت ہو گئی ہو ایسے علماء ربانی سے خالی نہیں رہی ہے جنہوں نے دعوت و تعلیم
 اور مثالی کردار کے ذریعہ تجدید احیاء دین کا فریضہ انجام دیا۔ جب کہ حدیث میں وارد ہے۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب انہیں عدول
 اور مجددین میں سے تھے، جنہوں نے توحید خالص کی لوگوں کو دعوت دی“
 اور مخالفین کے حوالے سے کہا ”وہ لوگ دیہات کے بدو اور دور جاہلیت سے بھی بدتر ہیں یہ لوگ قتل و لوٹ کا بازار گرم
 رکھتے ہیں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے خون کو حلال سمجھتے ہیں اور طاغوت کو اپنا حاکم بناتے ہیں اور اسلام کے متفقہ امور کا انکار
 کرتے ہیں“

☆ معروف ادیب **طلحہ حسین** نے لکھا:
 ”میں کہتا ہوں کہ ان کا یہ جدید مذہب معنی قدیم ہے۔ معاصرین کی نسبت یہ جدید ہے لیکن حقیقت میں یہ قدیم ہے۔
 اس لیے کہ یہ تو بس خالص اسلام کی مضبوط دعوت ہے جو کہ شرک اور بت پرستی سے پاک ہے یہ دعوت تو اسلام کی دعوت ہے
 اسی اسلام کی جس کو نبی ﷺ لے کر آئے تھے“

☆ **علامہ زر کلی** اعلام میں لکھتے ہیں:
 ”ان کی دعوت تمام عالم اسلام میں جدید شعلہ بیداری تھی۔ اس سے ہندوستان، مصر، عراق، شام اور دیگر ممالک کے
 مصلحین متاثر ہوئے۔ چنانچہ بغداد میں آلوسی، افغانستان میں جمال الدین افغانی، مصر میں شیخ محمد عبده، شام میں جمال
 الدین قاسمی، تونس میں خیر الدین تونسلی، اور بھوپال میں نواب صدیق حسن خان ان کی دعوت کے اثر سے منصفہ شہود پر آئے“
 شیخ کے متعلق تو یہ مسلم علماء و دانشوران کی آراء تھیں اب چند مستشرقین کی آراء درج کی جاتی ہیں اس لیے کہ

والمليحة من شهدت لها ضراتها والحق ما شهدت به الأعداء
 جن ناگفتہ بہ حالات میں شیخ نے دعوت و اصلاح کا کام شروع کیا ان کا ذکر کرنے کے بعد اسٹیوارڈ امریکی لکھتا ہے:
 ”ان حالات میں جب کہ عالم اسلام ظلمت و تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا صحرائے جزیرہ سے ایک آواز بلند ہوئی جس نے
 مومنوں کو بیدار کر دیا۔ لوگوں کو اصلاح کی دعوت دی اور انہیں صحیح راہ اور صراط مستقیم پر گامزن کر دیا۔ یہ صد ام معروف مصلح شیخ محمد

بن عبد الوہاب کی تھی جنہوں نے وہابیت کی ایسی شمع فروزاں کی جس نے عالم اسلام کے سارے خطوں کو منور کر دیا۔

☆ معروف مستشرق **سیڈیو** لکھتا ہے:

”انہوں نے جس اصلاح کی شروعات کی تھی اس کا صرف اور صرف ہدف یہی تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی خالص شریعت کو عہد ماضی کی طرف لوٹایا جائے۔ انہوں نے قبور اولیاء کی تعظیم کے خلاف جدوجہد کی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ماننے والوں کے ذریعہ ان قبروں کو منہدم کر دیا۔ نیز انہوں نے ان بد اخلاقیوں اور شراب نوشی کے خلاف بھی جدوجہد کی جن کو ترکوں نے پھیلایا اور رواج دیا تھا“

☆ رئیس المستشرقین **گولڈ زیہر** لکھتا ہے:

”جب ہم سنی اسلام کا وہابی تحریک سے تعلق کے سلسلے میں غور کرنا چاہتے ہیں تو خاص طور پر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ جو شخص اسلامی واقعات و حوادث پر رائے قائم کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کے اوپر ضروری ہوگا کہ وہ وہابیوں کو اس دین کا حامی قرار دے جسے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام لائے تھے۔ درحقیقت وہابیت کی اصل اسلام کو پہلی حالت پر پہنچانا ہے۔“

☆ مستشرق **گب** لکھتا ہے:

”جزیرہ عرب کے اندر محمد بن عبد الوہاب نے درعیہ کے امراء آل سعود کے ساتھ حنبلی مسلک کے مطابق اس دعوت کو عملی جامہ پہنایا جس کی طرف چودھویں صدی میں شیخ ابن تیمیہ نے بلایا تھا۔“

☆ **انسائیكلو پیڈیا آف برطانیہ** میں ہے:

”وہابیت تطہیر اسلام کی تحریک ہے، وہابی صرف رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی اتباع کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ وہابیوں کے مخالفین صحیح اسلام کے دشمن ہیں۔“

☆ اور **فیلیپ حتی** لکھتا ہے:

”محمد بن عبد الوہاب اس فکر سے متاثر تھے کہ اسلام جس پرانے زمانے کے لوگ عمل پیرا ہیں وہ بہت سے امور میں عملی اور نظریاتی طور پر قرآن کے راستے سے منحرف ہو چکا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بذات خود ان آلائشوں کو دور کرنے کا ارادہ کیا۔“

حضرات!

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کے متعلق معاصر علماء و مستشرقین کی آراء کی روشنی میں شیخ کے عقیدہ، دعوت، منہج اور اصلاحی کارناموں کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے اور ان کی روشنی میں شیخ کے خلاف پروپیگنڈوں کی حقیقت سے واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کی دعوت اہل انصاف کی نظر میں

مولانا عبد الوہاب حجازی

استاد جامعہ سلفیہ، بنارس

سچ سچ پوچھئے تو شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ (۱۱۱۵ھ/۱۲۰۶ء-۱۷۰۳م/۱۷۹۲م) کی دعوت خالص اور ٹھیکہ
توحید کی دعوت ہے جو انہوں نے خاتم الانبیاء والرسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع میں اپنے دور میں لوگوں کے سامنے پیش
کی، رسول رحمۃ للعالمین نے اسی توحید کی دعوت سے بنو اسماعیل اور ان کے بنو اعمام سارے عربوں کو صد ہاتھوں کی پرستش اور
انتشار سے ایک بول یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر اکٹھا کر دیا تھا، اور یہی توحید آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے
بیٹوں موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام اور سارے ہی انبیاء و رسل کا مشن تھا، اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید اس کی شاہد عدل ہے، حضرت
محمد ﷺ کے انتقال کے بعد عرب کے مختلف علاقوں کے بعض بعض قبائل میں ارتداد کی جب لہر اٹھی اور بڑا طوفان بن گئی، تو
سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اسی توحید اور اتباع رسول کی آواز پر سارا جزیرہ عرب ایک ہو گیا، اور ایمان کی
ایسی باد بہاری چلی کہ دو روز دیک کی بے شمار قوموں نے دین توحید دین اسلام کو گلے سے لگا لیا، لیکن صدیاں گزرنے کے بعد
ہر کمالے راز وال کے مصداق توحید خالص اور اتباع رسول کی حرارت کیا نکلی کہ مسلمان اپنی اصل پہچان کھو بیٹھے ۔

نبھی عشق کی آگ اندھیر ہے

مسلمان نہیں را کھ کا ڈھیر ہے

کا منظر سارا عالم اسلام پیش کر رہا تھا، اور عرب خصوصاً شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کا علاقہ نجد تو جہالت اور شرک و توہم پرستی کی
سخت تاریکیوں میں غرق تھا، ایسے میں حالات کا سخت تقاضا تھا کہ توحید خالص اور اتباع رسول ﷺ کی نہایت پرسوز آواز اٹھتی
اور اسی پرانے بول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ارض مقدس جزیرہ العرب کو انتشار اور ذلت سے نکال کر ایک کرتی اور پھر عالم
اسلام کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلاتی، الحمد للہ وہ پرسوز و پر عزمیت آواز بلند ہوئی اور وہ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کی آواز تھی،

خالص توحید اور اتباع رسول کی آواز، شیخ الاسلام نے پچاس سال تک حق کی وصیت اور صبر کی وادیوں سے گذر کر جزیرۃ العرب کو ایک بول ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پراکٹھا کر دیا، دنیائے اسلام کا خاصا بڑا طبقہ اس آواز پر چونکا، اسے اجنبی گردانا، اسے ”نیاندہب“ ”ادعاء نبوت“ اور دنیائے سیاست کے کھلاڑیوں کی آواز میں آواز ملا کر ”وہابی تحریک“ کا نام دیا، حالانکہ یہ آواز ان میں سے کچھ بھی نہ تھی صرف اور صرف توحید خالص اور اتباع رسول کی دعوت تھی، یہ رویہ دراصل صدیوں کے تحلف اور انحطاط کا نتیجہ تھا، جس نے افکار، تصورات، عقائد اور اعمال میں بھانت بھانت کے رسم و رواج، عادات و تقالید اور فرسودہ علوم کی تہیں جمار کھی تھیں، بعد کی صدیوں میں اس رویہ میں بڑی لچک پیدا ہوئی اور بے شمار لوگ توحید خالص اور اتباع سنت کے علم بردار بنے اور یہ صدائے دل نواز یورپ اور امریکہ کے ملکوں میں بھی بڑے پیمانے پر پھیلی بلکہ کرۂ ارض کی کوئی قوم شاید ہی اس سے محروم رہی ہو، شیخ الاسلام کی دعوت کے وقت عالم اسلام کی حالت مختلف پہلوؤں سے کس درجہ خراب تھی، اس کا نقشہ ایک امریکی صاحب قلم لوتھر وپ اسٹاڈرڈ نے اپنی کتاب "The New World of Islam" جدید اسلامی دنیا میں اس طرح کھینچا ہے:

”عالم اسلام سخت ترین کمزوری میں مبتلا تھا اور زوال کی گہرائیوں میں گر چکا تھا، اخلاق و عادات کا فساد عام تھا، توحید خالص پر خرافات اور تصوف غالب آچکا تھا، مسجدیں نمازیوں سے ویران ہو چکی تھیں، علم کے دعویٰ دار جاہلوں اور درویشوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تھا، یہ لوگ گردنوں میں تعویذ گنڈے اور تسبیح لٹکا کر درگھوم کر لوگوں کو باطل اوہام و شبہات میں گرفتار کرتے تھے، اولیاء کی قبروں کے حج کی رغبت دلاتے اور ان سے شفاعت طلب کرنے کو مزین کرتے، چنانچہ عوام ان کے معتقد ہو کر ان قبر والوں کی پرستش کرنے لگے، قرآن کی تعلیمات لوگوں کے ذہن سے غائب ہو چکی تھیں، ہر جگہ شراب اور ایفون پی جانے لگی تھی، مقامات مقدسہ مکہ و مدینہ بد اعمالیوں کا مرکز بن گئے تھے، فریضہ حج بدعات کے سبب حقیر ہو کر رہ گیا تھا، گویا اسلام کی جان نکل چکی تھی، اگر محمد ﷺ اس دور میں دنیا میں آجاتے تو جس طرح مرتدین اور بت پرستوں پر لعنت کی جاتی ہے اپنے پیروں پر لعنت کرتے۔

دنیائے اسلام کے اس تیرہ و تار دور میں اچانک گہوارۃ اسلام جزیرہ عرب کے صحراء کے قلب سے ایک آواز گونجتی ہے جو مومنوں کو بیدار کر رہی تھی، انہیں صراط مستقیم کی طرف بلا رہی تھی، اس آواز کو بلند کرنے والے مشہور مصلح شیخ محمد بن عبدالوہاب تھے، اس داعی نے اہل اسلام کو اصلاح نفوس اور قدیم اسلامی شرف اور کھوئے ہوئے وقار کی بازیابی پر ابھارنا شروع کیا، صبح اصلاح کی کرنیں نمودار ہو گئیں، اور دنیائے اسلام میں بیداری کبریٰ کا آغاز ہو گیا۔“

(انگریزی سے عربی ترجمہ بنام ”حاضر العالم الاسلامی“ از عجاج نومہض، تعلیقات شکیب ارسلان، جزء اول،

فصل اول بعنوان ”اسلامی بیداری، ملخص از: محمد بن عبدالوہاب/ ترجمہ: مولانا صفی الرحمن مبارکپوری“
معروف مستشرق سیڈیو نے اپنی ایک کتاب جس کا ترجمہ عادل زعیر نے عربی میں ”تاریخ العرب العام“ کے نام سے کیا ہے، لکھا ہے کہ:

محمد بن عبدالوہاب جس اصلاح کے قائد کی حیثیت سے نمودار ہوئے اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ رسول کی شریعت خالصہ کو اس کے عہد سابق کی طرف پلٹا دیں، انہوں نے دائرہ محمدی ﷺ میں رہتے ہوئے اور اپنے کلام میں محمد بن عبداللہ ﷺ کا عظیم احترام کرتے ہوئے مسلمانوں کے اطوار و کردار کے خلاف جنگ کی، انہوں نے قبور اولیاء کی تقدیس کے خلاف معرکہ آرائی کی اور اپنے اعوان و انصار کو انہیں ڈھادی پر برا بھینٹہ کیا، اور خصوصی اہتمام سے جس چیز پر توجہ مبذول کی وہ قوم کے اندر روح جہاد کی بیداری تھی، آپ اسلام کی صحیح تعلیمات سے موافقت کی وجہ سے اپنے بنیادی اصولوں کے سلسلہ میں زبردست اثر رکھتے تھے، چنانچہ قبائل نجد تنہا تنہا اور جماعت جماعت آپ کے علم کے نیچے جمع ہو گئے اور محمد بن سعود کی قیادت میں ایک چھوٹا سا لشکر ترتیب دے لیا، پس محمد بن عبدالوہاب نے دین محمدی کو ایک نئی رونق بخش دی اور ان خرافات کے تار پود کھیر دیئے جو ایک زمانہ سے چلی آرہی تھیں، چنانچہ قرآن کو اس کی طرف منسوب کی جانے والی تمام آلودگیوں سے پاک و صاف کر کے جلوہ گر کر دیا، اور وہ نفوس جن پر ائمہ مسلمین کی طویل و غامض شرحیں چھائی ہوئی تھیں دیکھتے ہی دیکھتے چند عام فہم سادے اور واضح اصولوں کی طرف پلٹ آئے، اس طرح ابن عبدالوہاب کے اصلاحی منصوبوں کو بڑی اچھی مقبولیت حاصل ہوئی۔ (ملخص از: محمد بن عبدالوہاب)

معروف مصری ادیب ڈاکٹر طہ حسین کہتے ہیں:

جزیرۃ العرب میں عقلی اور ادبی زندگی سے بحث کرنے والے کے لئے ممکن نہیں کہ اس طاقت ور ترین تحریک سے صرف نظر کرے جو بارہویں صدی کے وسط میں اس جزیرہ کے اندر نمودار ہوئی، جس نے مشرق و مغرب کی جدید دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور اپنی اہمیت کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا اور جس نے جزیرے کے اندر زبردست اثرات پیدا کئے، یہ تحریک کچھ کمزور پڑ رہی تھی لیکن آج کل اس نے پھر طاقت حاصل کر لی ہے، اور اب یہ تنہا جزیرۃ العرب ہی میں ایک موثر طاقت نہیں ہے، بلکہ یورپین اقوام کے ساتھ جزیرۃ العرب کے تعلقات میں بھی اسے موثر حیثیت حاصل ہے، محمد بن عبدالوہاب کی یہ دعوت اسلام خالص کی طاقت و دعوت ہے، جو شرک و بت پرستی کے شائبوں سے پاک و صاف ہے، یہ اسلام کی دعوت ہے ٹھیک اس طرز پر جسے نبی ﷺ لے کر آئے تھے، خالص اللہ کے واسطے، اللہ اور لوگوں کے درمیان سے تمام وسائل

کو کاٹتے ہوئے، یہ عربی اسلام کا احیاء ہے، اور ان تمام آلودگیوں سے اس کی تطہیر ہے جو اسے جہالت اور غیر عرب کے ساتھ اختلاط کے نتیجہ میں جا لگی تھیں، حقیقت یہ ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نے اہل نجد کو عقیدہ و کردار کی اس جاہلیت سے روکا جس کی طرف وہ پلٹ کر جا چکے تھے، اگر ترک اور مصری اس مذہب سے نبرد آزمائی پر تل نہ گئے ہوتے اور خود اس کے علاقہ میں اس کے خلاف ایسی طاقتوں اور ایسے ہتھیاروں سے جنگ نہ چھیڑ دی ہوتی جس سے اہل بادیہ کو کبھی سابقہ نہ پڑا تھا تو اس بات کی کافی توقع تھی کہ یہ مذہب بارہویں اور تیرہویں صدی میں عرب کو ایک کلمہ پر متحد کر دیئے ہوتا، جس طرح ظہور اسلام نے پہلی صدی میں ان کا کلمہ ایک کر دیا تھا۔

لیکن اس مذہب کی جو چیز خصوصیت سے ہمیں اپنی طرف متوجہ کر رہی ہے، وہ ہے عقلی اور ادبی زندگی میں عربوں پر اس کا اثر، حقیقت ہے کہ یہ اثر مختلف پہلوؤں سے انتہائی زبردست اور عظیم ہے، اسی مذہب نے عربی خودی کو بیدار کیا، اور اس کے سامنے ایک ایسا عالی ترین مقصد پیش کیا جس کا وہ گرویدہ ہو گیا، اور اس کی راہ میں شمشیر و قلم اور نیزہ و سنان سے جہاد کیا، اور تمام مسلمانوں خصوصاً اہل عراق، اہل شام اور اہل مصر کی عنان توجہ جزیرۃ العرب کی جانب موڑ دی۔

(ملخص از: محمد بن عبدالوہاب)

ہندستانی علماء میں سے علامہ محمد بشیر سہسوانی مولف ”صیانتہ الانسان عن وسوسۃ دحلان“ اس دعوت کے متعلق فرماتے ہیں:

یہ بات ہر صاحب عقل کو جس نے لوگوں کی آزمائش کی ہو ان کے احوال کا علم حاصل کیا ہو معلوم ہے کہ اہل نجد جنہوں نے شیخ کی دعوت کی اتباع کی، اور جزیرۃ العرب کے وہ تمام دوسرے لوگ جنہوں نے اسے قبول کیا وہ انتہائی جہالت و گمراہی اور فقر و فاقہ میں مبتلا تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعوت سے شرک کے شعائر و مقامات مٹا دیئے، کفر و شرک کے اڈوں اور عبادت گاہوں کو ڈھ دیا، طاغوتوں اور ملحدوں کو روسیہ کیا، اور آپ کو جن دیہی اور شہری باشندوں پر غلبہ و تسلط حاصل ہوا ان پر وہ ہدایت و توحید لازم قرار دی جسے محمد رسول اللہ ﷺ لائے تھے، اور جن اہل جہالت و جفا نے انکار کیا اور اس میں متشکک و متردد ہوئے ان کی تکفیر کی، نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور منکرات و نشہ آور اشیاء کو چھوڑنے کا حکم دیا، دین میں بدعت اختراع کرنے سے منع کیا، اور دین کے اصولی و فروعی مسائل میں گذشتہ اسلاف کی اتباع کی ہدایت کی، یہاں تک کہ اللہ کا دین ظاہر و غالب ہو گیا، آپ کی دعوت سے شریعت و سنن کی شاہراہ واضح ہو گئی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا نظم قائم ہو گیا، شرعی حدود نافذ ہو گئیں، دینی تعزیرات جاری ہو گئیں، جہاد کا علم بلند ہو گیا اور اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لئے اہل شرک و اہل فساد سے رزم آرائی شروع

ہوگئی، یہاں تک کہ آپ کی دعوت پھیل گئی، اور اللہ کے واسطے، اس کی کتاب کے واسطے، عام مسلمانوں کے واسطے اور ان کے ائمہ کے واسطے موصوف کی خیر خواہی ثابت ہوگئی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ ٹوٹے ہوئے دلوں کو پھر جوڑ دیا، عداوتیں الفت سے بدل گئیں، اور اللہ کے فضل سے لوگ بھائی بھائی ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی برکت سے ایسی نصرت، عزت اور غلبہ عطا کیا جس کی کوئی نظیر ان صحرائی اور پہاڑی باشندوں میں نہیں پائی جاتی، اللہ نے ان کو احساء اور قطیف کی فتح عطا کی اور انہوں نے عمان سے عقبہ مصر تک اور یمن سے عراق و شام تک پورے عرب پر تسلط و اقتدار حاصل کر لیا، اور ان کے سامنے سارے عرب نے سراطاعت خم کر دیا، دین و دنیا کی طلب کے لئے دور دراز سے سوار یوں کے رخ نجد کی جانب کئے جانے لگے، اور نجد کو وہ عزت، نصرت اور اقبال و تنور حاصل ہوا جس پر وہ بجا طور سے فخر کرنے کا حق دار بن گیا۔

(ملخص از: محمد بن عبدالوہاب)

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی دعوت سے متعلق یہ چند غیر مسلم اور مسلم اہل علم و قلم کے تاثرات ہیں جن سے اس دعوت کی حقیقت اور اس کی پذیرائی و ہمہ گیری کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، اس پیغام حق پر دو صدیوں سے زائد کا عرصہ گزر رہا ہے، اس دوران یہ دعوت کچھ نشیب و فراز سے بھی گذری لیکن محمد بن نے اس سلفی دعوت کو برپا کرنے کے لئے دو صدی پیشتر جو تاریخی معاہدہ کیا تھا ان کے ابناء و اخفاء نے اس کی پاسداری کرتے ہوئے اس کی چنگاریاں ہمیشہ روشن رکھیں، اس دعوت کی راہ میں بے پناہ جانی و مالی قربانیاں پیش کیں، سر زمین مقدس شرک و فتنہ و فجور کی سیاہیوں سے آخر پاک ہو کر رہی اور توحید خالص اور اتباع سنت رسول کی فصل بہار خیمہ زن ہو کر رہی۔ اور اللہ نے آسمان و زمین سے امت مسلمہ اور عام انسانیت کے لئے برکتوں کے دہانے کھول دیئے، چودھویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی سے لے کر اب تک کا دور شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کا سنہرا دور ہے، اس عرصے میں ملک عبدالعزیز آل سعود اور ان کے ابناء اور شیخ الاسلام کی آل کی سیاسی، دینی، علمی و دعوتی قیادت میں سعودی عرب توحید خالص اور سنت رسول کی اتباع پر مبنی ایک ترقی یافتہ آئیڈیل اسٹیٹ بن گیا، جہاں سو فیصد لوگ تعلیم یافتہ اور موحدانہ عقیدہ کے حامل ہیں، اور ساتھ ہی دعوت دین کے مخلص اور پر جوش علم بردار بھی، لطف یہ کہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی اس دعوت کے دو اساسی نقطوں میں ذرہ برابر فرق نہیں آنے پایا ہے، یعنی عبادت کے نام پر ایک ذرہ بھی غیر اللہ کو نہیں دیا جاسکتا حتیٰ کہ اس عقیدہ کی توہین کا بھی پہلو کہیں نکلتا ہو اس کی سختی سے اصلاح کر دینے کا جوش و خروش آج بھی شباب پر ہے، دوسرا نقطہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی، سلف صالحین، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے فہم کی

پابندی کے ساتھ؁ موجودہ سعودی حکومت شیخ الاسلام کی دعوت کی انہیں دونوں بنیادوں پر نہایت سختی کے ساتھ قائم ہے؁ عصر حاضر کے حضارت و تمدن اور سائنس و ٹکنالوجی کے اس ترقی یافتہ دور میں اس اسلامی حکومت کا معیار کسی سے کم نہیں بلکہ متعدد پہلوؤں سے ممتاز ہے؁ ساتھ ہی موحدانہ اور داعیانہ اساس پر جو قوم اس نے تیار کی ہے وہ علم؁ عقل؁ تہذیب و تمدن؁ حسن اخلاق؁ انسانیت نوازی اور عفت و پاکیزگی میں بے شبہ دنیا کی ہر قوم سے بدرجہا ممتاز ہے؁ ہمیں یقین ہے کہ حکومت سعودیہ عربیہ اداام اللہ ظہانے نہایت زبردست منصوبہ بندی اور مخلصانہ جدوجہد کے ساتھ اپنے بے شمار حکومتی شعبوں؁ ملک میں جا بجا قائم عظیم الشان یونیورسٹیوں؁ کالجوں؁ بے شمار مکاتب؁ رفاہی اور ترقیاتی اداروں حتی کہ فوج اور سیکورٹی ایجنسیوں کو شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی اس دعوت کے ساتھ جس طرح آج مربوط کر رکھا ہے آئندہ بھی اس اساس پر قائم رہے گی؁ دنیائے انسانیت کو اس کی سخت ضرورت ہے؁ آج دنیا میں بد امنی اور قتل و خوں ریزی کا ناختم ہونے والا سیلاب اٹھ پڑا ہے؁ صبر اور حزم و تدبر سے ہی اسلامی دعوت اور اس کا قبول عام اس درد کا مداوا بن سکتا ہے؁ الحمد للہ موجودہ سعودی حکومت پوری دنیائے اسلام کے لئے خصوصاً اور دنیائے انسانیت کے لئے عموماً اسلامی تعلیم؁ اسلامی دعوت اور تعاون کی راہ میں اپنے امکانی وسائل و ذرائع سے بے پناہ جدوجہد اور صرفہ کر رہی ہے؁ اور اس کے خوش گوار نتائج سارے عالم میں واضح طور پر محسوس کئے جا رہے ہیں؁ دنیا میں شاید ہی کوئی قوم اور ملک ہو جسے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کی گونج سنائی نہ دی ہو اور اس کے فیض سے وہ محروم رہی ہو۔

یہ دعوت دراصل کوئی نئی چیز نہیں جیسا کہ آغاز تحریر میں ہم نے بتایا ہے؁ عالم اسلام میں اس کی بنیادوں کو تھامے ہوئے بے شمار علماء ربانی اور ان کے اصحاب ہر دور میں ملا کئے ہیں؁ ان کے قول و کردار اور ان کی تحریروں کی یکسانیت و حقانیت اس کی شاہد عدل ہے؁ لیکن ان بنیادوں پر دعوت کی مکمل عمارت کھڑی کر لے جانا حالات کی سازگاری اور اللہ تعالیٰ کی عنایات اور مصالح پر منحصر ہے؁ البتہ یہ ضرور ہے کہ محمدین کا اٹوٹ معاہدہ؁ دونوں کی آل کا صدیوں پر محیط اتحاد و دعوت اور بے مثال ولا زوال کارناموں کی حامل حکومت کا قیام عالم اسلام کے تمام ممالک؁ ان کے دعاۃ؁ علماء و عوام کے سامنے خالص توحید و اتباع سنت؁ اس راہ میں اخلاص و عزیمت؁ انتھک اور غیر منقطع جہد مسلسل اور عملی تجربات کی ایک روشن دنیا پیش کر دیتے ہیں؁ صبر اور قربانیوں کے صلہ میں یہ روشن دنیا کسی کے لئے ناممکن نہیں ہے؁ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور اس کا اثر

ڈاکٹر جاوید اعظم عبدالعظیم
سابق اسٹنٹ پروفیسر جامعۃ الملک فیصل دمام
ورکن مجلس منظمہ، جامعہ سلفیہ، بنارس

صدر مجلس، مہمان خصوصی، محترم مقالہ نگاران و معزز حاضرین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بڑی خوشی کی بات ہے کہ آج کے دن جامعہ سلفیہ بنارس نے ایک ایسی نشست کا اہتمام کیا ہے جس کی ہمارے معاشرے اور ماحول میں شدید ضرورت تھی، آج کی اس مجلس کا موضوع: ”وہابی تحریک، حقائق اور غلط فہمیاں“ ہے۔

حقیقت میں یہ عنوان بہت ہی جامع اور معنی خیز ہے، یہ اپنے دامن میں تعارف اور دفاع دونوں پہلوؤں کو سمیٹے ہوئے ہے۔ قبل اس کے کہ میں ان دونوں پہلوؤں کی جانب اشارہ کروں، میں بذات خود اور اراکین جامعہ کی طرف سے ان تمام حضرات کا جو اس سیمینار کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے شریک ہوئے اور اپنی بحوث و مقالات سے اس سیمینار کو مستفید فرمائیں گے، میں تہ دل سے ان حضرات کا شکر گزار ہوں اور بارگاہ رب العزت میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے علوم و فنون میں مزید ترقی عطا فرمائے اور ان حضرات کی مساعی حیدہ کو قبول فرمائے، اور مستقبل میں جامعہ کی طرف سے جو بھی پروگرام منعقدہ ہو اس میں شریک ہو کر اپنے بحوث و مقالات سے پروگرام کو کامیاب بنائیں، آمین۔

پہلا پہلو: شیخ محمد بن عبدالوہاب کی سیرت اور ان کی زندگی کے حالات کی جھلکیاں:

مشہور قول کے مطابق امام محترم محمد بن عبدالوہاب کی ولادت باسعادت ۱۱۱۵ھ میں ہوئی، قصبہ عیینہ میں اپنے والد سے تعلیم حاصل کی اور یہی قصبہ آپ کی جائے ولادت بھی ہے، یہ ریاض شہر کے شمال مغرب میں نجد میں واقع یمامہ کا ایک مشہور قصبہ ہے اور ریاض سے مغرب کی جانب تقریباً ستر کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے، یہیں سے آپ کی بہترین نشوونما ہوئی، بچپن ہی میں قرآن کریم حفظ کر لیا اور اپنے والد شیخ عبدالوہاب بن سلیمان سے دینی تعلیم حاصل کی، یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کے والد بزرگوار، ایک عظیم فقیہ، جید عالم، باکمال خطیب اور قصبہ عیینہ کے قاضی تھے، دین میں تفقہ اور بصیرت پیدا کرنے کے لئے آپ نے بڑی جدوجہد کی، سن رشد کو پہنچنے کے بعد بیت اللہ کا قصد کیا اور حرم شریف کے بعض علماء سے علم حاصل کیا، پھر مدینہ منورہ کا رخ کیا، اور وہاں کے علماء سے ملے، ایک مدت تک وہاں قیام کیا، مدینہ منورہ میں قیام کے دوران آپ نے وہاں کے دو مشہور محدث شیخ عبداللہ بن ابراہیم بن سیف نجدی اور شیخ محمد بن حیات سندھی سے علوم حدیث کی تحصیل کی، ان دونوں

حضرات کے علاوہ بھی بہت سارے علماء سے علوم و فنون میں استفادہ کیا، اور نجد واپس آئے اور دعوت و تبلیغ میں مشغول ہو گئے، آپ نے سرزمین نجد میں بہت ساری خرابیاں اور خرافات دیکھیں جن پر اشد درجہ تکبر کی، مثال کے طور پر چند خرابیوں کی طرف اشارہ کرتا چلوں، قبروں پر قبوں کی تعمیر، قبروں کو پختہ اور اونچی بنانا، گنڈا اور تعویذ، لوٹ مار، اخلاقی گراؤٹ، جنسی جرائم، ظلم و ستم وغیرہ غیرہ، ان سب برائیوں کو دیکھ کر آپ نے دل میں ان کے خاتمہ کا عزم محکم کر لیا، اور درحقیقت یہ خرابیاں اور برائیاں آپ کے ذریعہ سے ختم ہوئیں اور نجد کی سرزمین جو ان خرابیوں سے آباد تھی، وہ اسلام کے محاسن اور محامد سے معمور ہو گئی، پھر دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع ہو گیا اور پھیلتا چلا گیا، بانو ۷۰ سال کی عمر پر ۱۲۰۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

پھر اس کے بعد شیخ کی دعوت کا ہر طرف چرچا ہونے لگا اور اصلاحی و دعوتی کتابچے، مقالات، رسائل اور قیمتی کتابیں منظر عام پر آئیں، اس دعوت کا اثر صرف نجد ہی پر نہیں رہا، بلکہ پھیلتا گیا، یہاں تک کہ عرب و عجم میں عام ہو گیا۔

جن علماء، صلحاء و فضلاء نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور آپ کی تائید کی ان کے نام بہت زیادہ ہیں، مثال کے طور پر عصر حاضر میں جن لوگوں نے آپ کی دعوت کو پھیلایا، اور اس کی تائید کی ان میں ساحتہ الشیخ محمد بن ابراہیم مفتی الدیار السعودیہ، ساحتہ الشیخ عبدالعزیز بن باز، ساحتہ الشیخ عبداللہ بن حمید، ساحتہ الشیخ محمد بن صالح العثیمین اور محدث کبیر محقق عظیم علامہ ناصر الدین البانی ہیں۔ ہندوستان کے بہت سارے علماء نے بھی آپ کی دعوت کی حمایت اور تائید کی، ان میں سے شیخ بشیر سہوانی، شیخ محمد اسماعیل غزنوی، علامہ محمد یوسف السورتی، مولانا محمد ابراہیم جونا گڑھی، مناظر اسلام علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمہم اللہ تعالیٰ، جو جرائد، مجلات اور صحف میں آپ کی تحریک کی تائید اور دفاع کرتے رہے، مجلہ اہل حدیث امرتسر اور اخبار محمدی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

باتیں بہت زیادہ ہیں، ان ہی سطور پر اکتفا کرتے ہوئے دوسرے پہلو کی طرف آتا ہوں۔

آپ کے زمانے میں اور آپ کے گزرنے کے بعد حاسدین اور مخالفین کی ایک بہت بڑی جماعت نمودار ہوئی، ان دشمنوں کے دو گروپ تھے، ایک نے علم و دین کے نام پر آپ سے عداوت کی اور دوسرے گروہ نے سیاست کو ہدف بنا کر، جنہوں نے علانیہ شیخ سے اپنی عداوت ظاہر کی اور الزام تراشی کی کہ شیخ حق پر نہیں ہیں بلکہ وہ ایسے ویسے ہیں ان مخالفین میں بعض نے آپ پر اتنا بڑا الزام لگایا کہ شیخ خوارج میں سے ہیں، اور کبھی بعض علماء نے یہ تہمت لگائی کہ آپ سابق علماء و فقہاء کی پرواہ کئے بغیر اجماع کی خلاف ورزی کرتے ہیں، ان کے علاوہ بھی بہت سارے الزامات آپ پر لگائے گئے ہیں، یہاں تک کہ عصر حاضر میں کسی نے ان کو کھلم کھلا دہشت گرد قرار دے کر دنیا والوں کے دلوں میں آپ کے خلاف عداوت اور بغض و عناد کا بیج بونے کی کوشش کی، ان شاء اللہ ہم لوگ آج کے سیمینار میں ان تمام الزامات کا جو حاسدین کی طرف سے یا مخالفین کی طرف سے لگائے گئے ہیں، مفصل جواب سنیں گے، اور جن لوگوں نے آپ کے خلاف کچھ بھی کہا ہے وہ حقیقت میں اسلام کے اصول و ضوابط کے بالکل مخالف ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو نیک سمجھ دے اور شرک و بدعات سے محفوظ و مامون رکھے، و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔ ☆

دہشت گرد اور اہل حدیث

مولانا عزیز الرحمن سلفی

استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

دہشت گردی کے معنی ہیں روئے زمین پر بسنے والی مخلوقات کا سکھ اور چین، سکون اور اطمینان چھین لینا، اور اس جرم کے مرتکب کا نام دہشت گرد ہے۔

اہل حدیث کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے قانون پر عمل کرنا، ان دونوں کے علاوہ کسی تیسری چیز کو درمیان میں نہ داخل کرنا، اسی منہج پر عمل کرنے والے کا نام اہل حدیث ہے۔ یہی اسلام اور اس پر عمل کرنے والا مسلمان ہے۔ اسلام ”سلم“ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ”صلح و آشتی“ کے ہیں اسی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً (البقرة: ۲۰۸)** (اے ایمان والو! اسلام (صلح و آشتی) میں مکمل طور سے داخل ہو جاؤ۔) اسی طرف ذیل کی حدیث میں ہدایت کی گئی ہے۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں)۔
یہی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ مذہب ہے۔ اس کے علاوہ سارے طریقے محض غلط ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

”إِن الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ“ (آل عمران: ۱۹) بیشک اللہ کے نزدیک دین، اسلام ہے۔

”وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ“ (آل عمران: ۸۵) اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو وہ ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

”الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا“ (المائدة: ۳۱۵)
آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور اسلام کو تمہارے لئے دین کے طور پر پسند کر لیا۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”إِن خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَالَّةٌ“ (مسلم) بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور بدترین امر بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اپنے مشہور خطبہ میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتہم بہما کتاب اللہ و سنتی۔“ الحدیث (الحاکم؁ موطاً) میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان کو لازم پکڑے رہو گے؁ گمراہ ہرگز نہ ہو گے؁ اللہ کی کتاب اور میری سنت۔

”ترکتکم علی المحبة البیضاء لیلھا کنھارھا“ میں نے تم کو واضح شاہراہ پر چھوڑا ہے جس کی رات اس کے دن کی طرح روشن ہے۔

انہی دونوں کو اللہ تعالیٰ نے کتاب و حکمت سے تعبیر کیا ہے؛ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ رب العالمین سے جو دعا کی تھی اس کے الفاظ یہ ہیں:

”ربنا وابعث فیہم رسولا منهم یتلوا علیہم آیاتک و یعلمہم الکتاب والحکمة ویزکیہم إنک أنت العزیز الحکیم“ (البقرة / ۱۲۹) اے ہمارے رب! ان میں انہیں میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے؁ انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے؁ یقیناً تو غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

”كما أرسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم آیاتنا و یزکیکم و یعلمکم الکتاب والحکمة و یعلمکم مالم تکنوا تعلمون“ (البقرة / ۱۵۱) جس طرح ہم نے تم میں تمہیں میں سے رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت اور وہ چیزیں سکھاتا ہے جن سے تم بے علم تھے۔

سورۃ آل عمران میں ارشاد ہے:

”لقد من اللہ علی المؤمنین إذ بعث فیہم رسولا من أنفسهم یتلوا علیہم آیاتہ و یزکیہم و یعلمہم الکتاب والحکمة و إن كانوا من قبل لفی ضلال مبین“ (آل عمران / ۱۶۴) بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

سورۃ الجمعة میں ارشاد ہے:

”هو الذی بعث فی الأمیین رسولا منهم یتلوا علیہم آیاتہ و یزکیہم و یعلمہم الکتاب والحکمة و إن كانوا من قبل لفی ضلال مبین“ (الجمعة / ۲) وہی وہ ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے؁ یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

ان ساری آیتوں میں کتاب سے مراد ”کلام الہی“ اور حکمت سے مراد ”حدیث“ اور سنت و سیرت رسول ہے۔ سنت

اور حدیث کا نزول بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے مختلف اقسام وحی کے مطابق قلب رسول ﷺ پر ہوتا تھا۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں وضاحت فرمائی ہے:

”وما ينطق عن الهوى إن هو إلا وحى يوحى“ (النجم / ۳-۴) اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں، وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اسی چیز کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”ألا و إنى أوتيت القرآن ومثله معه“ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) مجھے قرآن اور اس کے ساتھ اس کے مانند چیز عطا کی گئی۔

انہی دونوں چیزوں کی اتباع کو اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم سے تعبیر کیا ہے:

”و أن هذا صراطى مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله ذلكم وصاكم به لعلكم تتقون“ (الأنعام / ۱۵۳) اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے، سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس کام کا اللہ نے تاکید کی حکم دیا ہے، تاکہ تم پر ہیزگاری اختیار کرو۔

انہی دونوں چیزوں پر عمل کرنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم فإن تنازعتم فى شىء فردوه إلى الله والرسول إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ذلك خير وأحسن تأويلا“ (النساء: ۵۹) اے ایمان والو! فرماں برداری کرو اللہ کی اور فرماں برداری کرو رسول کی اور تم میں اختیار والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹنا اللہ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

جہاں تک قتل و خون ریزی اور فساد فی الارض کا تعلق ہے تو قرآن و حدیث میں اس کی ممانعت کے لئے بہت واضح نصوص موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے بڑی سختی کے ساتھ اس سے روکا ہے۔ اور اس کے مرتکب کو دنیا و آخرت میں سخت سزا کی وعید سنائی ہے۔ کتاب و سنت کے احکام کی خلاف ورزی پر ارشاد خداوندی ہے:

”ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نؤله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا“ (النساء: ۱۱۵) اور جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے پھر رسول کے خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہوا اور دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔

قتل نفس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قَتَلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيهِ سُلْطَانًا فَلَا يَسْرِفُ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا“۔ (الاسراء: ۳۳) اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ہرگز قتل نہ کرنا اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں مار ڈالا جائے ہم نے اس کے وارث کو طاقت دے رکھی ہے، پس اسے چاہئے کہ مار ڈالنے میں زیادتی نہ کرے، بیشک وہ مدد کیا گیا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

”وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِدًا فَجَزَاءُ هَٰ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعْنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا“ (النساء: ۹۳) اور جو کوئی کسی مومن کو قصد قتل کر ڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔
مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا، يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا“ (الفرقان: ۶۸-۷۰) اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ نے منع کر دیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے، اور نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لا دے گا، اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب دیا جائے گا، اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ اسی میں رہے گا سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کر لے اور نیک عمل کریں۔

جولوگ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے فساد فی الارض کے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دنیا ہی میں سخت سزا متعین فرمائی ہے اور اگر وہ بغیر توبہ کئے مر گئے تو آخرت میں شدید عذاب سے دوچار ہوں گے:-

”إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خَلْفٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ - إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدُرُوا عَلَيْهِمْ“ (المائدة: ۳۳) جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں، یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں، یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت اور خواری اور آخرت میں ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے، ہاں جولوگ اس سے پہلے توبہ کر لیں کہ تم ان پر قابو پاؤ۔

انسان کا خون صرف تین جرموں کے ارتکاب سے حلال ہوتا ہے:

(۱) ناحق کسی شخص کو قتل کرنا (۲) شادی کے بعد زنا کے جرم کا ارتکاب (۳) دین اسلام اور اس کے ماننے والوں کی جماعت کو چھوڑ دینا یعنی مرتد ہو جانا (متفق علیہ)
قتل کا جرم اتنا عظیم جرم ہے گویا وہ ساری انسانیت کا قتل ہے:

”من قتل نفسا بغير نفس أو فساد في الأرض فكأنما قتل الناس جميعا و من أحيها فكأنما أحيانا الناس جميعا“ (المائدة / ۳۲) جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے، اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔
اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے مشہور خطبہ حجة الوداع میں اس کی حرمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”إن دماءكم و أموالكم و أعراضكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا في بلدكم هذا في شهركم هذا وستلقون ربكم فيسألكم عن أعمالكم ألا فلا ترجعوا بعدي كفاراً يضرب بعضكم رقاب بعض“۔ (بخاری، مسلم) تمہارا خون، تمہارے مال اور تمہاری آبرو تم میں سے ایک دوسرے کے لئے اس دن، اس شہر اور اس ماہ کے مانند حرام ہے اور تم قریب اپنے رب سے ملاقات کرو گے پس وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا، میرے بعد تم کفر کی روش کی طرف مت لوٹ جاؤ کہ ایک دوسرے کی گردن مارے۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

”المسلم أخو المسلم لا يخنونه ولا يكذب به ولا يخذله، كل المسلم على المسلم حرام عرضه وماله و دمه“ (مسلم، ترمذی) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اس کے ساتھ خیانت کرتا ہے، نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ مدد کو چھوڑتا ہے ہر مسلمان کا خون، عزت اور مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

یہی اسلامی اصول اہل حدیث کے اصول ہیں، اس لئے کہ اہل حدیث نام ہے اس شخص اور جماعت کا جو کتاب و سنت کے قوانین کی پابند رہے۔ ان دونوں کے علاوہ اہل حدیث کی کوئی قانونی کتاب نہیں۔

ان قوانین میں یہ دیکھا اور سمجھا جاسکتا ہے کہ ”فساد فی الأرض“ کے جتنے ذرائع ہیں ان کا کس قدر سد باب کیا گیا ہے، ان سے انحراف کرنے والا اور ان قوانین کا نہ ماننے والا اہل حدیث ہو ہی نہیں سکتا۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن پس حدیث مصطفیٰ بر جاں مسلم داشتن

جہاں تک قصاص اور انتقام کی بات ہے جو قرآن کریم میں بھی مذکور ہے:

”يا أيها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص في القتلى“ (البقرة: ۱۷۸) ایمان والو تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔

اور ”ولکم فی القصاص حیاة یا اولی الألباب لعلکم تتقون“ (البقرة: ۱۹۷) غفلتمندو! قصاص میں

تمہارے لئے زندگی ہے، اس باعث تم قتل ناحق سے روکے۔

تو یہ واضح ہونا چاہئے کہ اس کا حق اسلام نے کسی شخص کو انفرادی طور پر نہیں دیا ہے، بلکہ اس کی تنفیذ کا حق عدلیہ اور حکومت کا ہے، اس کے ثبوت میں بہت ساری احادیث میں مذکور واقعات موجود ہیں۔

اسلام نے تو یہاں تک تنبیہ کی ہے کہ اگر کسی قوم سے محاربہ کی نوبت آجائے تو پہلے اپنی دعوت اور مطالبات پیش کرو۔ اگر جنگ ناگزیر ہو تو بچوں، عورتوں، جنگ میں شرکت نہ کرنے والوں، عمر دراز بزرگوں اور معبد میں مقیم پجاریوں سے چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے۔ ان کو اور ان کی عبادت گاہوں کو ذرا بھی نقصان نہ پہونچایا جائے۔

ان سب قوانین سے الگ ہو کر اگر اپنے وطن کی تاریخ دیکھی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس وطن پر انگریزوں کی غلامی کا احساس سب سے پہلے اسی جماعت کو ہوا، اور ان ہی کے اسلاف نے انگریزوں سے سب سے پہلے ملک کی آزادی کے لئے مبارزہ آرائی کی۔ سراج الدولہ اور سلطان ٹیپو کی جنگ تو ان کی اپنی ریاست کی حفاظت کی خاطر زیادہ تھی۔ اگرچہ پورے ہندوستان کی غلامی کی فکر ان کو بھی تھی۔ مگر ان فقیروں کے پاس نہ کوئی ریاست تھی اور نہ حکومت و دارائی کا شوق و جذبہ، ہاں البتہ نظام عدل کے قیام کی کوشش اور منصوبہ ضرورت تھا، ان کی جنگ آزادی تقریباً سو صدی تک چلتی رہی۔ یعنی دوسروں کے جہاد آزادی میں شرکت سے تقریباً اسی پچاس سال پیشتر انہوں نے وطن کی غلامی محسوس کر لی تھی، اور اس کی آزادی کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی، اس جماعت کے میر کارواں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور سرخیل و سپہ سالار اعظم شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے مقتولین علماء میں زیادہ تعداد اسی جماعت کے افراد کی تھی۔ بعد میں انہی کے بچے کچھ لوگوں کو جیل کی سلاخوں میں بند کیا گیا، اور کالا پانی نیز سولی کی سزائیں دی گئیں۔ پھر بھی ان کا جہاد آزادی وطن کے آزاد ہونے تک چلتا رہا۔

انگریزوں کی حکومت میں بھی انہیں وہابی کہہ کر دارورسن کی سزا دی جاتی رہی، اور آج بھی ان کو وہابیت کی طرف منسوب کر کے بعض لوگ ان کا تعلق دہشت گردی سے جوڑتے ہیں۔ اگرچہ آج ہر طرف سے یہ آواز اٹھنے لگی ہے کہ ”دہشت گرد کا کوئی مذہب نہیں ہوتا“ اور ”دہشت گردی کو کسی مذہب سے جوڑ کر نہیں دیکھنا چاہئے۔“ پھر بھی بعض اہم شخصیات کی طرف سے اس جماعت اور اس کے افراد پر ”دہشت گردی“ کی تہمت لگادی جاتی ہے۔ ہم بہ بانگ دہل یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم دہشت گرد نہیں، ہم امن پسند اور سب کے لئے امن و عافیت اور چین و سکون کے خواہاں ہیں۔ ہم ان سارے لوگوں سے براءت اور علیحدگی کا اظہار کرتے ہیں جو اس عمل میں ملوث ہیں، اور معصومین کے خون کی ہولی کھیلتے ہیں۔ ہوٹلوں، بازاروں، آفسوں حتیٰ کہ مساجد کی حرمت بھی پائمال کرتے ہیں۔ ہماری نظر میں کیا؟ قرآن و سنت کی نظر میں بھی نہ وہ اہل حدیث ہیں نہ ہی مسلمان۔

جرم تو کوئی کرے نام ہو کس کا بدنام ہائے یہ آپ کا غمزہ ہے، یہ انداز، یہ ناز

وہابی تحریک: حقائق و مضمرات

رفیق احمد رئیس سلفی/علی گڑھ

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمہ اللہ کی دعوت توحید اور کارہائے اصلاح و تجدید جسے دنیا کے تمام اسلام دشمن عناصر اور ظلمت پسند افراد وہابی تحریک کا نام دیتے ہیں، اب اپنے اثرات اور نتائج کے اعتبار سے عالم انسانیت کے لیے رحمت بن چکی ہے۔ اس دعوت کی بنیاد پر قائم اسلامی حکومت نے بین الاقوامی سطح پر جن زریں اصولوں اور انسانیت دوستی کا پیغام پیش کیا ہے، اس کی مثال کسی دوسرے ملک میں نہیں ملتی۔ اپنے ملک میں امن و امان اور اپنی رعایا کے حقوق کی حفاظت اور ناگہداشت میں اس نے جو کوششیں کی ہیں، اس کا اعتراف صرف اپنوں ہی کو نہیں غیروں کو بھی ہے۔ اسلام کے سیاسی نظریات کی تعبیریں جو حضرات ڈکٹیٹر شپ اور مغربی جمہوریت میں تلاش کرتے ہیں، وہ یا تو زمینی حقیقتوں سے واقف نہیں ہیں یا ان کا تاریخی مطالعہ ناقص اور کمزور ہے۔ ایک طویل عرصے تک دنیا ڈکٹیٹر شپ کے شکنجے میں رہ چکی ہے جہاں بادشاہ سلامت کی ہر خواہش اور ان کا ہر حکم قانون کا درجہ رکھتا تھا۔ ملک کے کسی شہری کی جان، مال اور عزت و آبرو کی قیمت ایک تنکے سے زیادہ نہیں تھی۔ مغربی جمہوریت کے تجربات بھی ہمارے سامنے ہیں، جس میں جھوٹ اور منافقت کے بغیر ایک قدم چلنا بھی دشوار ہے۔ قصیدہ خوانی سے نہ حقائق تبدیل کیے جاسکتے ہیں اور نہ واقعات کو جھٹلایا جاسکتا ہے۔ گزشتہ نصف صدی کی عالمی سیاسیات پر جن کی نظر ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کس طرح انسانی حقوق کی دہائی دینے والوں نے آسمان سے آتشیں اسلحے برسائے ہیں اور زمین پر کھانے کے پیکٹ تقسیم کیے ہیں۔ کمزور ملکوں کے وسائل پر قبضے کیے ہیں اور عالمی بینکوں سے ازراہ ہمدردی قرضے دے کر ان کو دہرے عذاب میں مبتلا کیا ہے۔ ظلم و فساد قلبی کا یہ خونی کھیل ہنوز جاری ہے اور دیکھئے کب تک جاری رہتا ہے۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا کمال ہے کہ مغربی جمہوریت کی اس بھیا تک تصویر کو خوش نما بنا بنا کر ہر روز دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے اور آخر کیوں نہیں کرے گی وہ بھی تو اسی طرز سیاست کی زرخید ہے، اسے بھی تو دانہ پانی یہیں سے فراہم ہوتا ہے۔

ان حالات میں اس اسلام کی نمائندگی کرنے والوں کو کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے جس کی نظر میں دنیا کے تمام انسان برابر ہیں، جو سب کو ایک خدا سے جوڑنا چاہتا ہے، جس کی نظر میں شاہ و گدا یکساں ہیں اور جس کی فطری اور آفاقی تعلیمات موجب راحت و سعادت ہیں۔ اس اسلام کو کیسے گوارا کیا جاسکتا ہے جو عدل و انصاف کی بات کرتا ہے، جو مظلوم کی دادرسی کے لیے اپنی تمام طاقت لگانے کو ہمہ وقت تیار رکھنے کا حکم دیتا ہے، جو ہر شخص کی ملکیت کو تسلیم کرتا اور اس کا احترام کرتا ہے، جس کی انتظامی مشینری اپنے ہر کام کے لیے جواب دہ ہوتی ہے، جو ملک کے وسائل کو رعایا کی مشترکہ دولت سمجھتا ہے۔

مغرب اپنی تمام تر ترقیوں کے باوجود اپنے افکار و نظریات سے دنیا کو مطمئن کرنے میں ناکام ہے، اس کا اپنا گھر ٹوٹ رہا ہے، معاشرتی زندگی تباہ ہو رہی ہے، عورتوں کی آزادی کے نام پر اس نے اس کی عصمت کو تار تار کر رکھا ہے۔ آج وہ گھروں سے نکل کر بازار میں خود کو غیر محفوظ سمجھ رہی ہے، اسے قلبی اور روحانی سکون حاصل نہیں ہے، وہ اسلام کے معاشرتی نظام اور اس کی ثمرات و برکات کے نمونے دیکھ کر ایک آہ بھرتی ہے اور پھر ہر طرف سے مایوس ہو کر اسلام کے دامن میں پناہ لینے کو بے تاب دکھائی دے رہی ہے۔ دنیا کے دیگر نظامہائے فکر و عمل کی بھی یہی صورت حال ہے۔ ایسے میں ان کو اس کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا کہ اسلام کو بدنام کیا جائے، اس کے صحیح نمائندوں کو قدامت پرستی کا طعنہ دیا جائے اور انھیں دہشت گرد بتا کر ان کے قریب جانے سے دنیا کو روکا جائے۔

مغرب کی دیرینہ روایت یہی رہی ہے کہ وہ مسلمانوں کے مختلف گروہوں کو برسرِ پیکار رکھتا ہے اور انھیں کوآلہ کار بنا کر اپنے مقاصد حاصل کرتا ہے۔ اسے شرک و بدعت میں گرفتار نام نہاد مسلمانوں سے کوئی پریشانی نہیں ہے کیوں کہ ایسے مسلمانوں نے دین و شریعت کے نام سے اتنی چیزیں ایجاد کر لی ہیں کہ اسی میں شب و روز الجھے رہتے ہیں، ان کو اس بات کی چنداں فکر نہیں ہے کہ اسلام کیا ہے اور اس کے تقاضے کیا ہیں۔ اسی طرح تصوف کے علم برداروں نے محبت، خدمت خلق، انسانیت دوستی، ذکر و فکر اور اذوق و وظائف کی جو محفل سجائی ہے اور جس میں وہ خود مست ہیں اور اپنے عقیدت مندوں کو مست رکھے ہوئے ہیں، اس سے بھی مغرب کو کوئی پریشانی نہیں ہے بلکہ وہ اس کو بڑھاوا دینے میں رات دن مصروف ہے۔ اسی لیے اقبال نے بہت پہلے کہا تھا:

خیر اسی میں ہے قیامت تک رہے مومن غلام
چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہان بے ثبات
مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں اسے
پختہ تر کردو مزاج خانقاہی میں اسے

مسلمانوں میں تجدد پسندوں سے بھی اس کی یاری ہے، کیوں کہ وہ بنیادی طور پر اس کے اس فکر کو تسلیم کرتے ہیں کہ دور

جدید انسان کے سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی ترجیحات کو بدلنے کا تقاضا کرتا ہے، اسلامی نظام بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے لہذا اس پر بھی نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اسلامی نظام جس دور میں ترتیب پایا تھا اس میں انسان کی ذہنی سطح بہت پست تھی، اس کی ضروریات محدود تھیں، اب حالات بدل چکے ہیں اس لیے اسلام کا نیا ایڈیشن تیار ہونا چاہئے۔ عالم اسلام میں تجدد کی یہ لہر کافی عرصے سے چل رہی ہے اور کتنے مسلم دانش ور اس مغالطے کا شکار ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ ہمارے اس طبقے کو بھی اس اسلام سے چڑ ہے جو عہد رسالت میں تھا، اسی لیے اس نے دین کے مخلص علما کے لیے ملا، ملائیت اور کٹھ ملا کے الفاظ ایجاد کیے اور خاصی کثرت سے ان کا ہر سطح پر استعمال کیا اور آج بھی بعض مسلم دانش وروں کی کوئی مجلس علما پر چھینٹا کشتی کے بغیر مکمل نہیں ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ کی دعوت چونکہ خالص کتاب و سنت کی دعوت ہے، وہ انسان کے تمام مسائل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں حل کرنے کی بات کرتی ہے، وہ عقیدہ توحید میں کوئی آمیزش قبول کرنے کے لیے تیار نہیں، وہ مسلمانوں کی زندگی کو شرک و بدعت کے تمام مظاہر سے پاک دیکھنا چاہتی ہے، وہ اسلام کو زندگی کے تمام شعبوں میں حکمراں دیکھنا چاہتی ہے اس لیے اس کی مخالفت ہر چہار جانب سے روز اول سے ہو رہی ہے اور شاید حق و باطل کی یہ جنگ قیامت تک جاری رہے۔ اگر حقیقت یہ نہ ہوتی تو تصویر واضح ہونے کے بعد صورت حال بدل جاتی اور غلط فہمیاں دور ہو جاتیں۔ شیخ الاسلام کی دعوت کے آغاز ہی سے الزامات عائد کرنے کا سلسلہ شروع ہوا اور اس کی تردید بھی مختلف سطح پر کی جاتی رہی۔ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ اس سلسلے میں ہزاروں مقالات لکھے گئے، سیکڑوں کتابیں لکھی گئیں، دنیا کی تمام زندہ زبانوں میں یہ کام ہوا لیکن طوفان ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ دنیا لا علم ہے، مغرب کو اس کی حقیقت کا علم نہیں ہے، پڑھے لکھے مسلمان اس سے ناواقف ہیں بلکہ جانتے بوجھتے ایک حقیقت کا انکار کیا جا رہا ہے۔

ہندوستان کے ایک معتبر عالم دین سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے ۱۹۲۴ء میں سلاطین نجد کا مذہب کے عنوان سے ایک مفصل مقالہ لکھا تھا جس میں انھوں نے تحریک اور اس کے بانی کا تعارف کرایا تھا، میں سید صاحب کی اس تحریر کے چند اقتباسات آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا، اس سے مخالفین کے اختلاف کی حقیقت بھی سامنے آجائے گی۔ سید صاحب لکھتے ہیں:

”محمد بن عبدالوہاب نجدی کا نام، مذہبی وجہ سے زیادہ، سیاسی اسباب سے کم اسلامی قوموں میں بدنام رہا۔ یہ شخص حنبلی مذہب کا ایک عالم، نجد کا رہنے والا اور مدینہ منورہ کا ایک طالب علم تھا، ۱۷۰۳ھ میں پیدا ہوا اور ۱۷۹۱ھ میں وفات پائی۔ حجاز ہمیشہ مصر کے ماتحت رہا۔ مصر کے ترکی، چرکسی، کردی اور غلام بادشاہوں کے رسوم و رواجات اور اثرات سے بدترین قسم کے بدعات میں مبتلا ہو گیا تھا اور بوجہ اسلام کی مرکزیت عامہ کے جو بلا یہاں پیدا ہوتی ہے وہ چند ہی سالوں کے بعد تمام

دنیاے اسلام کو لپٹ جاتی ہے۔ سب سے پہلی ضرورت یہ تھی کہ اس خطہ اقدس کو آلائشوں سے پاک اور آمیزشوں سے مبرا کیا جائے۔ محمد بن عبدالوہاب نے جو دعوت شروع کی اس کی دفعات صرف یہ ہیں:

- ۱۔ خدا کی تمام صفات صرف اسی کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔
- ۲۔ خدا کی ذات و صفات کے متعلق قرآن و حدیث صحیح میں جو نصوص ہیں ان پر تاویل کے بغیر اسی طرح ایمان لانا چاہیے جس طرح ان کے الفاظ اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے ظاہر کرتے ہیں، ان کی حقیقت طلبی کے ہم درپے نہ ہوں۔
- ۳۔ تمام پیغمبر بشر ہیں اور صفات ربانی سے خالی ہیں۔
- ۴۔ اولیائے الہی ایسی تعظیم اور ان کے متعلق ایسی عقیدت نہ رکھنی چاہئے جو صرف پیغمبروں کے لیے یا خاص خدا کے لیے مخصوص ہیں۔

- ۵۔ مقابر اور مزارات کی ایسی تعظیم نہ کی جائے جو بت پرستانہ ہو۔
- ۶۔ ان چیزوں کو جو خدا کی قدرت میں ہیں، غیر خدا سے نہ طلب کیا جائے اور نہ مردوں سے دعائے استعانت مانگی جائے۔

۷۔ قبروں پر قبے، گنبد وغیرہ عمارتیں یا پختہ چبوترے نہ بنوائے جائیں کہ آل حضرت ﷺ نے ان سے منع فرمایا ہے اور ان کے ذریعہ سے قبر پرستی پیدا ہوتی ہے۔

غرض یہ اور اسی قسم کے چند امور ہیں جن کی دعوت و تبلیغ میں اس حنبلی عالم نے اپنی عمر صرف کی۔ اس کی دعوت و تبلیغ پر لبیک کہنے والوں میں نجد کے ایک مقام درعیہ کے ایک شیخ قبیلہ محمد بن سعود تھے اور جن کی نسبت سے ابن سعود کا یہ خاندان پیدا ہوا ہے۔ ابن سعود کے علم کے نیچے نجد کے تمام قبائل جمع ہو گئے اور ترکوں، انگریزوں اور شریف مکہ تینوں کے لیے یہ خطرہ عظیم بن گئے۔ ترکوں کے لیے اس طرح کہ یہ عراق پر حملہ آور ہوئے اور انگریزوں کے لیے یوں کہ انھوں نے بحر عرب اور خلیج فارس کے سواحل اور شہروں پر جو انگریزوں کی فوجی اور تجارتی ضرورتوں کے لیے مفید تھے، قبضہ کر لیا اور شریف مکہ کے مقابلے میں تو انھوں نے اس لیے کہ حرمین محترمین کو اپنے قبضے میں لاسکیں، خونریز حملہ کیا اور کامیابیاں حاصل کیں۔ ترکی کی طرف سے مصر کے خدیو محمد علی پاشا اس ہنگامہ کو فرو کرنے کے لیے نامزد ہوئے۔ خدیو محمد علی پاشا کی فوج کے ساتھ ساتھ انگریز اور فرانسیسی افسران فوج اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے متعدد افسر شامل ہو گئے اور اس طرح نجدی وہابیوں کی سیاسی اور فوجی قوت کا قلع قمع کیا گیا ہے اور یہی وہ اسباب ہیں جن کی بنا پر وہابیوں کو ہندوستان، مصر، اور ترکی میں ہر طرح بدنام کرنے کے لیے پوز پر پروپیگنڈا کیا گیا۔ ہندوستان میں اسی کے کچھ عرصہ کے بعد مولانا شاہ اسماعیل شہید کی سپہ سالاری میں مجاہدین کی فوج قائم ہوئی جس نے سکھوں سے جنگ کی چونکہ مولانا شہید کی دعوت بھی اسی قسم کی تھی اور وہی جذبات کام کر رہے تھے اس لیے انگریزوں کو خاص

طور سے وہابیوں کو بدنام اور رسوا کرنے کی حاجت تھی چنانچہ آپ کو معلوم ہے کہ عذر کے بعد ہندوستان میں وہابی اور باغی دونوں برابر کے لفظ تھے۔

اللہ اکبر! کیا انقلاب عظیم ہے کہ وہی وہابی جن کے خلاف کل ترک سربکف، مصری لشکر آرا، عرب ہنگامہ خیز اور انگریز اپنے جال بچھا رہے تھے۔ آج ترک ان کی فتح کے لیے دعا خواں، عرب مسرور، ہندوستان تہریک و تہنیت کے غلغلوں سے پر شور اور انگریز نا طرف داری کے ساتھ ان کے خلاف لب کشائی سے پرہیز کر رہے ہیں۔

کل تک نجد اور اس کا سلطان ایک گننام لفظ تھے مگر ان دو مہینوں کے کارناموں نے اس کے نام کو مشرق سے مغرب اور یورپ سے ایشیا تک بچہ بچہ کی زبان پر کر دیا لیکن اس شہرت کے باوجود اس سلطنت کی تاریخ اور اس کے سوانح اب تک نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔

اسلامی ہندوستان کی نئی پودھ جو یونان و روم کے مردہ ناموں کو رٹے رٹے تھک گئی ہے اور جس کو نئے اور پرانے یورپ کی تاریخ کا حرف یاد ہو، کیا اس کے لیے یہ شرم کا باعث نہیں کہ وہ اس اسلامی سلطنت کے واقعات سے قطعاً نا آشنا ہو۔

اس کے بعد سید صاحب نے ۱۹ اسلامی نجد کے مختصر احوال لکھے ہیں جن کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ محمد بن سعود
- ۲۔ عبدالعزیز بن محمد بن سعود
- ۳۔ سعود بن عبدالعزیز
- ۴۔ عبداللہ بن سعود
- ۵۔ مشاری بن سعود
- ۶۔ ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود
- ۷۔ مشاری بن عبدالرحمن
- ۸۔ فیصل بن ترکی
- ۹۔ خالد بن سعود
- ۱۰۔ عبداللہ بن شہینان
- ۱۱۔ فیصل بن ترکی
- ۱۲۔ عبداللہ بن فیصل بن ترکی
- ۱۳۔ سعود بن فیصل بن ترکی
- ۱۴۔ عبداللہ بن فیصل بن ترکی
- ۱۵۔ محمد بن سعود
- ۱۶۔ عبدالرحمن بن سعود
- ۱۷۔ عبداللہ بن فیصل
- ۱۸۔ محمد بن فیصل
- ۱۹۔ عبدالعزیز بن عبدالرحمن بن فیصل۔ (ماہنامہ معارف اعظم گڑھ نومبر ۱۹۲۴ء، جلد ۱۴، شمارہ ۵، ص ۳۲۹-۳۳۸)

ڈاکٹر قیام الدین احمد کی مشہور کتاب ”وہابی موومنٹ ان انڈیا“ کے مترجم پروفیسر محمد عظیم آبادی لکھتے ہیں:

”وہابیان نجد سے انگریزوں کی عداوت کی وجہ یہ تھی کہ وہابیوں کی آویزش صرف ترکوں سے نہیں ہوئی، خلیج فارس میں وہابیوں کی مدافعت سرگرمی سے انگریزوں کے نوآبادیاتی مفاد اور جوع الارضی سے تصادم ہوا اور خونریز جھڑپیں ہوئیں۔ اسی لیے وہ وہابیوں سے سخت عناد رکھتے تھے اور مزید جھڑپوں کا اندیشہ رہتا تھا۔ انگریزوں نے اپنی فطری عیارانہ حکمت عملی سے مجاہدین کو مسلمانان ہندوستان میں مبعوض و مردود کرنے کا یہ زبردست حربہ استعمال کیا کہ ان کو ”وہابی“ بنا دیا۔ یہ انگریزوں کا پرانہ آزمودہ حربہ تھا جسے علمائے سوء کے ہاتھوں میں دے کر دور سے ہی اپنا کام نکالتے تھے۔ علمائے سوء کی کمی نہ تھی۔ یہ ہمیشہ حکام وقت کے آلہ کار بنے رہے۔“ (ہندوستان میں وہابی تحریک از ڈاکٹر قیام الدین احمد پر مقدمہ بعنوان: پہلی نظر، ص ۱۶)

چودھری محمد اقبال سلیم نے لکھا ہے:

”وہابی تحریک حقیقتاً اس تحریک کا نام ہے جو شیخ محمد بن عبدالوہاب النجدی المتوفی ۱۲۰۶ھ ۱۷۹۲ء نے نجد میں چلائی تھی۔ یہ ایک اصلاحی تحریک تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں جو غیر ضروری اوہام اور غیر شرعی اعمال و رسوم پیدا ہو گئے ہیں انہیں ختم کر کے دین کو اپنی قدیم سادگی پر واپس لایا جائے۔ اور دین پر مرمٹنے کی جو تمنا صحابہ کرام میں موجود تھی اسے پھر سے زندہ کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس مقصد کے حصول میں وہابیوں کو مختلف طاقتوں سے ٹکرانا پڑا اور وہ ٹکرائے۔“

وہابی تحریک پر جو الزامات شیخ الاسلام کی زندگی میں عائد کیے گئے ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔ وہ قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے ہیں۔

۲۔ حدیثوں میں اسی حدیث کو قابل استناد سمجھتے ہیں جو ان کی خواہش نفسانی کے موافق ہو، اور اس بارے میں کسی شرح حدیث کی طرف رجوع نہیں کرتے اور نہ کسی شیخ کے قول کا اعتبار کرتے ہیں۔

۳۔ آنحضرت ﷺ کی شان عظیم کو یہ کہہ کر گھٹاتے ہیں کہ نبی ﷺ کا وجود اپنی قبر میں بوسیدہ ہڈیوں کا مجموعہ ہے اور ان کی لاٹھی بھی ان کے لیے اس سے زیادہ نفع بخش ہے۔

۴۔ آپ ﷺ کی شفاعت کو وہ نہیں مانتے اور زیارت کو مستحب نہیں سمجھتے۔

۵۔ جب تک آپ ﷺ پر آیہ کریمہ ”فاعلم انه لا اله الا الله“ نازل نہیں ہوئی تھی، اس وقت تک آپ کلمہ توحید کے معنی نہیں جانتے تھے۔ حالانکہ اس آیت کا نزول مدینہ منورہ میں ہوا ہے۔

۶۔ وہ علماء کے اقوال پر اعتماد نہیں کرتے اور اس لیے اہل مذاہب کی تصنیفات کو تلف کر دیتے ہیں کیونکہ ان میں حق اور باطل ملا ہوا ہے۔

۷۔ وہ تمام اہل زمانہ کو اور ان لوگوں کو جو چھٹی صدی ہجری کے بعد پیدا ہوئے اور جو ان کے ہم عقیدہ نہیں تھے ان سب کو وہ مطلقاً کافر سمجھتے ہیں اور اسی بنا پر وہ کسی کی بیعت اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک اس سے یہ نہ کہلوالیں کہ پہلے وہ مشرک تھا اور اس کے والدین بھی مشرک مرے ہیں۔

۸۔ وہ آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے سے لوگوں کو منع کرتے ہیں اور قبور کی مشروع زیارت کو بھی حرام سمجھتے ہیں۔

۹۔ جو شخص ان کا مذہب اختیار کر لے اس کے ذمہ سے تمام حقوق حتیٰ کہ قرض کا ادا کرنا بھی ساقط ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ وہ اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے کسی حق کا اعتراف نہیں کرتے۔ وغیرہ

ان الزامات کے تعلق سے شیخ الاسلام کے صاحب زادے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب لکھتے ہیں:

اس قسم کے تمام جھوٹے الزامات جو ہم پر لگائے جاتے ہیں از قبیل خرافات ہیں اور اگر ان تمام باتوں کی بابت ہم سے

پوچھا جائے تو سب سے پہلے ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ ”سبحانک هذا بهتان عظیم“ جو شخص ہم سے اس قسم کی روایت کرتا ہے یا ایسے اقوال ہم سے منسوب کرتا ہے وہ سفید جھوٹ کہتا ہے اور جو کوئی بھی ہمارے حال کو بہ چشم خود دیکھے گا اور ہماری مجلسوں میں حاضر ہو کر ہمارے عقائد و اعمال کی تحقیق کرے گا اس کو یقیناً معلوم ہوگا کہ یہ سب باتیں افتراء ہیں، جن کو دشمنان دین اور اخوان الشیاطین نے لوگوں کو انواع و اقسام کے شرک کے ترک، اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خالص توحید کے اختیار سے نفرت دلانے کی غرض سے ایجاد کیا ہے۔ بحالیکہ شرک وہ گناہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ کبھی نہیں بخشتا اور اس کے سوا ہر ایک گناہ کو اگر چاہے تو بخش دے۔ (الہدیۃ السنیۃ و التحفۃ الوہابیۃ، ص ۴۶)

وہابی تحریک، اس کی دعوت اور اس کے بانی کی سیرت و حیات پر سو سے زیادہ کتابیں اپنی اہم نکات کے ساتھ انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔ ہر صاحب علم ان سے ہر وقت استفادہ کر سکتا ہے اور اپنے لیے ان کو بغیر کسی معاوضے کے محفوظ کر سکتا ہے۔ اس فہرست میں ہندوستان کے کئی معتبر علما کی کتابیں بھی شامل ہیں۔ آپ کی سہولت کے لیے میں نے ان کی فہرست تیار کر دی ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کی سیرت اور دعوت پر ایک صد (۱۰۰) کتابیں

۱. دعوة الشيخ محمد بن عبد الوهاب بين المعارضين والمنصفين والمؤيدين

الشيخ محمد جميل زينو

۲. السنة والشيعة أو الوهابية والرافضة

الشيخ محمد رشيد رضا

۳. أثر الدعوة الوهابية في الإصلاح الديني والعمراني في جزيرة العرب وغيرها

الشيخ الأزهري محمد حامد الفقي

۴. الشيخ محمد بن عبد الوهاب: دعوة ومنهج

صالح بن حميد

۵. نظرة على الحركة الوهابية

ثناء الله الأمرتسرى

۶. الصواعق الالهية لطرد الشياطين الالهية

الشيخ بشير الدين القنوجي

۷. الامام محمد بن عبد الوہاب أو انتصار المنهج السلفی
المستشار عبد الحليم الجندی
 ۸. حقيقة دعوة الامام محمد بن عبد الوہاب ونماذج من رسائله وشهادات علماء الحرمين له
عبد الرحمن بن حماد العمر
 ۹. محمد بن عبد الوہاب
أحمد عبد الغفور عطار
 ۱۰. دعوة التوحيد والسنة
محمد بهجة الأثرى
 ۱۱. الحركة الوهابية
الدكتور محمد خليل هراس
 ۱۲. الشيخ محمد بن عبد الوہاب
أحمد بن حجر آل بوطامي
 ۱۳. محمد بن عبد الوہاب: مصلح مظلوم ومفتري عليه
مسعود عالم الندوى
 ۱۴. حقيقة دعوة الامام المصلح محمد بن عبد الوہاب
اسحاق بن الشيخ عبد الرحمن بن حسن
 ۱۵. التحفة الوهابية
محمد اسماعيل الغزنوى بن الشيخ عبدالواحد الغزنوى بن العلامة عبد الله الغزنوى
 ۱۶. محمد بن عبد الوہاب و دعوته الى التوحيد
الدكتور التهامي نقرة
 ۱۷. فصل الخطاب في بيان عقيدة الشيخ محمد بن عبد الوہاب
احمد بن عبد الكريم نجيب
 ۱۸. أهداف دعوة الشيخ محمد بن عبد الوہاب
ابراهيم بن عثمان الفارس
-

۱۹. حیاة الشیخ محمد بن عبد الوهاب وآثاره العلمیة
اسماعیل محمد الأنصاری
 ۲۰. أنصار محمدی
محمد بن ابراهیم الجونا کرى
 ۲۱. براءت محمدی
محمد بن ابراهیم الجونا کرى
 ۲۲. حج محمدی
محمد بن ابراهیم الجونا کرى
 ۲۳. توحید محمدی
محمد بن ابراهیم الجونا کرى
 ۲۴. المستطاب فی أسباب نجاح دعوة الامام محمد بن عبد الوهاب
عبد الرحمن بن یوسف الرحمة
 ۲۵. الامام محمد بن عبد الوهاب فی الموصل
اللواء الركن محمود شیت خطاب
 ۲۶. اعتماد دعوة الشیخ محمد بن عبد الوهاب علی الكتاب والسنة
معالی الشیخ عبدالعزیز بن محمد بن ابراهیم آل شیخ
 ۲۷. أجوبة المسائل الثمان فی السنة والبدعة والكفر والایمان
العلامة محمد سلطان المعصومی
 ۲۸. الحسام الماحق لكل مشرك ومنافق
محمد تقی الدین الهلالی الحسینی
 ۲۹. اسلامیة لا وهابیة
ناصر بن عبد الكریم العقل
 ۳۰. التحفة النجدیة
ثناء الله الأمرتسرى
-

۳۱. قبيلة محمدی

محمد بن ابراهيم الجوناكری

۳۲. دعوة الامام محمد بن عبد الوهاب سلفية لا وهابية

أحمد بن عبدالعزيز الحصين

۳۳. تحفة نجد

محمد داؤد الغزنوی

۳۴. رسالة في تأييد دعوة الشيخ محمد بن عبد الوهاب

من علماء ضمد

۳۵. حياة الشيخ محمد بن عبد الوهاب و حقيقة دعوته

سليمان بن عبد الرحمن الحقييل

۳۶. القول الفيصل

ألحافظ محمد أمين

۳۷. عقيدة الشيخ محمد بن عبد الوهاب وأثرها في العالم الاسلامی

صالح بن عبد الله العبود

۳۸. داعية التوحيد محمد بن عبد الوهاب

عبد العزيز سيد الأهل

۳۹. من أعلام المجددين

الدكتور صالح بن فوزان الفوزان

۴۰. اعتماد دعوة الشيخ محمد بن عبد الوهاب على الكتاب والسنة

مناع القطان

۴۱. اعتماد فقه دعوة الشيخ محمد بن عبد الوهاب على الكتاب والسنة

صالح بن عبد الرحمن الأطرم

۴۲. الشبهات التي أثبتت حول دعوة الشيخ محمد بن عبد الوهاب

الدكتور صالح بن عبد الرحمن بن راتب عميرة

۴۳. سیرۃ الامام الشیخ محمد بن عبدالوہاب
أمین سعید
۴۴. حقیقة دعوة الامام الشیخ محمد بن عبدالوہاب السلفية
عبداللہ بن سعد الروشید
۴۵. تاریخ نجد
محمود شکرى الألوسى
۴۶. تتمة تاریخ نجد
سليمان بن سمحان
۴۷. الامام محمد بن عبدالوہاب شیخ المجددين فى العصر الحديث
کامل محمد محمد عویضة
۴۸. امام وأمیر ودعوة لكل العصور "الامام محمد بن عبدالوہاب والأمر محمد بن سعود"
أحمد بن عبدالعزيز الحصين
۴۹. علماء أهل الحديث فى الهند و موقفهم من دعوة الامام محمد بن عبدالوہاب والدولة السعودية
أبو المکرم بن عبدالجليل
۵۰. دعوة الامام محمد بن عبدالوہاب بين مؤيديها ومعارضيها فى شبه القارة الهندية
أبو المکرم بن عبدالجليل
۵۱. تأثير الدعوات الاصلاحية الاسلامية بدعوة الشیخ محمد بن عبدالوہاب
الدكتور وهبة الزحيلي
۵۲. المرأة فى حياة امام الدعوة الشیخ محمد بن عبدالوہاب
المؤرخ حمد الجاسر
۵۳. الداعية الأكبر امام الاسلام الشیخ محمد بن عبدالوہاب
عبدالوہاب فتال
۵۴. درب الانتصار
عبدالوہاب فتال
-

۵۵. أثر دعوة الامام محمد بن عبد الوهاب فى الفكر الاسلامى الاصلاحى بالجزائر

الدكتور عبد الحليم عويس

۵۶. خصائص التفكير الفقہى عند الشيخ محمد بن عبد الوهاب

الدكتور عبد الوهاب ابراهيم أبو سليمان

۵۷. الرسائل الشخصية للشيخ محمد بن عبد الوهاب

الدكتور عبد الله بن صالح العثيمين

۵۸. كشف الأكاذيب والشبهات عن دعوة المصلح الامام محمد بن عبد الوهاب

صلاح الدين بن محمد آل الشيخ

۵۹. الاقناع بما جاء عن أئمة الدعوة من الأقوال فى الاتباع

محمد بن هادى بن على المدخلی

۶۰. أثر دعوة الشيخ محمد بن عبد الوهاب فى غرب أفريقيا

الأستاذ عبد الفاتح بن مقلد الغنيمی

۶۱. ماهی الوهابية ؟

محمد صالح المنجد

۶۲. أثر الدعوة السلفية فى توحيد المملكة العربية السعودية

حمود بن أحمد الرحیلی

۶۳. روضة الأفكار والأفهام لمرتاد حال الامام و تعداد غزوات ذوى الاسلام

حسين بن غنام الأحسائى

۶۴. اعصار التوحيد يحطم وثن الصوفية

نیل محمود

۶۵. الأساليب التربوية المستمدة من دعوة الشيخ محمد بن عبد الوهاب

عبد الرحمن بن على العرينی

۶۶. فقه التمكن فى القرآن الكريم

على محمد الصلابی

۶۷. العقيدة الإسلامية وتاريخها

محمد أمان على الجامی

۶۹. رد شبهات حول دعوة المجدد الشيخ الامام محمد بن عبد الوهاب

زيد بن محمد بن هادي المدخلي

۷۰. تأثر الدعوات الاصلاحية الاسلامية في تايلاند بدعوة الشيخ محمد بن عبد الوهاب

اسماعيل أحمد

۷۱. مقدمة كتاب الامام محمد بن عبد الوهاب دعوته و سيرته لابن باز

العلامة محمد عطية سالم

۷۲. الامام محمد بن عبد الوهاب دعوته و سيرته

عبد العزيز بن عبد الله بن باز

۷۳. الشبهات التي أثرت حول دعوة الامام محمد بن عبد الوهاب والرد عليها

عبد الكريم الخطيب

۷۴. الشعر في ظلال دعوة الامام محمد بن عبد الوهاب

عبد الله الحامد العلي الحامد

۷۵. دعاوى المناوئين لدعوة الشيخ محمد بن عبد الوهاب عرض و نقد

اللطيف عبدالعزيز بن محمد العبد

۷۶. تأثر الدعوات الاصلاحية في اندونيسيا بدعوة الشيخ محمد بن عبد الوهاب

نجيع عبد الله

۷۷. معاول الهدم والمنكرات

خالد بن علي الحاج

۷۸. الشيخ محمد بن عبد الوهاب حياته ودعوته في الرؤية الاستشرافية

ناصر بن ابراهيم بن عبد الله التويم

۷۹. منهج شيخ الاسلام محمد بن عبد الوهاب في التأليف

عبد المحسن بن حمد العباد البدر

۸۰. تصحيح خطأ تاريخى حول الوهابية

محمد بن سعد الشويعر

۸۱. أثر دعوة الشيخ محمد بن عبد الوهاب في حركة عثمان فودى الاصلاحية في غرب أفريقيا

مصطفى مسعد

۸۲. وعلت راية التوحيد (رواية تاريخية تحاكي سيرة الشيخ محمد بن عبد الوهاب)

فهد بن ناصر الجديد

۸۳. الدعوة والدعاة في الاسلام

الأديب الدكتور مصطفى صادق الرافعي

۸۴. الدعوة الاصلاحية في بلاد نجد على يد الامام المجدد الشيخ محمد بن عبد الوهاب

رحمه الله وأعلامها من بعده

عبد الله بن محمد المطوع

۸۵. نظرة في تاريخ العقيدة

الدكتور عمر بن سليمان الاشقر

۸۶. دعوة الشيخ محمد بن عبد الوهاب تاريخها. أثرها. مبادئها.

محمد بن عبد الله السلطان

۸۷. حقيقة دعوة الشيخ محمد بن عبد الوهاب

محمد بن عبد الله السلطان

۸۸. رشيد رضا ودعوة الشيخ محمد بن عبد الوهاب

محمد بن عبد الله السلطان

۸۹. الشبهات التي أثّرت حول دعوة الشيخ محمد بن عبد الوهاب ومما ثلثتها بشبهات

أثّرت حول دعوة الشيخ المودودي رحمهما الله

محمد يوسف

۹۰. الفواكه العذاب في معتقد الشيخ محمد بن عبد الوهاب (في الصفات)

حمد بن ناصر بن عثمان آل معمر

۹۱. دعوة الشيخ محمد بن عبد الوهاب وأصدائها في فكر محمد اقبال

محمد السعيد جمال الدين

۹۲. محمد بن عبد الوهاب وآل البيت عليهم السلام

خالد بن أحمد الزهراني

۹۳. الدعوة الاصلاحية في الجزيرة العربية

محمد بن ناصر الشثري

۹۴. الدعوة الوهابية وأثرها في الفكر الاسلامي الحديث

محمد كامل ضاهر

۹۵. الشيخ محمد بن عبد الوهاب حياته و فكره

عبدالله بن صالح العثيمين

۹۶. آثار الشيخ محمد بن عبد الوهاب (سجل بوليو جر افی لما نشر من مؤلفاته)

أحمد محمد الضبيب

۹۷. امام التوحيد (الشيخ محمد بن عبد الوهاب) الدعوة والدولة

أحمد القطان و محمد الزين

۹۸. كيف كان ظهور شيخ الاسلام محمد بن عبد الوهاب

المؤلف : مجهول

۹۹. تعليق على مسائل الجاهلية التي خالف فيها رسول الله ﷺ اهل الجاهلية

محمود شكرى الالوسى

۱۰۰. محمد بن عبد الوهاب : مصلحا و مجدداً

محمد مسعد ياقوت

آخر میں عالم اسلام کی مشہور شخصیت رشید رضا مصری کی ایک تحریر پیش کر کے اپنی بات مکمل کرنا چاہتا ہوں۔ رشید رضا مصری اس تحریک کے سب سے اہم واقف کار کی حیثیت رکھتے ہیں انھوں نے المنار اور مصر کے دیگر اخبارات میں اسی دور میں کئی ایک مضامین لکھے تھے جن کا مجموعہ ”نجد و حجاز“ کے نام سے الہلال بک ایجنسی لاہور نے ۱۹۲۷ء میں شائع کیا تھا۔ کتاب کے مترجم مولانا عبدالرحیم ناظم مکتبہ علوم مشرقیہ دارالعلوم پشاور ہیں۔ اپنے ایک مضمون میں علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں :

مسلمانو! تم کب تک غافل رہو گے؟ یقیناً حسین بن علی اور اس کی اولاد نے اللہ تعالیٰ اور اس کے مسلم بندوں کو چھوڑ کر سلطنت برطانیہ کو اپنا دوست اور سرپرست بنا رکھا ہے۔ برطانیہ نے اس بات کی قسم کھائی ہے کہ جس طرح اس نے مشرق میں حکومتوں کا خاتمہ کر دیا ہے، اسی طرح دین اسلام کو بھی مٹا کر رہے گی۔ اس نے اس بارے میں ایک نہایت بے خطر، کم خرچ اور آسان طریقہ اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان قوموں ہی کو اپنا آلہ کار بنا کر ان کو آپس میں لڑایا جائے، یہاں تک کہ وہ سب فنا ہو جائیں اور ان کے ملکوں پر اسی کی سیاست تسلیم کی جائے۔ یہ وہی سلطنت تو ہے جس نے والیان امر یعنی سلطان ترکی اور خدیو مصر کی اجازت سے مصریوں کے ساتھ لڑائی کی، یہ وہی سلطنت تو ہے جس نے سوڈانیوں کو مصریوں کے ساتھ لڑایا اور یہ وہی سلطنت تو ہے جس نے اس سے پہلے مشرق اور خصوصاً ہندوستان کے بادشاہوں اور والیان ریاست کو آپس میں لڑایا، جس کی تفصیل تم کو سید جمال الدین افغانی کے اس مضمون کے پڑھنے سے معلوم ہوگی جو ”المنار“ کی جلد ۷، ۸ میں شائع ہوا۔ سید موصوف وہ شخص ہے جس نے اہل مشرق کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص سب سے پہلے اس سلطنت کی دشمنی سے آگاہ کیا، یہ وہی سلطنت تو ہے جس نے ترکوں اور عربوں کی آپس میں جنگ کرائی۔ موخر الذکر کو شاہ حجاز اور اس کی اولاد نے دھوکا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا سب سے عزیز علاقہ ان سے چھین لیا گیا اور بلاد مقدسہ کو یہودیوں کے حوالے کر کے مصر و شام اور حجاز کے درمیان ان کو ایک طاقت ور قوم بنادیا۔ ان سے اہالی ملک میں عربوں کے برخلاف مدد لی جاتی ہے اور ان کو اپنے ملک کی ملکیت اور اس کے برکات سے محروم رکھا جاتا ہے۔ یہ وہی سلطنت تو ہے جس نے امام یمن اور سید ادریسی کے درمیان عداوت ڈال دی ہے۔ یہ وہی سلطنت تو ہے جس نے امراء حجاز اور نجدیوں کے مابین موروثی دشمنی کی آگ بھڑکائی ہے۔ یہ وہی سلطنت تو ہے جس نے طاغوت مکہ حسین بن علی کو خلافت اسلامیہ اور اپنے زیر حمایت تمام ممالک عرب کی بادشاہت کا سبز باغ دکھایا جس کا ہم سرکاری کاغذات کے حوالے سے ثبوت دے چکے ہیں۔

مسلمانو! اجتماع کی حالت عمومی اور انگریزوں کی سیاسی چالیں دیکھ کر بے شک انسان کی عقل اس حدیث نبوی ﷺ کی تصدیق کرتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کسی بیرونی دشمن کے ذریعہ سے ہلاک نہیں فرمائے گا بلکہ ان کا استیصال ایک دوسرے کے ہاتھ سے ہوگا۔ تمام تاریخی واقعات اس حدیث کے سچا ہونے کی دلیل ہیں۔ (نجد و حجاز ص ۹۵-۹۶)

وہابیت ایک مطالعہ

مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی

جامعہ رحمانیہ، بنارس

۱۸۰۰ء کے بعد پوری دنیا میں زبردست سیاسی تبدیلیوں کا آغاز ہوا، روسیوں نے افغانستان پر تسلط جمانے کی ناکام کوشش کی۔ امریکہ نے روس کے خلاف افغانی مجاہدین کی مدد کی۔ طالبان نے ملا محمد عمر کی قیادت میں افغانستان میں اسلامی حکومت قائم کر دی۔ امریکہ اور اس کے حلیف ممالک کے لئے ایک اسلامی حکومت کا قیام سخت ناگوار گذرا اور انھوں نے افغانستان پر حملہ کر کے اپنی من پسند حکومت قائم کر دی۔ ایران اور عراق کی جنگ نے مشرق وسطیٰ میں ایک سیاسی خلفشار پیدا کر دیا۔ ہندوستان میں بابری مسجد کی شہادت اور ہندو تو کے احیاء نے ہندوستانی جمہوریت کو نہ صرف شرمسار کیا بلکہ ہندوستانی سیاست کا منظر نامہ ہی بدل گیا۔ امریکہ میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی صورت میں دہشت گردی کے نئے رنگ و روپ نے ساری دنیا میں ہلچل پیدا کر دی، گجرات میں نریندر مودی نے مسلمانوں کا قتل عام کرایا۔ ۲۰۰۱ء کے بعد دہشت گردی کا جو سلسلہ شروع ہوا ہزار کوششوں کے بعد تھمنے کا نام نہیں لے رہا ہے۔ حقائق کیا ہیں؟ کون سی تنظیمیں دنیا کو بد امنی کا گہوارہ بنانا چاہتی ہیں؟ ماسونی سازشوں کی طرح ان کی ڈور کے سر اکا پتہ ہی نہیں چل رہا ہے۔

وہ طاقتیں جو اسلام کو ختم کرنے پر تلی ہوئی ہیں ان کے لئے یہ سنہری موقع ہاتھ آ گیا۔ انہوں نے ان تمام واقعات کا رشتہ مسلمانوں سے جوڑ دیا۔ پوری دنیا میں رہنمایان قوم اور نام نہاد دانشوران، سیاست کے بازی گرو واقعات کو غلط سمت دینے میں مصروف ہیں، انہیں خوف ہے کہ اگر حقائق سامنے آ گئے تو کہیں ان کی پگڑی نہ اچھل جائے۔ خود ہمارے بھارت میں مسلمانوں کی مساجد و مدارس اور دینی تنظیموں کو دہشت گردی کا محور ثابت کیا جا رہا ہے، خاص طور سے سعودی عرب اور وہ اسلامی تنظیمیں جو صرف کتاب و سنت کی دعوت دیتی ہیں بر ملا ان پر دہشت گردی کا الزام لگایا جا رہا ہے۔

انٹرنیٹ پر ایسی بے شمار ویب سائٹس موجود ہیں جو سعودی وہابی اور ہندوستانی وہابی (اہل حدیث) کے خلاف پروپیگنڈہ کے لئے وقف ہیں۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نہایت پابندی کے ساتھ ہمیں چلا رہی ہیں اور بے بنیاد الزامات ہی نہیں لگا رہی ہیں بلکہ ایسی ہولناک داستانیں گڑھی جا رہی ہیں جنہیں پڑھ کر یاد دیکھ کر دل دہل جائے۔ مکمل منصوبہ بندی کے

ساتھ محققانہ رنگ میں مختلف زندہ زبانوں میں لٹریچر کا انبار لگا دیا گیا ہے، مقصد صرف یہی ہے کہ اسلامی شخصیات کو اس طرح ختم کر دیا جائے اور خالص اسلام کو اس طرح ہیبت ناک بنا دیا جائے کہ عیسائیت اور یہودیت کی طرح اسلام اپنی کشش کھو بیٹھے۔ وہ نام کے مسلمان جنہیں اسلامی شعائر سے وحشت ہے انہیں کو اسلام کا نمائندہ ثابت کیا جا رہا ہے۔ دوسری طرف بدعات و خرافات کی بندشوں میں جکڑے ہوئے نام نہاد مسلمانوں کا ایک ایسا طبقہ ہے جو تو حید کی داعی تنظیموں سے ہمہ وقت خوف زدہ رہتا ہے اسے ڈر ہے کہ کتاب و سنت کی صحیح تعلیمات کی روشنی ان کے آستانوں کو ویران کر دے گی۔ پیروں، مجاوروں اور ملاؤں کا یہ گروہ ماضی میں ان تنظیموں کے خلاف سرگرم رہا ہے اور آج بھی ڈنکے کی چوٹ پر اپنی ریشہ دوانیوں میں مصروف ہے یہاں میں تاریخ سازی سے متعلق چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

۲۰۰۸ء میں ”یو داپر لیس نئی دلی نے ہرلن اوپیرسن HARLON O PEARSON کی ایک کتاب انگلش میں شائع کی، کتاب کا نام ہے: ISLAMIC REFORM AND REVIVAL IN NINETEETH CENTURY INDIA THE TARI QAH-1- MOHAMMDIYAH. یعنی انیسویں صدی میں ہندوستان میں اسلامی اصلاح اور احیاء، مصنف نے تحریک شہیدین کا تعارف و تجزیہ اردو، عربی اور انگریزی کی معتبر کتابوں اور سرکاری دستاویزات کے حوالے سے اپنے نقطہ نظر کے مطابق کیا ہے۔ کتاب کا اسلوب سنجیدہ اور معتدل ہے لیکن سلو پوائزن سے مبرا نہیں ہے۔ مصنف کا امتیاز یہ ہے کہ وہ بدنام زمانہ مصنف ولیم ہنٹر کی کتاب ”ہمارے ہندوستانی مسلمان“ کی زہر افشانیوں کے حصار سے نکلنے کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب کے پیش لفظ میں DAVID LELYVELD نے چارلس ایلن کی کتاب GOD'S TERRORISTS: THE WAHAB CULT AND HIDDEN ROOTS OF MODERN JIHAD (یعنی خدا کے دہشت گرد: وہابی مذہب اور جدید جہاد کی خفیہ جڑیں) کی تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"For Alen who does not trouble with footnotes but relies entirely on British sources, There is a single unbroken link from Mohammad Bin Abdul Wahab to Shah Waliullah to Sayyid Ahmad Brelwi and Shah Ismail to the Taliban, Al Qaida and 9/11 and suicide bombers."

یعنی ”ایلن حاشیہ نگاری کی بھی زحمت نہیں کرتا ہے وہ مکمل طور سے برطانوی حوالوں پر اعتماد کرتے ہوئے کہتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب سے شاہ ولی اللہ تک اور وہاں سے سید احمد بریلوی، شاہ اسماعیل سے طالبان اور القاعدہ تک پھر 9/11 کے

ورلڈ ٹریڈ سینٹر کا واقعہ اور خود کش انسانی بموں تک ایک اور صرف ایک غیر شکستہ تسلسل ہے،

یہ صرف ایک نمونہ ہے، اس قسم کی نامعلوم کتنی ہزار کتابیں اور مصنفین اسلامی دعوت کے خلاف زہر کی کاشت میں مصروف ہیں۔ انٹرنیٹ کی بے شمار ویب سائٹس نیز پرنٹ میڈیا میں نہایت ہی منظم طریقہ سے تسلسل کے ساتھ مضامین لکھے جا رہے ہیں کہ ہندوستان کی وہابی جماعت (جماعت اہلحدیث) کو سعودی حکومت سے مکمل فنڈنگ ہو رہی ہے۔ ان کے مدارس، مساجد اور مراکز میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور اس طرح ہندوستان میں وہابیت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ ۱۔ پوری دنیا میں بے شمار سرکاری اور غیر سرکاری ایجنسیاں اور ادارے قائم ہیں جو سعودی حکومت کی دعوتی سرگرمیوں پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ امریکہ کا ایک غیر سرکاری ادارہ (N.G.O) اپنی رپورٹ پیش کرتا ہے کہ امریکہ کی بہت سی مساجد میں وہابی لٹریچر موجود ہے (اس رپورٹ کی خود امریکہ میں کافی نکتہ چینی کی گئی) اس لٹریچر میں خاص طور سے اس بات پر زور ہے کہ مسلمانوں کو صرف کافروں ہی سے نفرت نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ نفرت مذہب کی بنیاد پر بھی ہونا چاہئے۔ ایک جائزہ نگار گلز کیپل (GILLES KEPEL) کہتا ہے کہ سعودی حکومت دس بلین سے زیادہ رقم وہابیت کے فروغ پر خرچ کر رہی ہے اسی طرح یو کے کی ایک دستاویزی فلم (تخلیق کار: انٹونی تھامس) کے اعداد و شمار کے مطابق یہ رقم سو بلین سے زیادہ ہے۔ ایک صحافی داؤد شریان اپنا جائزہ پیش کرتا ہے کہ سعودیہ کی دولت کی فراوانی نے بے شمار نوجوانوں مرد و زن تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ سب کو وہابیت قبول کرنے کے لئے مجبور کر دیا ہے۔ ۲۔

بھارت میں ہندوؤں نے پوری دنیا میں اپنی شاخیں قائم کر لی ہیں، عیسائی مشنریاں اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے مذکورہ تخمینہ رقم سے کئی گنا زیادہ اپنے مذہب کی ترویج کے لئے خرچ کر رہی ہیں۔ اگر سعودی حکومت اسلام کی دعوت و تبلیغ پر رقم خرچ کر رہی ہے تو اسے وہابیت کہہ کر یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ اسی وہابیت سے دہشت گردی کی کونپلیں پھوٹی ہیں۔ ان حالات میں ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم وہابیت کے متعلق حقائق سے لوگوں کو روشناس کرائیں اور بتلائیں کہ جسے تم وہابیت کہتے ہو یہ وہی سچا دین ہے جو پوری دنیا کو امن و شانتی کا پیغام دیتا ہے۔ یہاں سے انسانیت کے دشمنوں کو دنیا و آخرت کی وعیدیں اور دھتکار ہی مل سکتی ہے، پناہ نہیں مل سکتی ہے۔ انہیں چند سطور کے حوالے سے وہابیت پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں شاید کہ غلط فہمی کے شکار ذہن حقائق قبول کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔

وہابیت یا وہابیزم:

وہابیت دراصل عربی کلمہ ”وہب یہب“ سے مشتق ہے، اسی سے مبالغہ کا صیغہ ”وہاب“ ہے جو اللہ کے ناموں میں سے ایک ہے۔ عبد اللہ، عبد الرحمن کی طرح عام طور سے مسلمان اپنا نام عبد الوہاب رکھتے ہیں، عام اصطلاح میں شیخ الاسلام محمد

بن عبدالوہاب نجدی کی طرف نسبت کر کے ان کی دعوت اور اصلاح کی تحریک کو ”وہابیت“ کا لقب دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں کسی ایسی تحریک کا وجود ہی نہیں ہے جسے وہابی تحریک کا نام دیا جاسکے۔ اس سلسلے میں مولانا مسعود عالم ندوی رقمطراز ہیں: ”نجد کی دعوت کے علم بردار شیخ اسلام محمد بن عبدالوہاب کی طرف اگر نسبت کرنا ہو تو محمدی کہنا چاہئے، علاوہ بریں ان کے ماننے والے عام طور پر اپنے کو حنبلی کہتے ہیں۔ علماء حنابلہ کی کتابوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ محمد بن عبدالوہاب نے ان سے زیادہ ایک حرف نہیں کہا البتہ عزم و عمل کی قوتوں کو بیدار ضرور کیا۔ بیدار پیکروں میں زندگی کی حرارت ڈال دی اور ایک پورے خطے کو اسلامی رنگ میں شراہور کر دیا۔ یہ ایسا گناہ ہے جسے شاطران فرنگ اور ان کے ہواہ خواہ معاف نہیں کر سکتے ہیں۔“ ۳۰

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب اور ان کے پیروکاروں نے خود کو کبھی وہابی نہیں کہا، ان کی دعوت کی بنیاد صرف توحید اور شرک و بدعات کی تردید پر تھا، اسی نسبت سے وہ خود کو موحدین کہتے تھے۔

ان کے سیاسی مخالفین اور مبتدعین نے انہیں وہابی کا لقب کیوں دیا؟ کیا یہ ان کی دیدہ و دانستہ سازش تھی؟ یا محض اس لئے محمدی کا لقب انہیں نہیں دیا کہ دشنام طرازی کے لئے یہ لقب غیر موزوں تھا اور وہابیت کا لقب گالی کے لئے نہایت موزوں اور مناسب تھا اور ان کی جماعت کے لئے ان کے والد عبدالوہاب کی طرف نسبت کر کے مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ مولانا ندوی کہتے ہیں: ”صرف نام میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن یہ نام (وہابی) اس طور پر مشہور کیا گیا کہ یہ گویا اسلام سے الگ کوئی مذہب ہے اور یہی وجہ شکایت ہے۔“ ۳۱ دوسری جگہ وہ لکھتے ہیں: ”بہر حال جہاں تک وہابیت کو ایک الگ مذہب اور گمراہ جماعت بتانے کی کوشش کی گئی ہے یہ نام حد درجہ قابل اعتراض ہے ورنہ اس عام غلط بیانی اور بہتان تراشی سے قطع نظر دیکھا جائے تو اس نام میں کوئی مضائقہ نہیں معلوم ہوتا۔“ ۳۲

شیخ محمد بن عبدالوہاب کی تحریک سے وہابیت کا تعلق تقریباً دو سو سال تک ایک سر بستہ راز تھا اور لوگ یہی سمجھتے رہے کہ اس لفظ کے استعمال سے مخالفین کا مقصد محض یہ باور کرانا تھا کہ یہ تحریک دین میں ایک نئی چیز اور نیا مذہب ہے۔

در اصل یہ ایک علامتی لفظ ہے جس کا تعلق آٹھ سو سال قدیم خارجی تحریک سے ہے جو ماضی کے دھندلکوں میں گم ہو گئی تھی۔ نجدی دعوت کے مخالفین نے بڑی گہری سازش رچی۔ اس قدیم تحریک کا انہوں نے سراغ لگایا اور شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تحریک سے اس کا رشتہ جوڑ دیا اور اپنے ہتھکنڈوں کے ذریعہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ یہ خارجی تحریک ہے مذہب اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

لیکن ایک مشہور سعودی اسکالر ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعہ کے ذوق تحقیق اور جستجو نے اس حقیقت کو عیاں کر دیا، جسے گردش ایام نے ظلمتوں کا لباس پہنا دیا تھا۔ انہوں نے ایشیا اور افریقہ کے ممالک کی تاریخ کے منتشر اوراق کو کھنگالا، عربی،

فرانسیسی اور انگریز مورخین کی تاریخی کاوشوں کی ورق گردانی کی اور اس گم گشتہ تحریک کے خدوخال کو بے لباس کر دیا جسے حقیقت میں وہابی تحریک کہا گیا اور جس کے بارے میں شمالی افریقہ اور مغرب کے علماء کا اجماع ہے کہ وہ دین سے خارج ہے۔ ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر کی کتاب ”تصحیح خطأ تاریخی حول الوہابیۃ“ سے ان کی تحقیق کا خلاصہ پیش خدمت ہے جو دلچسپ ہونے کے ساتھ اس موضوع سے متعلق الجھنوں کا حل بھی پیش کرتا ہے:

”آپ نے دو فرانسیسی مؤرخ الفرد بل کی کتاب ”الفرق الاسلامیۃ فی شمال افریقہ“ (عربی زبان میں ترجمہ: عبدالرحمن بدوی) شارلی آندرے کی کتاب تاریخ شمال افریقہ مترجم محمد مزالی (سابق وزیر اعظم تونس) بشیر بن سلامہ ڈاکٹر سدی عبدالعزیز سالم کی کتاب معرب کبیر کے جزء ثانی (عصر عباسی) اور زرکلی کی الاعلام کے حوالے سے بتلایا کہ دوسری صدی ہجری میں شمالی افریقہ میں وہابیت کے نام سے ایک فرقہ وجود میں آیا، یہ اباضی خارجی فرقہ ”وہبیت“ کی ایک شاخ ہے، وہبیت کے بانی کا نام عبداللہ بن وہب راسبی تھا۔ بعض لوگ راسبی کی طرف نسبت کر کے اس فرقہ کو راسبیہ بھی کہتے ہیں، اسی عقیدہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص عبدالرحمن بن رستم مشرق سے مغرب مراکش آیا اور مراکش کے شہر تاہرت میں اپنی حکومت قائم کر لی جسے تاریخ میں رستمی حکومت کہا جاتا ہے، اے اے میں جب وہ مرض الموت میں گرفتار ہوا تو رستمی حکومت کے سات اراکین کو حکومت بنانے کی وصیت کی۔ ان میں ابن رستم کا بیٹا عبدالوہاب بھی تھا، اسی کے ہاتھ پر بیعت کی گئی، جس کی وجہ سے رستمی حکومت کا ایک رکن یزید بن فندیک ناراض ہو گیا۔ دونوں میں مخالفت اس قدر بڑھی کہ جنگ تک نوبت پہنچ گئی۔ اس طرح وہبیت اباضیہ کے پیروکار دو جماعتوں میں تبدیل ہو گئے۔ عبدالوہاب کے پیروکار گروہ اس کی طرف نسبت کر کے فرقہ وہابیہ کہلایا اور ابن فندیک کے ماننے والے نکاریہ کہلائے۔ جنگ میں نکاریہ فرقہ کو شکست ہوئی اور وہ معتزلہ کی شاخ واصلہ میں ضم ہو گیا۔ عبدالوہاب کی موت ۱۲۱ھ میں ہوئی۔ عبدالوہاب نے اسلامی عقائد میں بہت ساری تبدیلیاں کیں۔ فریضہ حج کو منسوخ کر دیا۔ اس کے متبعین اہل سنت اور شیعہ سے سخت نفرت کرتے تھے۔ ۲۹۶ھ میں عبداللہ شیعہ نے رستمی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ ڈاکٹر سعد لکھتے ہیں کہ فرانسیسی مؤلف شارلی آندرے نے اپنی کتاب ”تاریخ افریقہ شمالیہ“ میں رستمی حکومت کے عقائد اس کی وسعت، اس کا کلچر عبدالوہاب بن عبدالرحمن بن رستم کی طرف نسبت کر کے وہابیت کے نام پر تفصیلی بحث کی ہے۔ زرکلی نے الاعلام میں دس معتبر کتابوں کے حوالے سے رستمی حکومت کی تاریخ مدون کی ہے۔“ ۶۔

اس خلاصہ سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ فرانسیسیوں اور خود عربوں نے اس فرقہ کے متعلق کافی لٹریچر جمع کر لیا تھا۔ علماء مراکش نے اس فرقہ کے خارج عن الاسلام ہونے کے بارے میں فتاوے تحریر کئے۔

تاریخ کے یہ واقعات قصہ پارینہ بن چکے تھے۔ بارہویں صدی ہجری میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت نجد

اور پورے عرب میں طاقت و سیاسی اور مذہبی قوت بن کر ابھری تو سامراجی اور مذہب کے نام نہاد ٹھکیداروں کے خیموں میں بالکل مچ گئی۔ دین خالص کی اشاعت اور احیاء طاغوتی طاقتوں کو متحرک کرنے کے لئے کافی تھا۔ سیاسی مفاد پرستوں، استعماری طاقتوں اور مبتدعین نے تاریخ کی بھول بھلیوں میں گم خارجی فرقہ وہابیت کی جڑوں کو کھود نکالا اور اسے شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کی خالص اسلامی تحریک پر چسپاں کر دیا اور اسے وہابیت کا لقب دے دیا۔ اس نام کو دنیا بھر میں مشہور کرنے کے لئے منظم طور پر تحریکیں چلائی گئیں۔ سیاست کے بازیگروں نے مذہب کے خود ساختہ ابن الوقت علم برداروں کو آلہ کار بنایا اور ہر طرح کے رکیک اور اچھے ہتھکنڈے استعمال کئے۔ وہابیت کا لقب ہی اس بات کی علامت بن گیا کہ شیخ کے متبعین مذہب اسلام سے خارج ہیں اور ان کا مسلمانوں کے کسی فرقہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس طرح وہابیت کا لقب نجدی دعوت کے لئے بطور تحقیر اور دشنام استعمال کیا جانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی دنیا کے کسی گوشے میں بھی توحید کے ترانے گونجنے اور تجدید دین کی جہاں بھی کوشش کی گئی سب کا رشتہ نجد کی وہابی تحریک سے جوڑ دیا گیا، مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب سے پہلے بھی اگر کسی تحریک نے توحید کی دعوت دی تو اس کے بھی ڈانڈے نجدی تحریک سے ملادئے گئے۔

نجدی تحریک کے لئے وہابیت کا لقب اس قدر عام ہو گیا ہے کہ وہابیت کے متعلق تمام کتابوں اور موسوعات میں متفقہ طور پر وہابیت کو شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کی تحریک کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں وہابی کی تشریح اس طرح کی گئی ہے:

"Any member of the Muslim puritan movement founded by Mohammad Bin Abdul Wahab in the 18th century in Najd, central Arabia and adopted in 1744 by the saudi family." (7)

یعنی وہابی اس مؤحد تحریک کے پیروکار کو کہتے ہیں، جس کی بنیاد اٹھارہویں صدی میں محمد بن عبد الوہاب نے نجد (مرکزی عرب) میں رکھی تھی اور ۱۷۴۴ء میں سعودی خاندان نے اس تحریک کی سرپرستی کی۔
کولمبیا انسائیکلو پیڈیا میں وہابیت کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

"Wahhabi or Wahabi reform movement in Islam, originating in Arabia; adherent of the movement usually refer to themselves as Muwahhadin (unitarians). It was founded by Muhammad bin Abdulwahab (1703-1791) who was influenced by Ibn Taymiyya....." (8)

یعنی وہابی یا وہابی عرب کی ایک اسلامی اصلاحی تحریک ہے۔ تحریک کے پیروکار خود کو موحدین کہتے ہیں۔ تحریک کے

بانی محمد بن عبدالوہاب ابن تیمیہ کے خیالات سے بہت متاثر تھے۔

وہابی کا تلفظ وہابی ہے لیکن کثرت استعمال سے یہ انگریزی کا بھی ایک لفظ بن گیا ہے۔ ڈاکٹر قیام الدین احمد نے اپنے ایک مضمون میں جو علماء صادق پور کے کارناموں سے متعلق ہے، ذکر کیا ہے کہ ایڈنبرا میں وہابی تحریک کے متعلق ۱۹۶۶ء میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں لفظ ”وہابی“ کا انگریزی میں دس مختلف ہجوں کو شمار کرایا ہے اور مصنف نے خود WAHABIYAN کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس سے بہت عرصہ قبل مرتضیٰ خاں رام پوری نے اپنی کتاب ”دافع انسداد، نافع العباد، قاتل الشرک والعبادة والبدعات مطبع محمدی ٹونک راجستھان ۱۲۸۴ھ (۶۸-۱۸۶۷ء) میں اس ”N“ کی وضاحت کی ہے۔ ۹

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تحریک کا ایک مختصر جائزہ:

محمد بن عبدالوہاب کی تحریک کے لئے سب سے پہلے وہابیت کا لفظ کس نے استعمال کیا؟ اور اس کے پس پردہ کیا عوامل اور محرکات تھے اسے مزید سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کے تاریخی ارتقاء اور تعلیمات پر ایک نظر ڈال لیں۔

اٹھارہویں صدی میں دیگر اسلامی ممالک کی طرح عربوں کی مذہبی اور سیاسی زبوں حالی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ شرک و بدعات کا ہر طرف بول بالا تھا۔ عوام پیروں، فقیروں درویشوں اور مجذوبوں کے مایا جال میں پھنسے ہوئے تھے۔ تصوف کے رسوم اور مشرکانہ طور طریق نے توحید پر پردہ ڈال دیا تھا۔ مقامات مقدسہ جسے نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب نے اضماع پرستی سے پاک کیا تھا وہ مشرکانہ بد اعمالیوں کا مرکز بن گئے تھے۔ اسلام کے نام لیوا تو تھے لیکن اسلامی روح نکل چکی تھی۔ محمد بن عبدالوہاب کے وطن نجد کی حالت اور خراب تھی۔ مشرکانہ عقیدوں اور خرافات کو اصل دین سمجھ لیا گیا تھا۔ کئی صدیوں سے گمراہی کی اس روش نے حق و باطل کا امتیاز مٹا دیا تھا۔ مشاہد اور مزاروں کی کثرت پیروں اور ملاؤں کا جھگھا اور متصوفانہ فضائے اس حجاز کا نقشہ ہی بدل دیا تھا جو اسلام کے ابتدائی ادوار میں توحید کی تجلیات سے منور تھا۔

تاریکیوں کے اس دور میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نے ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء میں عیینہ کے ایک علمی گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔ دس برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ حنبلی فقہ کی تعلیم اپنے والد شیخ عبدالوہاب سے مکمل کی۔ تفسیر اور حدیث سے خصوصی شغف تھا۔ بیس برس کی عمر میں مدینہ النبی آئے اور وہاں کے ممتاز علماء اور محدثین کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ مدینہ کے مشہور محدث شیخ عبداللہ بن ابراہیم نجدی (ف ۱۱۸۵ھ) کی صحبت اور مدینہ کے مشہور محدث شیخ محمد حیات سندھی (ف ۱۱۶۵ھ) کے حلقہ درس سے آپ نے علم حدیث میں مہارت پیدا کی۔ جذبہ دعوت و اصلاح کو حقیقتاً کرنے میں ان

دونوں استاذ کا بہت دخل تھا۔ ”چنانچہ ایک بار وہ حجرہ نبوی کے پاس کھڑے تھے اور سامنے بدعات کا بازار گرم تھا اتنے میں ان کے استاذ محمد حیات سندھی آگئے شیخ نے پوچھا: ”ان لوگوں کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟“ استاذ نے جواب دیا: ”ان ہولاء متبر ماہم فیہ و باطل ما کانوا یعملون۔“

مدینہ منورہ سے شیخ نے بصرہ کا قصد کیا اور شیخ محمد مجموعی سے حدیث اور لغت کا درس لیا۔ وہاں سے احساس ہوتے ہوئے حریملا لوٹ آئے جہاں ان کے والد مقیم تھے۔ ۱۳۰۷ء میں آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔

آپ نے اپنی دعوت کا آغاز حریملا سے کیا۔ دعوت کی بنیاد تو حید خالص کی پاکیزگی تھی، نیز عبادت خواہ کسی قسم کی ہو صرف اللہ کی ذات کے مخصوص ہونا چاہئے۔ اس راہ میں آپ نے ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اعزہ و اقربا اور قبائلی سرداروں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ حریملا میں فضا نا سازگار ہوئی تو عُمید نہ چلے گئے۔ کامیابی قدم چومنے لگی لیکن وہاں سے بھی در بدر ہونا پڑا۔ وہاں سے درعیہ پہنچے۔ امیر درعیہ محمد بن سعود نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور تحریک کے سب سے پر جوش حامی بن گئے۔ امیر محمد بن سعود کی عسکری قوت اور شیخ کی مذہبی قیادت نے تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کیا۔ شرک و بدعات کی گھٹائیں چھٹنے لگیں۔ آپ کی مجالس میں شریک ہونے والوں کا تانتا بندھا رہتا۔ دعوت کی مقبولیت بڑھتی گئی۔ دعوت کی یہ راہ آسان نہ تھی ہر طرف کانٹے ہی کانٹے ہی تھے۔ سیاسی اور مذہبی محاذ آرائی نے ہر جگہ رکاوٹیں کھڑی کیں، لیکن دعوت پر لبیک کہنے والوں نے ابتلاء و محن کو خوش آمدید کہا۔ دعوت کا حلقہ وسیع ہوتا گیا اور پورے نجد میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اپنی اصلی صورت میں جلوہ گر ہو گئیں۔ مسلسل پچاس سال دعوت و تبلیغ کے بعد ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء میں آپ رحلت فرما گئے۔

شیخ الاسلام کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں اور پوتوں نے دعوتی تحریک کا علم اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ تحریک کی بنیادیں مستحکم ہو چکی تھیں۔ اس دعوت سے شیخ الاسلام کا مقصد سیاسی اقتدار اور جاہ و چشم نہ تھا۔ وہ عرب کے مسلمانوں کو قرن اول کے مسلمانوں کی طرح دیکھنا چاہتے تھے۔ عرب کے معاشرہ کو شرک و بدعات کی دلدل سے نکالنا چاہتے تھے۔ اللہ نے انہیں کامیابی عطا کی دعوت کے ثمرات انہوں نے اپنی زندگی میں دیکھ لیا۔ دعوت کے استحکام کے ساتھ ہی انہوں نے خود کو سیاست سے الگ تھلگ کر لیا۔ ان کی آنے والے نسلوں نے بھی اپنے جدا مجد کی اتباع کی اور خود کو صرف خدمت دین تک محدود رکھا۔

دعوت کا سیاسی پہلو:

کوئی بھی قوم ایک مستحکم عسکری قوت کے بغیر ترقی کے منازل نہیں طے کر سکتی ہے۔ ملک کے انصرام و انتظام اور دشمنوں سے دفاع اور نبی عن المنکر کی تحریک اور شرعی احکام کے نفاذ کے لئے سیاسی طاقت کا استعمال ناگزیر ہے۔ نجد میں دعوت کو

کامیابی ملی تو قبائل کے سردار بھی امیر درعیہ کے مطیع ہوتے چلے گئے حتیٰ کہ پورے نجد پر ان کا قبضہ ہو گیا ۶۵ھ میں جب کہ دعوت کا عین شباب تھا امیر محمد بن سعود انتقال کر گئے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے عبدالعزیز جانشین ہوئے نجد پر قابض ہونے کے بعد ان کی نظریں حجاز اور عراق کی طرف اٹھیں، ۱۸۰۲ء میں کربلا پر آپ نے کامیاب حملہ کیا اور محرم ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء میں عبدالعزیز نے عارضی طور پر مکہ کو فتح کیا اور اسے شرک و بدعات کی نجاستوں سے پاک کیا۔ اسی سال رجب ۱۲۱۸ھ/نومبر ۱۸۰۳ء میں وہ ایک ایرانی شیعہ کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

امیر عبدالعزیز کی شہادت کے بعد ان کا بیٹا سعود امیر مقرر ہوا۔ اس نے خیبر، بحرین، عمان اور راس الخسیمہ تک اپنی فتوحات کو وسعت دیدی۔ ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۶ء میں دوبارہ مکہ کو فتح کیا پھر طائف اور مدینہ کو زیر نگین کیا۔ مدینہ میں عام قبروں کے قبوں اور مزارات کی گندگی کو صاف کیا۔

وہابیوں کی مسلسل فتوحات نے ترکی حکومت، برٹش سامراج، ایران اور مصری حکومت کو خوف زدہ کر دیا۔ نجدیوں کی سرکوبی کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ آخر کار ترکی حکومت نے مصر کے حاکم محمد علی کو نجدیوں کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا۔ دوسری طرف خلیج فارس میں وہابیوں کا اقتدار انگریزوں کے نزدیک شدید خطرہ تھا۔ انگریز حکام نے ۱۸۰۹ء میں بمبئی سے ایک بحری بیڑہ کپتان وین رائٹ اور کرنل سر لیونل اسمتھ کی قیادت میں خلیج فارس روانہ کیا جنہوں نے امام مسقط سے مل کر وہابیوں کے خلاف کارروائی کی اگرچہ اس سے وہابیوں کو کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا، لیکن یہ پہلی کامیاب ضرب تھی جو ان پر لگی گئی۔ ادھر محمد علی پاشا وہابیوں سے فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے ۱۸۰۹ء سے تیاریاں شروع کریں ۱۸۱۴ء میں امیر سعود کی وفات ہو گئی اور اس کا بیٹا عبداللہ برسر اقتدار ہوا۔ ۱۸۱۶ء میں محمد علی کے لے پالک بیٹے ابراہیم پاشا کی قیادت میں ایک لشکر سویز سے روانہ ہوا ۱۸۱۸ء میں ابراہیم پاشا نے نجدیوں کو شکست دے دی۔ امیر عبداللہ گرفتار ہو کر قسطنطنیہ بھیج دیا گیا، جہاں اسے سخت اذیت دینے کے بعد قتل کر دیا گیا اور نجدی پایہ تخت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ اس کے ساتھ ہی نجدی تحریک کی سیاسی طاقت ختم ہو گئی، لیکن اس کی اخلاقی، مذہبی اور سماجی اصلاحات نے عربوں کو دوبارہ کتاب و سنت کی طرف لوٹا دیا۔ اس تحریک کے بین الاقوامی پیمانے پر اثرات مرتب ہوئے۔ افریقہ اور ایشیائی ممالک میں احیائے دین کی متعدد تحریکوں نے جنم لیا۔

سیاست کے ماہرین اور مخالفین کو یہ خوش گمانی تھی کہ نجدیوں کی تحریک ہمیشہ کے لئے پردہ عدم میں چلی گئی، لیکن رب ذوالجلال کے پراسرار رموز و مصالح کو کون سمجھ سکتا ہے اور پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے کون جان سکتا ہے؟ تقریباً پون صدی تک کویت کے صحراؤں میں گم نامی کی زندگی گزارنے کے بعد سعودی خاندان کا سورج پھر طلوع ہوا۔ ابتلاء اور آزمائشوں نے انہیں مایوس نہیں کیا۔ ۱۹۰۲ء سے ۱۹۳۲ء تک انہوں نے ایک بار پھر نجد و حجاز پر امیر عبدالعزیز کی قیادت میں

اپنے اقتدار کا پرچم لہرایا۔ انہیں پوری دنیا کے خوش عقیدہ کلمہ گو لوگوں کے غیظ و غضب کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۹۲۶ء میں انھوں نے ایک بین الاقوامی کانفرنس بلائی اور ساری دنیا کے علماء کے سامنے اپنا موقف رکھا۔ مخالفین اپنے رویہ سے آج تک باز نہیں آئے لیکن وہ اپنے اجداد کی طرح آج تک شرک و بدعت کے خلاف جنگ اور کتاب و سنت کی ترویج میں مصروف عمل ہیں۔ اقامت دین کی برکت اور رحمت الہی نے انھیں پٹرول کی دولت سے مالا مال کیا۔ باران رحمت کی طرح آج ساری دنیا اس حکومت کے اقتصاد سے فیض اٹھا رہی ہے۔ فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے جو سہولیات اس حکومت نے مہیا کی اور کر رہی ہے شاید اس سے بہتر کا خواب بھی نہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ وہ خادم الحرمین ہی نہیں اسلام اور اہل اسلام کے پاسباں ہیں۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب کی تعلیمات:

نجدی وہابی دیگر مسلمانوں سے کسی چیز میں مختلف نہیں ہیں، صرف اتنا ضرور ہے کہ وہ دین کے بعض بنیادی ارکان پر زیادہ زور دیتے ہیں وہ اسلام کا بنیادی ماخذ صرف قرآن اور احادیث نبوی کو قرار دیتے ہیں، اس کے علاوہ مندرجہ ذیل اصولوں پر سختی سے عمل پیرا ہیں:

۱- توحید: وہ توحید کی تینوں قسموں توحید الوہیت، توحید ربوبیت اور توحید فی الاسماء والصفات کو اسی طرح ماننے پر زور دیتے ہیں جس طرح سلف صالحین کا عقیدہ ہے۔ اس سلسلے میں وہ تصوف کے گمراہ کن عقائد کی سختی سے تردید کرتے ہیں۔

۲- اجتہاد: وہابی اجتہاد کو صرف چار اماموں میں محصور نہیں مانتے ہیں، خود شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نے اندھی تقلید کے خلاف متعدد رسالے لکھے۔

۳- وہ توسل غیر شرعی کے سخت مخالف ہیں۔ ان کے نزدیک اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لئے کسی زندہ یا مردہ شخص کی حاجت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کی رگ گردن سے زیادہ قریب ہے۔

۴- وہ ہر قسم کی بدعت، قبر پرستی، پیروں کی تعظیم میں مبالغہ، شادی بیاہ اور دیگر رسوم میں اسراف کے سخت مخالف ہیں۔

۵- جہاد: وہ اقامت دین کے لئے جہاد کو اسلام کی روح سمجھتے ہیں، جہاد کے ذریعہ ہی اسلام کے احکام اور شرعی قوانین کا نفاذ ہو سکتا ہے۔

۶- شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب اور ان کے متبعین فروع میں حنبلی مسلک پر عمل کرنا پسند کرتے ہیں کیوں کہ تنہا یہی مسلک سلف صالحین کے منہج سے زیادہ قریب ہے۔ اگر کوئی مصلح حدیث کے خلاف ہے تو وہ حدیث پر عمل کرنا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کی تصانیف اور ان کا دعوتی اسلوب:

شیخ محمد بن عبدالوہاب کا تصنیفی سرمایہ جس قدر ہے وہ انھیں ایک اچھا مصنف ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ ان کی بیشتر تصانیف کا تعلق دعوت و تبلیغ سے ہے اور توحید کی وضاحت، شرک و بدعات کی تردید، قبور پرستی، مزار و مشاہد وغیرہ کی حرمت پر مشتمل ہے۔

شیخ کی تصنیفات میں سب سے زیادہ مشہور اور متداول ان کی کتاب ”کتاب التوحید“ ہے۔ اس کتاب کو نجدی تحریک کا منشور کہا جاسکتا ہے۔ اس کتاب میں آپ نے توحید کی حقیقت اس کے حدود، شرک اور اس کی خرابیاں، استغاثہ، استغاثہ، توسل، دعاء، نذر، ذبح، کہانت، سحر فال وغیرہ شرک و بدعات کے بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ شیخ کا انداز یہ ہے کہ آپ پہلے باب باندھتے ہیں پھر اس کے تحت قرآنی نصوص اور صحیح احادیث کا ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ شیخ اپنی طرف سے بہت کم کہتے ہیں۔ بلا کم و کاست جس طرح قرآن و سنت میں مذکور ہے اسی طرح بیان کر دیتے ہیں۔

اس کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ بے شمار ایڈیشن اس کے نکل چکے ہیں۔ نجدی دعوت کی روشنی عام کرنے میں اس کتاب کا سب سے اہم کردار رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی عرب و عجم کے مبتدعین کا نشانہ بھی اسی طرح بنی ہے جس طرح تقویۃ الایمان ہندوستان کے خوش عقیدہ مسلمانوں میں بدنام ہے۔

عمومی طور پر ان کی تمام تصانیف اور خصوصاً کتاب التوحید کے طرز اسلوب کے بارے میں مولانا مسعود عالم ندوی کی کتاب ”محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح“ سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو: ”شیخ کی تحریروں میں متکلمانہ موشگافیاں اور یونانی علوم سے متاثر متاخرین فقہاء کی دور از کار باتیں نہیں ملیں گی۔ وہ ٹھیکہ محدثانہ طریقہ پر لکھتے ہیں۔ جو بات کہی دو ٹوک سیدھے سادے الفاظ میں، کتاب و سنت کے نصوص سے آراستہ و پیراستہ اور بس۔ سچائی اور حقانیت کے پیکر کو ظاہری جمال و آرائش کی کیا ضرورت؟ سچائی اپنے اندر خود ایک نامعلوم کشش رکھتی ہے۔“

ان تصنیفات کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان پر یونان اور یونانی علوم کی ہلکی سی پرچھائیں بھی نہیں پڑی۔ ہمارے ہاں ہندوستان کے بڑے سے بڑے مجدد دین امت کی کتابیں بھی ”یونانی گورکھ دھندے اور اشراقیت کے اثرات سے پاک نہ رہ سکیں۔ شیخ کا طریقہ بالکل قرآنی ہے اور ان کی دلیں جزء و کل سے قرآن و حدیث سے ماخوذ ہوتی ہیں۔“ ۱۰

دوسری اہم خصوصیت جو انھیں اس دور کے علماء سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ کہ وہ تصوف کے گورکھ دھندوں، اس کی اصطلاحات۔ باطنی جلا کے لئے ریاضت کے نایاب طریقہ، مراقبہ، کشف، سلوک کے منازل اور مراحل، اس کی پیچیدہ

اصطلاحات سے دامن بچا کر نکل گئے۔ شیخ نے نہ اپنی تحریروں میں اور نہ اپنی دعوت میں اس کی کوئی گنجائش رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنت پر مشتمل ان کی سیدھی سادی تحریریں دلوں میں اتر جاتی ہیں۔ ان کے اسلوب کی سادگی نے ان کی باتوں میں وہ تاثیر پیدا کر دی اور ان کے خلوص اور دینی تڑپ نے وہ جلوہ دکھایا کہ نجد و حجاز کی دنیا ہی بدل گئی۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تحریک کے مخالفین:

جب سے دنیا وجود میں آئی ہے اور حضرت انسان نے یہاں پر قدم رکھا ہے، حق و باطل کی معرکہ آرائی اسی وقت سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ الہامی کتابیں خصوصاً قرآن کریم اور تاریخ کی کتابوں میں اس کی تفصیل دیکھ سکتے ہیں، شیخ الاسلام کی نجدی تحریک اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اسلام کی وہ تعلیمات جس پر گرد کی دیر تھیں جم چکی تھیں جوں ہی انھوں نے اس گرد کو صاف کرنا شروع کیا عرب و عجم کی اقوام ان پر پل پڑیں۔ ایک طرف مسلم علماء، مسلم حکمران اور دوسری طرف مغربی اقوام سب نے اکٹھا ان پر یلغار کر دیا۔ شیخ کی تحریک کو دنیا کے تمام مسلمانوں سے الگ تھلگ کرنے کے لئے انھوں نے جو ہتھیار استعمال کیا وہ ان کے لئے لفظ وہابیت کا پروپیگنڈہ تھا جسے نجدی تحریک کے لئے ساری دنیا میں رائج کیا گیا۔

اس لفظ کا نجدی تحریک کے لئے سب سے پہلے کس شخص نے استعمال کیا، متعین طور پر سراغ لگانا ذرا مشکل ہے۔ مولانا مسعود عالم ندوی کے نزدیک شیخ الاسلام کی زندگی ہی میں مخالفوں نے ان کی تحریک کو وہابیت کا لقب دے دیا۔ انھوں نے اس کی تائید میں ایک مصری معاصر کا ذکر محمد حامد الفتی کے حوالے سے کیا ہے۔ لیکن اتنا طے ہے کہ اٹھارہویں صدی کی پہلی دو دہائی میں یہ لفظ مغربی مستشرقین اور مخالفین میں پوری طرح مشہور ہو گیا تھا۔ مولانا ندوی کی تحقیق کے مطابق شیخ الاسلام کی وفات کے بعد برک ہارٹ ۱۸۱۴ء/ ۱۲۲۹ھ میں محمد علی مصری کے قبضہ کے بعد حجاز آیا تھا اور ۱۸۱۶ء میں اس نے ”وہابیوں سے متعلق یادداشت تیار کی۔ اس نے وہابی کی اصطلاح بار بار استعمال کی ہے۔ اسی کے معاصر مشہور مؤرخ عبدالرحمن جبرتی (ف ۱۲۳۸ھ) ہیں، ان کے یہاں بھی وہابی کی اصطلاح بکثرت استعمال ہوئی ہے۔ ۱۱

کپتان جی ایف سیڈلر جسے حکومت برطانیہ نے ابراہیم پاشا کے پاس مبارکباد دینے کے لئے بھیجا تھا نیز اسے عرب کے نئے حکمرانوں سے ان کے منصوبوں پر گفتگو کرنے کے لئے مامور کیا تھا، تاکہ ان کو خلیج فارس کے سواحل پر قدم جمانے کے لئے کسی نئے عزم سے باز رکھا جائے۔ کپتان سیڈلر نے بھی اپنے سفر نامے میں شیخ کی دعوت کے لئے وہابیت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ۱۲

یہ واضح رہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بھائی شیخ سلیمان بن عبدالوہاب پہلے شیخ کی تحریک کے مخالف تھے لیکن بعد میں وہ شیخ کی دعوت سے متفق ہو گئے اور تحریک کی اشاعت میں لگ گئے۔ مخالفین عام طور پر ان کی مخالفت کا تو ذکر کرتے ہیں

لیکن ان کے تابع ہونے کو قصداً نظر انداز کرتے ہیں، شیخ کی مخالفت میں ان کے دورسائے مشہور ہیں ”الصواعق الالہیۃ فی الرد علی الوہابیۃ اور فصل الخطاب فی الرد علی محمد بن عبد الوہاب“ رسالوں کی ان کی طرف نسبت کرنا غلط اور مشکوک ہے۔ ۱۳

شیخ الاسلام کے مخالفین کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلا سیاسی اور دوسرا مذہبی۔ سیاسی مخالفین میں سرفہرست ترکی حکومت، مصری حکومت اور برطانوی استعمار شامل ہیں۔ مذکورہ حکومتوں نے نجدیوں کی سیاسی قوت کو اپنے مقبوضات کے لئے سخت خطرہ محسوس کیا۔ بالآخر تینوں کی متحدہ کوششوں سے ۱۸۱۸ء میں نجدیوں کی حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ نجف اور کربلا پر حملے کی وجہ سے ایران کی حکومت بھی سخت ناراض تھی لیکن اسے فوجی کارروائی کا موقع نہیں مل سکا۔ مذہبی مخالفین میں سلمان بن محمد بن عجم پہلا شخص تھا جس نے شیخ کی زندگی ہی میں باقاعدہ دنیائے اسلام میں مراسلت کے ذریعہ افترا پردازیاں شروع کر دیں۔ اس کے علاوہ احمد بن علی بصری، محمد بن عبد الرحمن ابن عقائد، عسائی، عبد اللہ بن عیسیٰ مولیس، ابن فیروز نے اس مہم میں ابن عجم کا ہاتھ بٹایا۔ اس کے بعد تو گالیوں، افترا پردازیوں کی بارش کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ آج تک جاری ہے۔

در اصل دنیا دار علماء اور مبتدعین کا گروہ ایسا ہے جس سے ہر زمانے میں حکمرانوں نے فائدہ اٹھایا۔ باقاعدہ انھیں وظائف اور تحائف دے کر اپنا آلہ کار بنایا۔ سلطان ٹیپو جب انگریزوں کے خلاف برسر پیکار تھا۔ انگریزوں کی شاطرانہ چالوں سے مقابلہ کے لئے ہندوستانی ریاستوں اور اسلامی ممالک میں سفارتیں بھیج کر مدد کے لئے درخواست کرتا رہا۔ ایسے وقت میں انگریزوں نے مرکز خلافت ترکی سے سلطان کے خلاف فتویٰ حاصل کر کے اس کا پرچار کیا۔ وہ چیختا رہا۔ حقائق بتلاتا رہا۔ انگریزوں کے خلاف جہاد کے شرعی دلائل پیش کرتا رہا لیکن فتویٰ اپنا کام کر چکا تھا۔ ۱۴ نجدی تحریک کے خلاف بھی استعماری طاقتوں نے مولویوں، صوفیاء کو اس مشن پر متعین کر دیا۔ ان سے فتاوے لئے گئے، ہفتوات، خرافات اور افترا پردازیوں، دشنام طرازیوں پر مشتمل کتابیں اور رسالے لکھوائے گئے چنانچہ مکہ میں احمد زینی دحلان اور ہندوستان میں فضل رسول بدایونی اس کے سرغنہ تھے، یہ دونوں باقاعدہ حکومت کے وظیفہ خوار تھے۔ اس طرح نجدی تحریک کی مخالف سیاسی طاقتیں اسے مذہبی رنگ دینے میں کامیاب ہو گئیں۔ تحریک کے مخالفین علماء میں ایک طبقہ تو مبتدعین اور قبوریوں اور صوفیاء کا تھا، جنہوں نے اسلام کے متوازی ایک اور شریعت گڑھ رکھی تھی اور اسلام کے ہر سچے پیروکار کو اپنی کفر ساز فیکٹری سے کفر اور ارتداد کا فتویٰ صادر کرنا ان کے لئے معمولی بات تھی، ان کے پاس سوائے گالیوں اور جھوٹی الزام تراشیوں کے کچھ نہ تھا، دوسرا طبقہ ان علماء کا تھا، جنہوں نے سنجیدہ اور ثقہ ہونے کے باوجود، شیخ ان کے آل اور تلامذہ کی تصنیفات کا مطالعہ کئے بغیر سنی باتوں اور افواہوں پر یقین کر لیا اور نجدی تحریک کو ایک نیا فرقہ قرار دیا اور انھیں اسلام سے خارج کر دیا۔ تیسرا طبقہ ان علماء کا تھا جو کسی طرح کے منصب پر

فائز تھے اور ان کی تحریک کو اپنے جاہ و حشم اور منصب کے لئے خطرناک سمجھا۔ ۱۵ اس کے علاوہ شیعوں نے نجدی تحریک کے خلاف الگ محاذ بنالیا تھا اس لئے کہ سعودی حکومت نے نجف کربلا سے عقیدے کی نجاست کو صاف کر دیا تھا۔ مخالفین کا اتنے بڑے پیمانے پر اتحاد بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ ان سب نے مل کر شیخ کی تحریک کو نہایت ہی ہیبت ناک، اسلام کی بدترین دشمن اور ہوا بنا کر پیش کیا۔

شیخ نے خود اپنے مراسلوں میں تحریک کے عقائد کے متعلق صفائی پیش کی۔ پھر آپ کی اولاد اتحاد تلامذہ نے یہ ذمہ داری بڑی خوبی سے نبھائی۔ اس سلسلے میں ”مجموعۃ الهدیۃ السنیۃ والتحفۃ الوہابیۃ النجدۃ (مرتبہ سلیمان بن سحمان نجدی) میں مرتب نے ایسے پانچ رسالوں کو جمع کر دیا ہے جس میں نجدی تحریک کے عقائد اور تعلیمات پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز افتخار پرداز یوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔ اردو میں ان رسالوں کا ترجمہ مولانا اسماعیل صاحب غزنوی نے کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں علماء اہلحدیث، مصر میں علامہ رشید رضا مصری اور محمد حامد الفقی نے تحریک کا بھرپور دفاع کیا۔ شیخ الاسلام اور ان کی دعوت کے خلاف جو الزام تراشیاں کی گئیں یا انھیں پھر سے اچھالا جا رہا ہے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا ہوں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس عظیم الشان اسلامی تحریک کے لٹریچر کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے۔

ہندوستانی وہابیت:

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے مخالفین نے جو عالمی پروپیگنڈہ کیا، اس کی خبریں ہندوستان میں بھی بروقت پہنچیں۔ یہ خبریں پہنچانے والے وہ مبتدعین علما تھے جو برطانوی سامراج کے آلہ کار بنے ہوئے تھے۔ شیخ نجدی کی تحریک کے بعد اقامت دین اور شرک و بدعات کے خلاف جہاں کہیں کوئی تحریک اٹھی فوراً اس کا تعلق نجدی تحریک سے جوڑ دیا گیا، خواہ وہ لیبیا کی سنوسی تحریک ہو یا طرابلس کی سلفی تحریک ہو یا ہندوستان کی تحریک شہیدین ہو۔

ہندوستان میں وہابیت کا اطلاق مختلف معانی پر ہوتا ہے، غالی خفی، رضا خانی، قبوری حضرات، ہر اس تحریک یا فرد کو وہابی کہتے ہیں جو توحید کا داعی ہو، قبر پرستی اور شرک و بدعات، جاہلانہ رسوم اور صوفیا کے گمراہ کن عقائد کے خلاف ہو۔ عام دیوبندی اور خفی حضرات اہل حدیث کو وہابی کہتے ہیں، ان کے نزدیک ہندوستان کے اہلحدیث اور نجدی تحریک کے عقائد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مولانا مسعود عالم ندوی کے نزدیک وہابیت صرف اہل حدیث کے اندر محدود نہیں ہے۔ اہل دیوبند کا ایک اچھا خاصا طبقہ سید احمد شہید کے مسلک پر چلنا اپنے لئے سرمایہ سعادت سمجھتا ہے۔ لہذا یہ طبقہ بھی عرف عام میں وہابی کی فہرست میں آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ: ”سمجھدار مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد سید صاحب اور مولانا شہید کے مشرب و مسلک کو عین اسلام تصور کرتی ہے اس لئے وہ بھی وہابی کے فہرست میں آتے ہیں۔“ ۱۶

۱۸۰۳ء میں امیر عبدالعزیز کے فتح مکہ کے بعد ہی ہندوستان میں بھی افواہیں پہنچ چکی تھیں کہ نجد سے ایک شخص محمد بن عبد الوہاب نجدی عرب میں بے قصور مسلمانوں، عورتوں، مردوں، بوڑھے اور بچوں کا قتل عام کر رہا ہے۔ مساجد، مزارات اور مقامات مقدسہ کو مسمار کر رہا ہے۔ چنانچہ ۱۸۰۹ء میں بنارس میں ہندو مسلمان میں فساد ہوا تو ہندوؤں نے مسلمانوں کو دھمکی دیا کہ عرب میں خود تمہارے بھائی ایک دوسرے کو مار رہے ہیں، یہاں ہم تمہیں ماریں گے۔ اے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجدی تحریک کے خلاف پروپیگنڈا کا اثر پورے ہندوستان پر پڑا تھا۔

نجدی تحریک اور تحریک شہیدین ایک موازنہ:

یقیناً شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تحریک اور تحریک شہیدین میں بڑی مماثلت ہے اور یہ مماثلت فطری ہے۔ اسی کا فائدہ تحریک شہیدین کے مخالفین نے اٹھایا اور تحریک شہیدین کو وہابی تحریک کا لقب دیدیا۔ اگرچہ یہ بطور تحقیر اور دشنام طرازی تھا اور ہندوستانی مسلمانوں کو یہ باور کرانا تھا کہ نجدی تحریک کی طرح یہ تحریک بھی شیعوں اور روافض کی طرح ایک الگ فرقہ ہے اور دین سے خارج ہے۔ اسی بدنام لقب سے آج بھی تحریک شہیدین کے متبعین یاد کئے جاتے ہیں۔

نجدی تحریک اور تحریک شہیدین دونوں کا سرچشمہ ایک تھا۔ دونوں تحریکیں کتاب و سنت کی داعی تھیں، عرب اور ہندوستان دونوں ملکوں کے مسلمان شرک و بدعات، جاہلانہ رسوم اور تصوف کے گمراہ کن عقائد کو اصل دین سمجھ بیٹھے تھے۔ نجدی تحریک کی تعلیمات اور ہندوستانی وہابیت کا سارا زور کتاب و سنت کی اشاعت اور توحید خالص کی دعوت پر تھا، اس کے ساتھ کچھ ایسے پہلو بھی تھے جہاں دونوں کی راہیں الگ ہو گئی تھیں۔ ہندوستانی وہابیت کا نمایاں پہلو اس کا قومی شعور اور سیاسی نظریہ تھا۔ ہندوستان پر سات سمندر پار سے آنے والی سفید فام قوم نے تسلط جمالیا تھا جب کہ عرب کی صورت حال قطعی مختلف تھی۔ وہاں مقابلے پر مسلمان تھے، یہی وجہ ہے کہ نجدی تحریک صرف سماجی اور مذہبی اصلاح تک محدود تھی۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب کو امیر محمد بن سعود کی صورت میں ایک سرپرست اور سیاسی قائد مل گیا تھا، جس کی وجہ سے انھوں نے اپنی جدوجہد کے ثمرات خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ دوسری طرف سید احمد بریلوی اور مولانا اسماعیل شہید نے سماجی اور مذہبی اصلاحات کے ساتھ اپنے لئے ایک مقصد اعلیٰ منتخب کر لیا یعنی انگریزوں کو ملک سے باہر نکالنا۔ وہ اقتدار کے طالب نہ تھے، لیکن غیروں کا تسلط انھیں گوارہ نہ تھا۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کی کتاب ”کتاب التوحید“ اور مولانا اسماعیل صاحب کی ”تقویۃ الایمان“ کے اسلوب میں کافی فرق ہے۔ شیخ الاسلام اپنی طرف سے بہت کم کہتے ہیں۔ نصوص قرآن اور احادیث کی ترتیب سے ان کی مطابقت اور مسائل کا استنباط ایسا انداز ہے جس سے صرف تعلیم یافتہ لوگ ہی مکمل طور سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ دوسری طرف تقویۃ الایمان کے مخاطب کم پڑھے لکھے عوام ہیں۔ توحید اور شرک کے متعلق مسائل کو شاہ صاحب نے نہایت سادہ انداز میں بیان کیا ہے۔

آپ معاشرہ میں رائج ایک ایک رسم کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی شرعی حیثیت واضح کرتے ہیں۔ دونوں تحریکوں میں مماثلت محض مشترک مآخذ اور یکساں حالات کی وجہ سے تھی۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہندوستانی وہابی تحریک اور نجدی تحریک ایک ہیں یا سید احمد بریلوی نے نجدی تحریک کے اثر سے ہندوستان میں اپنی تحریک چلائی یہ محض بے بنیاد اور من گھڑت کہانی اور صرف تاریخ سازی ہے۔

تحریک شہیدین کے سیرت نگاروں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ہندوستان کی وہابیت کا نجدی تحریک سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دراصل یہ پانچ شاطران فرنگ کی ہے جنہوں نے مسلمانوں میں تفریق ڈالنے اور تحریک شہیدین کو ان سے الگ کرنے کے لئے انہیں وہابی کہہ کر بدنام کیا۔ سب سے پہلے بدنام زمانہ مصنف ڈبلیو۔ ڈبلیو ہنٹر نے جسے ہندوستانی وہابیت کا اکسپرٹ سمجھا جاتا ہے یہ شوشہ چھوڑا کہ سید احمد بریلوی نجدی وہابیوں کا نظریہ لے کر ہندوستان آئے اور اسے ہندوستان میں پھیلانا شروع کر دیا۔ وہ لکھتا ہے: ”سید صاحب مکہ ہی میں تھے تو حکومت کے علم میں یہ بات لائی گئی کہ سید صاحب کے عقائد بھی ان صحرائی بدوؤں کی جماعت کے مطابق ہیں، جن کی وجہ سے مقدس مقامات میں ایسے ایسے نقصانات اٹھانا پڑا۔ لہذا مکہ معظمہ میں ان کی اعلانیہ بے عزتی گئی اور خارج البلد کر دیا گیا، اس سزا کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ ہندوستان واپس آئے تو مشرکانہ بدعت کے مصلح اور محض خطی نہ تھے بلکہ عبدالوہاب کے پکے مرید تھے، پہلے جو چیز ان کی نظر میں محض خواب و خیال تھی اب وہ ان کی حقیقی روشنی میں نظر آنے لگی۔“ ۱۸

تاریخی حقائق ہمیں بتلاتے ہیں سید احمد بریلوی اور ان کے رفقاء نے ۱۸۲۲ء میں فریضہ حج کی ادائیگی کی اس وقت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں وہابیت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ وہابی مبلغین سے ان کی ملاقات کا کوئی سراغ نہیں ملتا ہے، نیز وہ اور ان کے رفقاء نے ارکان حج نہایت اطمینان کے ساتھ ادا کیا۔ ہنٹر کو یہ تک معلوم نہیں کہ جس شخص کا وہ ذکر کر رہا ہے اس کا نام محمد بن عبدالوہاب ہے نہ کہ عبدالوہاب۔

سید احمد بریلوی کا قافلہ اگست ۱۸۲۱ء میں حج کے لئے روانہ ہوا۔ مئی ۱۸۲۲ء میں مکہ پہنچا، پانچ ماہ مکہ میں قیام کیا اور ایک ماہ مدینہ میں۔ مکہ اور مدینہ میں قیام کے دوران علماء اور حکام آپ سے نہایت عزت و احترام سے پیش آئے۔ مولانا سید ابوالحسن سیرت سید احمد شہید میں لکھتے ہیں: ”آپ سے بیعت کرنے والوں میں حنفی مصلیٰ کے امام شیخ مصطفیٰ، خواجہ الماس ہندی اور بعض دوسرے خواجہ سرا، شیخ شمس الدین شطا، احمد پاشا سلطان مصر کے نائب، شیخ حسن آفندی جیسے فضلاء اور عمائد تھے۔“ ۱۹ شیخ حسن آفندی کے لئے مولانا شاہ اسماعیل شہید نے ”صراط مستقیم“ کا عربی میں ترجمہ کیا۔ علماء مکہ میں شیخ عبداللہ سراج، سید محمد مغربی، حافظ بخاری مع قسطلانی، شیخ حمزہ محدث، شیخ احمد بن ادريس، محمد علی ہندی، ملا بخاری، امام شیخ صالح شافعی، حنفی مفتی اور

واعظ شیخ علی سے برابر ملاقاتیں رہتی تھیں۔ مدینہ کے سفر کے لئے احمد پاشا حاکم مکہ کے ذریعہ ۱۲۰/اونٹ آپ نے کرایہ پر لیا۔ ۱۹ ہرن اوپیرن لکھتا ہے:

" Although the militant Wahhabis were not in control of Hijaz at that time, the Indian Mohammadi were undoubtedly aware of their similar movement for reform. The Indian Mohammadi had no apparent connection with the Arabian Wahhabi movement." (20)

(جب سید احمد بریلوی فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے گئے) اس وقت حجاز پر وہابی مجاہدین کا کوئی تسلط نہیں تھا۔ اگرچہ ہندوستانی محمدیوں (وہابیوں) کو ان کی تحریک کے مثل ایک اصلاحی تحریک (نجدی تحریک) کا علم تھا، لیکن ہندوستانی محمدی کا عربی وہابیوں سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اسی صفحہ میں آگے وہ لکھتا ہے کہ کوئی ایسا واضح ثبوت نہیں ملتا ہے کہ سید احمد بریلوی نے حج سے قبل جہاد کی تبلیغ کی تھی یا اسلام کے مقدس شہروں میں انھیں اس قسم کا کوئی تجربہ ہوا تھا۔ مذکورہ بالا سطور سے آئینے کی طرح صاف ہو جاتا ہے کہ نہ ہی تحریک شہیدین کا نجدی تحریک سے کوئی رابطہ تھا اور نہ اس سے سید احمد بریلوی متاثر تھے۔ ہنٹر کی طرح اسلام کا بدترین دشمن گستاخ رسول مارگو لیو تھ نے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں وہابیت کے موضوع پر تاریخی و تصنیفی اغلاط کا موقع پیش کیا ہے۔ وہ مولانا اسماعیل کو سید صاحب کا بھانجا یا بھتیجا اور ”صراط مستقیم“ کو وہابیہ ہند کا قرآن کہتا ہے۔ ۲۱ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہندوستانی وہابیوں کو انگریزی حکومت Fanatic یعنی مذہبی جنونی اور باغی کے نام سے یاد کرتی تھی۔

ہندوستان میں وہابیت کے استعمال اور نجدی وہابی سے ان کے تعلق کے بارے میں سب سے پہلے نواب سید صدیق حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی متعدد تصانیف میں کہیں مفصل اور کہیں ضمیمہ بحث کی ہے۔ آپ نے حج الکریمۃ فی آثار القیامۃ (فارسی مطبوعہ ۱۲۹۱ھ)، ہدایۃ السائل الی ادلۃ المسائل (مطبوعہ ۱۲۹۸ھ)، اتحاد النبلا (فارسی مطبوعہ ۱۲۸۶ھ)، التاج المکمل (مطبوعہ ۱۲۹۸ھ) اور ترجمان وہابیہ (مطبوعہ ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں بحث کی ہے، جس سے نجدی تحریک کے بارے میں اور وہابی تحریک سے اس کے تعلق کے بارے میں کھل کر ان کا موقف سامنے آتا ہے۔ ان کے نزدیک نجدی وہابی تحریک اور ہندوستان کی وہابی تحریک دو الگ اور مختلف تحریکیں ہیں، دونوں کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نجدی تحریک فروع میں امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے، جب کہ ہندوستانی وہابیوں کا تقلید سے کوئی رشتہ نہیں ہے وہ براہ راست کتاب و سنت سے مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ آپ نے نجدی تحریک کی مذمت کی ہے اور نہ شیخ اسلام محمد بن عبدالوہاب کی تکفیر و تحقیر کی ہے۔ آپ کی تحریروں کے اسلوب سے واضح ہے کہ آپ نے صرف ان کی تحریک سے برأت کا اظہار کیا ہے اور یہ

تاریخی حقیقت ہے اسے کوئی جھٹلا نہیں سکتا ہے کہ مماثلت کے باوجود دونوں تحریکوں کے قیام کے عوامل و محرکات اور ماحول میں بھی کافی فرق ہے ۲۲۔ نواب صاحب ہی نے یہ انکشاف کیا کہ ہندوستانی وہابی تحریک کو وہابیت کا لقب دینے والا پہلا شخص مولوی فضل رسول بدایونی ف ۱۸۷۲ء ہے۔ ۲۳۔

اہلحدیث اور وہابی:

کیا اہل حدیث اور وہابی (ہندوستانی وہابی) ایک ہی جماعت کے دو نام ہیں یا یہ دو الگ الگ جماعتیں ہیں؟ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے ہمیں تحریک شہیدین کے پس منظر میں جانا ہوگا۔

تحریک شہیدین کے بانی سید احمد بریلوی کی تربیت خانوادہ ولی اللہی میں ہوئی تھی۔ ان کی تمام سرگرمیوں اور افکار پر ولی اللہی فکر کی چھاپ واضح طور پر دکھائی پڑتی ہے، سید احمد بریلوی کے افکار کا سرچشمہ شاہ ولی اللہ کی تصنیفات ہیں۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سلطنت مغلیہ کے زوال اور طوائف الملوکی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو واپس لانے کے لئے انھوں نے عملی کوشش بھی کی، ان کی عملی سرگرمیوں کی پوری تفصیل ہم ان کے مکتوبات میں دیکھ سکتے ہیں، ان کے عہد میں لوگ شریعت سے زیادہ طریقت کے قائل تھے۔ عوام تصوف کے توہمات اور بدعتیہ کی شکار تھے۔ شاہ صاحب خود اس راہ کے سالک تھے اور وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی تطبیق سے ایک نیا صوفی طریقہ ایجاد کرنے میں مصروف تھے۔

۳۲ء میں آپ حجاز تشریف لے گئے، آپ نے وہاں چودہ ماہ قیام کیا اور شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکردی سے علم حدیث کی تحصیل کی۔ ۳۴۔ شاہ صاحب کو گویا ایک نئی روشنی مل گئی جس کا تذکرہ آپ نے بار بار ”فیوض الحرمین“ میں کیا ہے۔ واپسی کے بعد آپ تصنیف و تالیف اور احیائے دین کے لئے خاکہ بنانے میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے اپنی تصانیف میں قرآن اور سنت کو اسلام کا اصل سرچشمہ بنانے پر خاص زور دیا۔ تقلید، اصحاب الرائے اور اصحاب الحدیث کے فرق اور محرکات پر روشنی ڈالی اور اس سلسلے میں اپنے موقف کو واضح کیا۔ آپ کا مقصد یہ تھا علماء فقہ کی موشگافیوں، تصوف کی پیچیدگیوں، تفریق مسائل اور مفروضات میں الجھنے کے بجائے اسلام کے اصل مآخذ کتاب و سنت کو سمجھنے کی طرف مائل ہوں، حجۃ اللہ البالغہ، المسموٰی، المصنفی، عقد الجید اور الانصاف فی بیان سبب الاختلاف میں ان تفصیل کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، آپ نے صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ احیائے دین کے لئے ضروری سمجھا کہ اجتہاد کا وہ دروازہ جسے فقہانے بند کر دیا تھا اسے دوبارہ کھولا جائے۔ قرآن مجید کو براہ راست سمجھنے کے لئے فارسی زبان میں اس کا ترجمہ کیا۔ اس طرح آپ نے احیائے دین کے لئے ایک مکمل فکری نظام ترتیب دے دیا۔ شاہ صاحب کی یہی تجدیدی کوششیں تحریک شہیدین کی بنیاد ہیں۔

شاہ صاحب کے صاحب زادوں نے آپ کی فکر کی تجلیات کو اپنے اندر جذب کر لیا۔ آپ کے صاحب زادے شاہ رفیع الدین ف ۱۲۲۳ھ/ ۱۸۱۸ء اور شاہ عبدالقادر ف ۱۲۲۸ھ/ ۱۸۱۳ء نے اردو میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔ ۲۵ اور شاہ عبدالعزیز ف ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء نے ایک بے حد دلیرانہ قدم اٹھایا اور ہندوستان کو دارالحرب ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ آپ کا یہ فتویٰ اس قدر مشہور ہے کہ اسے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ۲۶ اگرچہ اس وقت کوئی ایسی مسلم سیاسی قوت نہیں تھی جو اس فتویٰ کے نفاذ کے لئے عملی اقدام کرتی، لیکن آگے چل کر یہی فتویٰ انگریزوں کے خلاف سید احمد بریلوی کی قیادت میں منظم جدوجہد کی بنیاد بنا۔

سید احمد بریلوی نے اپنی اصلاحی مہم کا آغاز ۱۸۱۷ء میں کر دیا۔ اسی وقت آپ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا عزم کر لیا۔ خوش قسمتی سے ایک ایسے عالم نے آپ سے بیعت کی، جس کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی جو ولی اللہی خاندان کا چشم و چراغ تھا۔ یعنی شاہ اسماعیل شہیدؒ نے تحریک کو سند جواز اور مقبولیت عطا کی اور مولانا شاہ صاحب کی صورت میں تحریک کو ایک ترجمان، خطیب اور معلم مل گیا جس کے ذمہ عقیدت مندوں کی دینی تعلیم و تربیت تھی۔

تحریک کا نصب العین:

سید احمد بریلوی کی تحریک کے مقاصد کو محدود کرنا انصاف کے خلاف ہے۔ اعلاء کلمۃ اللہ اور احیاء سنت سید المرسلین ﷺ سید صاحب کے اہم مقاصد تھے، اس کے ساتھ ہی وہ ”استخلاص بلاد المسلمین از دست کفر متبرکہ کے داعی تھے۔ ۲۷ آپ کے نزدیک مسلمانوں کی تمام مصیبتوں اور زوال کا اصل سبب یہ تھا کہ وہ اسلام کے صراط مستقیم سے ہٹ چکے تھے اور روح جہاد سے خالی ہو چکے تھے۔ آپ ہندوستان کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکالنے میں انگریزوں کو سب سے بڑا ذمہ دار سمجھتے تھے، اس کا ثبوت آپ کے وہ مکاتیب ہیں جنہیں آپ نے مختلف سرکردہ لوگوں کو لکھا۔ آپ نے انگریزوں کے علاوہ کسی بھی دوسرے غیر مسلم کو اس خطرناک رنگ میں پیش نہیں کیا، شاہ بخارا کو ایک خط میں لکھتے ہیں: ”جو فرنگی ہندوستان پر قابض ہوئے ہیں وہ بے حد تجربہ کار، ہوشیار، حیلہ باز اور مکار ہیں۔ اگر اہل خراسان (افغانستان) پر چڑھائی کر دیں تو سہولت سے ان کے ملک پر قابض ہو جائیں گے۔ پھر ان کی حکومت کی حدیں آپ کی حکومت سے مل جائیں گی۔ دارالحرب اور دارالسلام کے اطراف متحد ہو جائیں گے۔“ ۲۸

سید احمد بریلوی کی تحریک کا پہلا دوران کی شہادت (۱۸۳۱ء) کے بعد ختم ہو گیا۔ اس دوران ساری جنگیں اور جھڑپیں صرف سکھوں سے ہوئیں۔ اسی بناء پر بہت سے مصنفین نے یہ رائے قائم کر لی کہ آپ کے حریف صرف سکھ تھے، یہ داراصل ایک مغالطہ ہے ورنہ حقیقت یہی ہے کہ آپ کا مقصد صرف انگریزوں سے لڑنا تھا، سکھ تو درمیان میں اتفاقاً آپ کی راہ رکاوٹ بن گئے۔ اگر صرف سکھ سے جنگ آپ کا مقصد تھا تو ۱۸۴۵ء میں سکھوں کے زوال کے بعد سکھوں سے جہاد کا یہ سلسلہ ختم

ہو جانا چاہئے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ علماء صادق پور کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف جنگوں کا سلسلہ جاری رہا۔ جہاد کا سلسلہ انگریزوں کے بجائے سکھوں کی طرف پھرنے کا کارنامہ سب سے پہلے سرسید نے انجام دیا۔ سرسید نے ولیم ہنٹر کی کتاب ہمارے ہندوستانی مسلمان کا جواب بروقت لکھا۔ ہنٹر نے تحریک کے بارے میں جو ہر افشانی کی ہے اس سے اہل علم واقف ہیں۔ اس کے جواب میں سرسید نے لکھا کہ سید صاحب صرف سکھوں سے لڑنا چاہتے تھے اور انگریزوں کے ساتھ جنگ سے اظہار برأت کر دیا تھا۔ مولانا جعفر تھانیسری نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور تواریخ عجیبہ میں سید احمد بریلوی کے مکتوبات میں تحریف کردی۔ تحریک کا قد چھوٹا کرنے والے مصنفین آج تک اس کا فائدہ اٹھا رہے ہیں چنانچہ موجودہ دور کا انگریز مصنف ہرن اوپیرن ساری کتابوں اور سرکاری دستاویزات کے مطالعہ کے بعد بھی یہی راگ الاپ رہا ہے کہ تحریک شہیدین کا جہاد صرف سکھوں کے خلاف تھا۔ انگریز سے جو بھی جھڑپیں ہوئیں یا انگریزوں کے خلاف جہاد کا جو نعرہ لگایا گیا یہ دراصل مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے اور ان کو متحد کرنے کے لئے ایک علامتی اقدام تھا اور تحریک کی ایک سیاسی چوک تھی۔ اس نے سارے حقائق کو نظر انداز کر کے اپنے نقطہ نظر کے مطابق سرسید کے موقف کو اپنایا۔ سرسید کی نیت بظاہر وہابیوں کو انگریزی سرکار کے عتاب سے بچانا تھا۔ لیکن بعد کے مصنفین نے اس نکتہ نظر کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کیا، مگر اب حقائق سامنے آچکے ہیں اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ تحریک شہیدین کے اصل حریف انگریز تھے نہ کہ سکھ۔

صراط مستقیم اور تقویۃ الایمان:

صراط مستقیم تحریک شہیدین کی پہلی کتاب ہے جو شائع ہوئی۔ یہ کتاب دراصل سید احمد بریلوی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے اور اسے قلم بند کرنے والے آپ کے سب سے قریبی رفیق مولانا شاہ اسماعیل شہید اور مولوی عبدالحی بڑھانوی تھے۔ سید صاحب نے اس پر بار بار نظر ثانی کی۔ مولانا غلام رسول مہر صراط مستقیم کے بارے میں لکھتے ہیں: ”صراط مستقیم کی تسوید قیام دہلی کے دوران میں شروع ہو گئی تھی، جس کے کچھ اجزا شاہ اسماعیل نے لکھے، باقی مولانا عبدالحی نے مرتب کئے، سید صاحب مضمون بتا دیتے، شاہ صاحب یا مولانا اس مضمون کو اپنے لفظوں میں لکھتے، روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مطالب میں پانچ پانچ مرتبہ ترمیمیں کرنی پڑیں۔ مولانا اور شاہ صاحب جو کچھ لکھ کر لاتے سید صاحب اگر درست نہ سمجھتے تو اس مقام واضح کر دیتے..... ۲۹

غالباً رائے بریلی میں یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچی، ۳۰ اور ۸۲ء میں کلکتہ میں شائع ہوئی اس وقت سید صاحب کا قافلہ حج کی ادائیگی میں مصروف تھا۔ صراط مستقیم کا دوسرا اور تیسرا باب بے حداہم ہے۔ صراط مستقیم اور تقویۃ الایمان کو ہم تحریک شہیدین کا منشور کہہ سکتے ہیں۔ صراط مستقیم کی ایک عبارت کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: ”اعمال میں ان چاروں مذہبوں کی

متابعت جو تمام اہل حدیث اسلام میں مروج ہیں بہت عمدہ ہیں لیکن پیغمبر خدا ﷺ کے علم کو ایک شخص کے علم میں منحصر نہ جانا چاہئے بلکہ آپ کا علم تمام جہاں میں پھیلا ہوا ہے اور مقتضائے وقت کے موافق ہر کسی کو پہنچا ہے اور جس وقت سے کتابیں تصنیف ہوئی ہیں ان علموں کی جمعیت ظاہر ہو گئی ہے؁ بس جس مسئلہ میں صحیح صریح غیر منسوخ حدیث مل جائے اس میں کسی مجتہد کی متابعت نہ کرے اور اہل حدیث کو اپنا پیشوا جان کر دل سے ان کی محبت کرے اور ان کی تعظیم کو اپنے ذمے لازم سمجھے کیوں کہ وہ بزرگوار پیغمبر خدا ﷺ کے علم اٹھانے والے ہیں اور ایک طرح سے آپ کی مصاحبت حاصل کر کے آپ کے مقبول ہو گئے اور مقلد لوگ تو مجتہدوں کی تعظیم اور توقیر سے پورے واقف ہیں؁ وہ اس بات کی آگاہی کے محتاج نہیں۔“ اس اصولی طور پر اہل حدیث کا یہی مذہب ہے۔ اس کی مزید وضاحت ہمیں مولانا شاہ اسماعیل شہید اور مولانا ولایت علی کی تصنیف ”عمل بالحدیث“ میں ملتی ہے۔

صراط مستقیم کے دوسرے باب میں شرک و بدعت کی زبردست تردید ہے۔ ہندوستانی وہابی تحریک کی دوسری اہم کتاب تقویۃ الایمان ہے۔ مولانا اسماعیل شہید نے تقویۃ الایمان بنیادی طور سے عربی میں لکھی تھی بعد میں اس کا اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ تقویۃ الایمان پہلی بار غالباً ۱۲۴۳ھ/۲۷-۱۸۲۶ء میں شائع ہوئی۔ اس کا انگریزی ترجمہ میر شہامت علی نے ۱۸۵۲ء میں کیا۔ انھیں دونوں فارسی زبان میں ترجمہ ہوا۔

وہابی تحریک کی پہلی کتاب ہے جس کے مخاطب عوام ہیں اور اس میں تو حید خالص اور تمام گمراہ کن عقائد مثلاً علم غیب؁ شفاعت اور شرک کے مختلف مباحث کو کھل کر بیان کیا گیا ہے اور ہر موضوع کے بارے میں نصوص پیش کئے گئے۔ شاہ صاحب نے تقویۃ الایمان میں ہندوستان میں مروجہ شرک و بدعات اور رسوم کی جارحانہ انداز میں تردید کی ہے اور اس سلسلے میں کسی بھی تنقید کی پرواہ نہیں کی۔ تقویۃ الایمان کے بے شمار ایڈیشن کل چکے ہیں۔ مخالفین کے لئے یہ کتاب سوط الرحمن ہے یہی وجہ ہے کہ تقویۃ الایمان سے زیادہ شاید ہی کوئی کتاب ہدف تنقید بنی ہو۔ خود شاہ صاحب کی حیات میں سید بغدادی نے انداز بیان پر تنقید کی تو شاہ صاحب نے انھیں ایک مراسلہ کی شکل میں باقاعدہ وضاحت نامہ بھیجا جو تقویۃ الایمان کے کچھ ایڈیشنوں میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اس کے بعد تو فضل رسول بدایونی سے رضا خاں بریلوی اور نعیم الدین مراد آبادی تک تقویۃ الایمان کے خلاف لٹریچر کا انبار لگا دیا گیا؁ جس کے جوابات علماء اہلحدیث نے بروقت دیے۔ تقویۃ الایمان کا اسلوب عوامی ہے اس کی مقبولیت کا یہی سب سے بڑا سبب ہے۔ بڑے سے بڑے مسئلہ کو نہایت سادہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ وہابی تحریک کی تیسری اہم کتاب مولانا خرم علی بلہوری کی نصیحۃ المسلمین ہے جسے آپ نے ۱۲۳۸ھ/۲۴-۱۸۲۳ء میں تحریر کیا۔ کتاب کے تعارف میں مولوی خرم علی ہندی زبان میں تصنیف کا مقصد بتلاتے ہیں کہ ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ انھیں شرک کے ضعف کا ثبوت قرآن شریف سے

دینا چاہئے اور اس کے متعلق قرآنی آیات کا ترجمہ ہندی میں کرنا چاہئے تاکہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھائے۔ ہندوستانی وہابی تحریک نے تبلیغ اور دعوت کا اسلوب انتہائی سائنٹفک انداز میں اپنایا، انھوں نے تعلیم یافتہ اور خواص کے لئے فارسی زبان میں لکھا اور عوام کے لئے انتہائی سادہ اردو میں کتابیں اور رسالے لکھے۔ خاص بات یہ ہے کہ ان سب میں دلائل صرف قرآن اور احادیث سے دیے گئے ہیں اور تقلید کا اسلوب بالکل ترک کر دیا گیا ہے اس کے باوجود اس تحریک میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جو ایک خاص مسلک کے مقلد تھے، لیکن ان کے ذہن عصبيت کے جراثیم سے پاک تھے وہ جذبہ جہاد سے سرشار تھے، اور سید احمد بریلوی کے رنگ میں رنگ ہوئے تھے، کبھی بحث و مباحثہ اور نزاع کا وقت آیا تو آپ کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ افراد نے خواہ وہ مقلد ہوں یا غیر مقلد اپنا دامن بچالیا، چنانچہ مولانا ولایت علی سے غازی پور کے ایک حنفی عالم نے مناظرہ کرنا چاہا تو آپ نے تنہائی میں اس سے کہا کہ کیا امام ابوحنیفہ کا یہ قول نہیں ہے ”اترکوا قولی بخبر الرسول“، اس نے اعتراف کیا تو مولانا نے جواب دیا کہ بھائی صحیح حدیث پر عمل کر کے کیا ہم امام ابوحنیفہ کے حکم کی پیروی نہیں کر رہے ہیں، اس عالم نے اعلان کیا کہ بھائی یہ لوگ تو سچے حنفی ہیں“۔ ۳۲

وہابی تحریک میں بعض ایسے لوگ ضرور شامل ہوئے جن کی عصبيت اور شہرت و اقتدار کی خواہش سید احمد بریلوی کی مراقت و مشایعت اور اصول و تعلیمات کو برداشت نہ کر سکی اور وہ تحریک سے الگ ہو کر اسے نقصان پہنچانے پر تل گئے۔ بعض تو مادی فائدہ کے لئے انگریزوں کے خیر خواہ بن گئے اور مجاہدین کے خلاف انگریزوں کی ایما پر فتاوے صادر کرنے لگے، ہٹرنے اپنی کتاب ”ہندوستانی مسلمان“ میں ایسے متعدد لوگوں کا ذکر کیا ہے جنھوں نے ان کی یہی خواہی اور وفاداری کو جزء ایمان قرار دیا، ان میں ایک بڑا نام مولوی کرامت علی کا ہے جو کافی عرصہ تک تحریک کے ہمنوا رہے۔

ہندوستانی وہابی تحریک اور تصوف:

وہابی تحریک کا گہرائی سے مطالعہ کرنے پر یہ حیرت انگیز انکشاف ہوتا ہے کہ وہابی تحریک کی سارے اصول منہج سلف کے عین مطابق ہیں، لیکن طریقت کی وہ شاخیں جن سے بدعات و خرافات کی کونپیں پھوٹیں، وہی طریقت وہابی تحریک کے اصول میں اس طرح پیوست ہیں کہ اسے علاحدہ کرنا ذرا مشکل ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس سوال کے جواب کے لئے ہمیں اس ماحول کو سمجھنا ہوگا جس میں وہابی تحریک کی نشو و نما ہوئی۔

صوفیاء نے عام طور سے اسلامی تعلیمات کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جسے طریقت اور شریعت سے تعبیر کرتے ہیں، روح اور نفس کی تطہیر اور تزکیہ کے لئے اسلام نے جو تعلیمات دی ہیں اسے طریقت میں شامل کر دیا جیسے صبر و توکل حلم وغیرہ یا وہ چیزیں جسے اسلام نے احسان کا نام دیا ہے۔ اس کے علاوہ بقیہ اصولوں کو شریعت سے متعلق کر دیا۔ تصوف نے اپنے ارتقا کے

دوران دوسرے مذاہب کے عقائد اور یونانی فلسفوں کو طریقت کا جز بنا دیا، اس طرح اس نے اسلام کے متوازی ایک نظام اور قائم کر لیا۔ اس میں چند ہی طریقے اسلامی تعلیمات سے میل کھاتے تھے بقیہ سب گمراہی اور الحاد کی راہ پر گامزن ہوئے، ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ میں ان حضرات کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے جنہیں عوام نے صوفیا کا نام دیا۔ شاہ ولی اللہ کے دور تک ہندوستان پر تصوف کی حکمرانی تھی۔ خود شاہ صاحب ایک زمانہ تک تصوف کے دو بڑے نظریوں کی تطبیق میں مصروف رہے۔ ان کے دور میں مکاشفہ، مراقبہ اور جذب کو معرفت الہی کا واحد طریقہ سمجھا جاتا تھا۔ ارکان اسلام کو پس پشت ڈال دیا گیا تھا۔ سید احمد بریلوی خود ایک مشہور صوفی خاندان سے تھے اور تصوف کے مراحل طے کر چکے تھے، خود شاہ اسماعیل شہید جنہوں نے سب سے پہلے منہج سلف کو اعلانیہ بیان کیا وہ بھی اپنے دادا کے طریق کو نہ بدل سکے، جن لوگوں نے وہابی تحریک کی مکمل حمایت کی ان میں سے بیشتر نے سید صاحب کو پیرو سمجھ کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ وہابی تحریک کے تینوں بڑے رہنماؤں نے تصوف کا وہ حصہ جو اسلامی تعلیمات سے میل کھاتا تھا اور اس کے سلسلوں کو نہ صرف من وعن قبول کیا بلکہ اس کے مباحث کو اپنی کتابوں میں جگہ دی۔ چنانچہ مولانا اسماعیل شہید کی عقبات اسی موضوع پر ہے نیز صراط مستقیم کا پہلا اور آخری باب دیکھا جاسکتا ہے۔

مولانا غلام رسول مہر قمر از ہیں: ”ایک مرتبہ مولانا شاہ اسماعیل شہید نے پرانے زمانے کے مشاغل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”ہم پر بھی ایک زمانہ گزرا ہے کہ ہر ایک اللہ جل جلالہ کے ذکر میں مدہوش تھا، یہاں تک کہ کھانے اور لباس کا بھی کسی کو خیال نہ تھا اور نہ کسی اور شغل میں لذت محسوس ہوتی تھی۔“ ۳۳

کیا سید احمد بریلوی اور ان کے رفقاء جن کے علم کا ہر شخص کو اعتراف ہے تصوف کی تباہ کاریوں سے ناواقف تھے اور کیا انہیں پتہ نہیں تھا کہ شرک و بدعات کی ساری کھڑکیاں بند کر دی جائیں اور دروازہ کھلا رکھا جائے تو اس کا خاتمہ کس طرح ہوگا؟ کیا امت مسلمہ کو اس نشہ سے آزاد کرائے بغیر کتاب و سنت کی صحیح تعلیمات کی اشاعت ہو سکتی تھی؟ کیا اسلام میں تصوف کا کوئی تصور موجود ہے؟ ان سب کا جواب ہمیں ان کے عمل و کردار اور دعوت کے طریقہ کار سے مل جائے گا۔

یہ بات درست ہے کہ وہ اس راہ کے مسافر تھے، منہ سے لگی ہوئی کافر کا چھوٹا آسان نہ تھا۔ سید احمد بریلوی اور مولانا نے بڑی ہنرمندی اور چابکدستی سے اس سیلاب بلاخیز پر باندھ باندھا۔ آپ نے اپنے مشن کو تصوف کی پیچیدہ اصطلاحات کے پردے میں اس لیے بیان کیا تا کہ تعلیم یافتہ حضرات کے ذہنوں کو وحشت نہ محسوس ہو۔ تصوف کے وہ حصے جو الحاد اور بے دینی پر مشتمل تھے ان کی تردید نہایت جارحانہ انداز میں کی۔ جعلی صوفیا اور ایسے پیروں، فقیروں، درویشوں اور مجذوبوں کی قلعی کھولی جو سادہ لوح عوام کو دام فریب میں پھنسائے ہوئے تھے۔ چنانچہ صراط مستقیم اور تقویۃ الایمان میں ان کا یہ انداز صاف

طور سے نظر آتا ہے۔ روح جہاد کے بیدار کرنے کو سید صاحب نے باطنی ترقی کا اعلیٰ مقام بتلایا۔ انھوں نے اپنے ارادت مندوں کو ذکر و مراقبہ سے ہٹا کر جہاد کی تیاری میں لگا دیا۔ سید صاحب مولوی محمد یوسف پھلکی کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

”یوسف جی! آپ اپنے ہی حال کا خیال کریں کہ گردن ڈالے عالم سکوت میں رہتے ہو، اسی طرح اور لوگ بھی، کوئی کمبل اوڑھے مسجد کے کونے میں بیٹھا ہے، کوئی چادر لپیٹے حجرے میں گھسا ہوا ہے، کوئی جنگل میں جا کر مراقبہ کرتا ہے، کوئی ندی کے کنارے گڑھا کھود کر بیٹھ جاتا ہے۔ ان صاحبوں سے تو جہاد کا کام ہونا دشوار ہے، ہمارے بھائیوں کو سمجھائیں کہ اب اسی کام (استعداد جہاد) میں دل لگائیں، ان کے واسطے بہتر یہی ہے۔ حاجی عبدالرحیم صاحب سے بھی مشورہ کر کے جواب دیجئے،“ ۳۴ تصوف کے وہ تین معروف سلسلے (نقشبندی، قادری، چشتی) جو عوام میں رائج تھے اور علماء بھی ان سلسلوں سے یا ان میں سے کسی ایک سے بیعت ہونا اپنے لئے قابل فخر سمجھتے تھے، خود سید صاحب بھی ان سلسلوں کی بیعت لیتے تھے، ان سلسلوں کو اسلام کے خلاف نہیں سمجھا جاتا تھا، سید صاحب نے اپنے ارادت مندوں کو خالص موحّد بنانے کے لئے اور ان زنجیروں کو کاٹنے کے لئے زبردست حکمت عملی سے کام لیا، نجاست سے مخلوط پانی کی نالیوں کے پاس ہی آپ نے صاف و شفاف اور میٹھے پانی کی ایک نہر نکالی، ظاہر ہے کہ پیا سے کو صاف اور میٹھا پانی ملے گا تو وہ گندے پانی کا رخ کیوں کرے گا؟ اس طریقے کا نام آپ نے طریقہ محمدیہ رکھا۔

طریقہ محمدیہ:

مولانا غلام رسول مہر نے دو مقام پر طریقہ محمدیہ کا ذکر کیا ہے۔ تحریک سید احمد شہید کی جلد اول کے ص: ۱۸۸ پر اور جلد سوم کے ص: ۲۸۶ پر۔ مہر صاحب طریقہ محمدیہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ہندوستان میں اس وقت تصوف کے تین طریقے رائج تھے: قادری، چشتی اور نقشبندی، نقشبندی طریقے کا ایک سلسلہ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی سے انتساب کے باعث طریقہ مجددیہ کہلاتا تھا۔ سید صاحب ان طریقوں کے علاوہ ”طریقہ محمدیہ“ میں بھی بیعت لیتے تھے۔ رام پور میں اس طریقے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”طریقہ محمدیہ یہ ہے کہ زندگی کا ہر کام رضائے رب العالمین کے لئے کیا جائے، مثلاً محنت کا مقصد یہ ہو کہ انسان حلال روزی کما کر خود بھی کھائے اور اہل و عیال کو بھی کھلائے۔ استراحت شب کا مدعا یہ ہو کہ انسان جو فلیل میں اٹھ کر نماز تہجد ادا کرے اور نماز فجر اول وقت پڑھے۔ کھانا اس لئے کھایا جائے کہ جسم میں بقدر ضرورت طاقت بحال رہے تاکہ انسان خدا کے احکام مستعدی سے بجالائے۔ نماز پڑھے، روزے رکھے، حج کے لئے جائے، ضرورت پڑے تو جہاد کے لئے تیار ہو غرض چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، کھانے پینے میں مقصود احکام خدا کی بجا آوری اور مرضات باری تعالیٰ کے سوا کچھ نہ ہو، بالفاظ دیگر ہر فرد آیت

مبارکہ ”إن صلاتی ونسکی و محیای و مماتی لله رب العالمین“ کا عملی نمونہ بن جائے۔“ ۳۵

مولانا مہر نے تحریک سید احمد شہید کے ج: سوم میں نواب وزیر الدولہ کی کتاب وصایا کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک سائل کے جواب میں سید صاحب نے چشتی، قادری، نقشبندی اور مجددی طریقوں کے بارے میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے ان کا تعلق باطنی ہے اور طریقہ محمدیہ کا مقصد یہ ہے کہ ہر عمل کا مقصد رضائے باری تعالیٰ ہو اس کے سوا کچھ نہ ہو، لہذا جو کام بھی کیا جائے شریعت کے مطابق کیا جائے۔ ۳۶ ڈاکٹر قیام الدین طریقہ محمدیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے بتلاتے ہیں کہ: ”ظاہری پہلو انسان کی روزمرہ کی زندگی میں صحیح اور دینی کردار بجالانا ہے اور محمدی طریقہ اسی کی نگاہہ داشت کرتا ہے۔“ نیز آگے طریقہ محمدیہ کی مزید تشریح کرتے ہیں: اگرچہ صوفیانہ طریقے ابتدا کی سرمستی اور سرشاری سے معرا ہو چکے تھے پھر بھی عام دماغوں میں ان کی جڑیں گہری تھیں، لوگ انھیں طریقوں پر بیعت کے خوگر تھے، ان کا بہ یک وقت ترک کامل ایک غیر عملی یا ان ہونی سی بات ہوتی۔ طریق محمدی میں جو صحیح طرز معاشرت ملحوظ رکھا گیا، اس کی تفصیلات خود صراط مستقیم اور مختلف وہابی تحریروں میں کافی شرح و بسط سے درج ہیں ان میں دو اصول بہت نمایاں ہیں۔ باری تعالیٰ پر، جس کی صفات اشارۃً بھی کسی مخلوق سے منسوب نہیں کی جاسکتی ہیں، سختی سے بلا شرط و قید ایمان رکھنا اور اپنی شخصی زندگی میں عملی اخلاق پر کاربند رہنا۔“ ۳۷

وہابی تحریک کی تاریخ کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اسی طریقہ محمدیہ کے عمل نے آہستہ آہستہ اس کے پیروکاروں کو تصوف کے نشہ سے بیزار کر دیا اور اسی طریقہ محمدی کی وجہ سے وہ ہر عمل کا پیمانہ کتاب و سنت کو قرار دیتے تھے۔ اور اپنے ہر عمل کو کتاب و سنت کی تعلیمات کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کرتے اور ہر مسئلہ کی دلیل کتاب و سنت سے تلاش کرتے، اسی طریقہ محمدی پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے وہ خود کو فخر سے محمدی کہلاتے۔

بیسویں صدی کے آغاز تک وہابی تحریک میں تصوف کے دیوانے کے خال و خال ہی رہ گئے اور انھیں معلوم ہو گیا کہ تصوف کسی بھی اسلامی تحریک کی سرگرمیوں میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

۱۸۵۷ء سے ۱۸۹۰ء کے درمیان لفظ وہابی نے ہندوستانی مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچایا، بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو وہابیوں کے خون سے لالہ زار نہ ہوا ہو۔ ایک طرف برطانوی حکومت انھیں اپنے اقتدار کے لئے سب بے بڑا خطرہ سمجھتی تھی اور انھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے انسانیت کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ وہابیوں کے بدترین دشمن مشہور وہابی ٹرائل کے مجسٹریٹ مسٹر راونشا T.E. REVENSHAW نے باضابطہ وہابی مجاہدین کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا اور سرکاری نقطہ نگاہ سے ایک نہایت قیمتی یادداشت حکومت کو بھیجی، ہنٹر، اوکنلے جو وہابی ٹرائل کا سرکاری پیروکار تھا اور دوسرے انگریز لکھنے والوں کا ماخذ راونشا کی ہی یادداشت ہے۔ غیر مسلم مؤرخین جو وہابی تحریک کے متعلق تاریخی

اعتبار سے غلط باتیں پیش کرتے ہیں ان سب کا بنیادی ماخذ راوشناہی ہے۔

۱۸۵۷ء کے بعد حالات بدل چکے تھے، انگریز پورے ملک پر قابض ہو چکے تھے اور اپنے دشمنوں کو چن چن کر ختم کر رہے تھے، دارورسن اور انسانیت سوز تعذیب کا سلسلہ ۱۸۹۰ء تک چلتا رہا، انگریزوں کے خاص نشانے وہابی تحریک کے مراکز تھے۔ چنانچہ سرحد پر محاذ آرائی کی رفتار سست پڑ گئی اور اندرون ملک میں ان کے مراکز تباہ کر دیئے گئے۔ وہابی تحریک کے رہنماؤں کو یا تو ختم کر دیا گیا یا انھیں بے دردیائے شہر کی سزا دی گئی۔

اس قدر مخالفتوں کے باوجود وہابی تحریک پوری طرح اپنے مقصد میں کامیاب رہی۔ ان کا مشن پایہ تکمیل کو پہنچا۔ ہندوستان میں یہ پہلی خالص اسلامی تحریک تھی جس نے مسلم قوم کے اندر نئی روح پھونک دی۔ شرک و بدعات میں کافی حد تک کمی آئی۔ رسوم و رواج میں اسلام کی جھلک نظر آنے لگی۔ سب سے اہم بات یہ کہ قرآن و حدیث سے لوگ براہ راست مانوس ہوئے۔ ہندوستان میں اتنے بڑے پیمانے پر قال اللہ و قال الرسول کے چرچے کبھی عام نہیں ہوئے۔ ہندوستانی وہابی تحریک کے رہنماؤں نے جس قدر منظم اور جدید انداز میں اپنے مشن کو آگے بڑھایا اس کی مثال ہندوستانی تاریخ میں اس سے پہلے کہیں نہیں ملتی ہے۔ انھوں نے دعوت و ارشاد کے لئے باقاعدہ ایک نظام قائم کیا اور اس کے لئے ایسے باصلاحیت افراد کو منتخب کیا جنھوں نے اس راہ کی صعوبتوں کو سعادت سمجھ کر قبول کیا۔ وہابی تحریک نے مسلمانوں میں سب سے پہلے جدید ذریعہ ابلاغ سے کام لیا اور وہ تھا چھاپہ خانوں کا استعمال۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہابی لٹریچر کی تمام اہم کتابیں انیسویں صدی کی دوسری اور تیسری دہائی کے درمیان شائع ہو چکی تھیں۔ چنانچہ ”صراط مستقیم“ مولوی محمد علی رام پوری کی نگرانی میں ۱۸۲۳ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی۔ اردو میں سب سے پہلی کتاب ”تقویۃ الایمان“ اس کے بعد ”ہدایۃ المؤمنین مع موضح الکبار والبدعات“ اور پھر مولوی خرم علی بلہوری کی نصیحت المسلمین شائع ہوئیں مذکورہ کتابیں کلکتہ اور ہنگلی کے پرائیوٹ پریس سے شائع ہوئیں۔ ۲۶-۱۸۲۵ء ہی میں شاہ رفیع الدین کی فارسی کتاب قیامت نامہ کا ترجمہ محمد عبداللہ نے کیا اور اسے شائع کیا، نیز انھوں نے شاہ رفیع الدین کی ایک اور فارسی کتاب تنبیہ الغافلین کا اردو ترجمہ کیا اور ۳۱-۱۸۳۰ء میں شائع کیا۔ اس کے علاوہ سب سے اہم کام قرآن مجید کا اردو ترجمہ تھا، جس کا بیڑہ سید صاحب کے مرید سید عبداللہ نے اٹھایا، اس کام میں ان کی مدد مولانا عبدالحی، مولانا محمد اسحاق اور مولانا حسن علی لکھنوی نے کیا۔ ۱۸۳۲ء میں کئی سال کی جدوجہد کے بعد شاہ عبدالقادر کا ترجمہ سید عبداللہ نے ہنگلی سے شائع کیا۔ شاہ رفیع الدین کا ترجمہ ۱۲۵۴ھ/۱۸۳۸-۳۹ء میں دو جلدوں میں اسلام پریس کلکتہ سے شائع ہوا۔ انیسویں صدی کے وسط تک پورے ہندوستان میں قرآن کے تراجم عام آ گئے۔

وہابی تحریک کے علماء نے قرآن اور اس کی تعلیمات کے ساتھ احادیث نبوی کی اشاعت پر زور دیا۔ اگرچہ شاہ ولی اللہ

کی حدیث کی شروح نے علماء میں حدیث کا ذوق پیدا کر دیا تھا، لیکن ان کی تصنیفات عربی میں تھیں یا فارسی میں جس کی وجہ سے وہ ایک خاص حلقہ تک محدود رہیں، سب سے پہلے مولوی خرم علی بلہوری نے حدیث کے مجموعہ مشارق الانوار مرتب امام صنعانی کا اردو ترجمہ تحفۃ الاخیار کے نام سے کیا اور ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳ء میں شائع کیا اس کے بعد حدیث کی کتابوں کے تراجم اور شروح کا سلسلہ چل پڑا۔ چنانچہ علم حدیث کو عام کرنے میں سب سے بڑا کارنامہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اور شیخ الکل فی الکل میاں نذیر احمد محدث دہلوی نے انجام دیا۔ دونوں وہابی تحریک کے سرگرم رکن تھے۔

قرآن کے اردو تراجم اور علم حدیث کی اشاعت نے فقہ کی عمومیت پر بندش لگا دی اور تقلید کی جگہ بندیوں سے مسلمانوں کے ذہنوں کو آزاد کر دیا۔ وہابی تحریک کا یہ سب سے بڑا کارنامہ تھا۔ آج مدارس، مساجد، تفسیر اور شروح حدیث کی جو کثرت ہمیں ہندوستان میں نظر آتی ہے یہ انھیں نفوس قدسیہ کی رہن منت ہے جو رب کی بارگاہ میں جان کا نذرانہ پیش کر کے اسلام کی سچی تعلیمات سے ہمارے دلوں کو منور کر گئے۔

۱۸۵۷ء کے بعد تحریک دو بڑے مراکز میں تقسیم ہو گئی۔ پہلا صادق پور کا مرکز جو پورے بنگال اور بہار اپنے حلقہ اثر میں لئے ہوئے تھا۔ دوسرا لاہور کا مرکز جو دہلی اور پورے پنجاب کو سمیٹے ہوئے تھا۔ دونوں کا مذہبی موقف اور نصب العین ایک تھا لیکن سیاسی موقف میں فرق تھا۔ صادق پور کی قیادت مولانا ولایت علی اور عنایت علی کا خاندان کر رہا تھا۔ یہ لوگ سید احمد بریلوی کے نصب العین سے کسی طرح پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہیں تھے اور سرحد پر ایک قلیل سی جماعت کے ساتھ انگریزوں سے مورچہ لے رہے تھے۔ دوسری طرف پنجاب میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے سب سے پہلے حالات کی نزاکت کو محسوس کیا اور نئی حکمت علمی پر زور دیا تاکہ دعوت و ارشاد کا سلسلہ جاری رہے۔ قرآن و سنت کی اشاعت کی رفتار میں سستی نہ آئے اور وہابی تحریک کے بچے کچھ افراد اور علماء انگریزوں کے بچے استبداد سے بچ سکیں، نیز عیسائی مشنری، قادیانیت، انکار حدیث اور خانقاہیت کی یلغار کو روکا جاسکے، انھوں نے ۱۸۷۰ء میں اشاعت السنۃ کے نام سے رسالہ نکلا جن کے ذریعہ ایک طرف وہ مخالفین کو دندان شکن جواب دیتے رہے۔ دوسری طرف اپنے موقف کی اشاعت کرتے رہے۔

۱۸۶۰ء کے بعد اہل حدیث ایک ممتاز جماعت کی شکل میں ابھر کر سامنے آئے، ان لوگوں کا وہابی تحریک سے سیدھا اور براہ راست تعلق تھا۔ ۱۸۳۱ء کے بعد اسی جماعت کے افراد نے وہابی تحریک کی قیادت مکمل طور سے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ یہ سب براہ راست یا بالواسطہ سید احمد بریلوی کے فیض یافتہ اور مولانا اسماعیل شہید کے تربیت یافتہ تھے۔ تقلید سے بیزاری کتاب و سنت کی اشاعت، مردہ سنتوں کے احیاء کی کوشش ان کے تشخصات تھے۔ نماز میں زور سے آمین کہنے کی اشاعت اور رفع الیدین کے لئے پورے ہندوستان میں معروف تھے۔ اہل حدیث خود کو محمدی اور موحد کہلوانا پسند کرتے ہیں۔

ایک عیسائی مبلغ THOMAS P:HUGHs ۱۸۷۴ء میں سویشاور کے نزدیک سید احمد بریلوی کے شاگرد سے ملا تھا وہ اپنا مشاہدہ بتلاتے ہوئے لکھتا ہے:

"Wabism is simply a revival of the teaching of the Tradilions (Hadith) to the partial rejection of the third and forth foundation of faith, namely the Ijma (Commanity consensus) and qiyas (amology). The Wahabis of India never speak of themselves as Wahabi, but as Ahl-e-Hadith or people of the Traditions". (38)

یعنی وہابیت حدیث کی تعلیمات کے احیاء کا نام ہے، جس نے قیاس اور اجماع کو رد کر دیا، ہندوستانی وہابی خود کو وہابی نہیں بلکہ اہل حدیث کہتے ہیں۔

بیسویں صدی میں وہابی تحریک جماعت اہل حدیث میں مکمل طور سے تبدیل ہو چکی تھی، اور ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے نام سے اس کی تنظیم نو مولانا ثناء اللہ امرتسری کی قیادت میں ہوئی، اس تنظیم میں اہلحدیث کے نامور اور بزرگ علماء شریک ہوئے، اگرچہ مخالفین انھیں وہابی ہی کہتے ہیں۔ اس دور کی سیاسی قوت تحریک آزادی کی تحریکوں میں آہستہ آہستہ ضم ہو گئی۔ اس میں سب سے اہم کردار ان علماء کا تھا جن کے ہاتھ میں تحریک کی قیادت آئی ان میں سے بیشتر کانگریس کے پلیٹ فارم سے آزادی کے لئے لڑتے رہے، ان میں اہم نام مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا داؤد غزنوی، مولانا ابوالقاسم سیف بنارس، مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ہے۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد اہل حدیث دو ملکوں میں بٹ گئے۔ مذہبی موقف ایک ہونے کے باوجود دونوں ملکوں کی جماعت کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں رہ گیا۔ جغرافیائی اور سیاسی حالات نے دونوں کو نظریاتی اعتبار سے ایک دوسرے سے الگ کر دیا۔ پاکستان کے اہلحدیث کی اپنی سیاسی سرگرمیاں ہیں ملکی سیاست میں ان کی نمائندگی ہے۔

اس کے برعکس ہندوستانی اہلحدیث جمہوری دستور کی چھاؤں تلے مرکزی جمعیت اہلحدیث کی صورت میں اپنے وجود اور بقا کو قائم رکھنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں، سیاسی سرگرمیوں سے بالکل دور رہتے ہیں، منہج سلف کی ترویج و اشاعت ان کا سب سے بڑا نصب العین ہے۔ لہذا اسے سیاست کی گندگیوں میں ملوث کرنا یا کسی تخریبی تحریک سے اس کا رشتہ جوڑنا ایسا ہی ہے جیسے گاندھی جی کو تشدد کا دیوتا اور سادر کو ہندوستان کا نجات دہندہ فرض کیا جائے۔

حواشی:

- ۱۔ یوگندر سکند کا مضمون نمٹ پر: ہندوستانی وہابی
- ۲۔ مذکورہ جائزے نمٹ سے لفظ وہابی کے تحت معلومات سے ماخوذ ہیں
- ۳۔ مولانا مسعود عالم ندوی: ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص: ۷
- ۴۔ مولانا مسعود عالم ندوی: محمد بن عبد الوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح ص: ۱۱۳ مطبوعہ اسلامک فاؤنڈیشن نئی دہلی
- ۵۔ حوالہ سابق، ص: ۱۱۱
- ۶۔ الدکتور محمد بن سعد الشویع: تصحیح خطا تاریخی حول الوہابیہ
- ۷۔ Encyclopaedia of Baritanica 11th ed (1911) "Wahhabis"
- ۸۔ Colombia Encyclopaedia "Wahabi"
- ۹۔ ڈاکٹر قیام الدین احمد: ہندوستان کی جنگ آزادی میں وہابی مسلمانوں بالخصوص اہل صادق پور کی کارگزاریاں اور اثرا ایک مختصر جائزہ مطبوعہ سوئیر ۱۹۹۸ء ناشر امارت اہل حدیث صادق پور
- ۱۰۔ مسعود عالم ندوی: محمد بن عبد الوہاب ایک مظلوم و بدنام مصلح ص: ۹۲
- ۱۱۔ حوالہ سابق، ص: ۱۱۳
- ۱۲۔ تفصیل کے لئے دیکھیں ایضاً ص: ۸۴، ڈاکٹر قیام الدین احمد: ہندوستان میں وہابی تحریک ص: ۵۶
- ۱۳۔ مولانا مسعود عالم ندوی نے مقدم الذکر رسالے کا ذکر کرتے ہوئے بتلایا کہ غالباً رسالہ کا یہ نام بعد میں رکھا گیا: محمد بن عبد الوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح ص: ۱۴۱، ڈاکٹر سعد محمد الشویع نے نسبت کو فرضی بتلایا ہے۔ پوری تفصیل ان کی کتاب ”رسالہ خطا تاریخی حول الوہابیہ“ میں دیکھ سکتے ہیں۔
- ۱۴۔ مزید معلومات کے لئے دیکھیں محمد احمد منگلوری: سلطنت خداداد، فیصل احمد بھٹکی تحریک آزادی میں علماء کرام کا کردار ص: ۱۸۷ تا ۲۲۸
- ۱۵۔ شیخ عبد العزیز ابن باز: الامام محمد بن عبد الوہاب دعوتہ و سیرتہ ص: ۳۹
- ۱۶۔ مولانا مسعود عالم ندوی: ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص: ۲۲، اسی صفحے کے حاشیہ پر وہ الحمدیث سے برأت کا اظہار کرتے ہیں کہ لفظ الحمدیث سے تحزب اور گروہ بندی کی بو آتی ہے۔ سمجھدار مسلمانوں سے غالباً مولانا کا اشارہ جماعت اسلامی کی طرف ہے۔
- ۱۷۔ پیرن:
- ۱۸۔ ڈبلیو- ڈبلیو ہنٹر: ہمارے ہندوستانی مسلمان ترجمہ: ڈاکٹر صادق حسین ص: ۶۹
- ۱۹۔ سید ابوالحسن علی ندوی: سیرت سید احمد شہید ج: ۱ ص: ۲۸۴
- ۲۰۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: مولانا ابوالحسن علی ندوی: سیرت سید احمد شہید ج: ۱ ص: ۲۷۷ تا ۲۹۲، مولانا غلام رسول مہر: تحریک سید احمد شہید ج: ۱ ص: ۳۰۶ تا ۳۳۰
- ۲۱۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام مقالہ Blumbart بحوالہ مسعود عالم ندوی: ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص: ۱۹
- ۲۲۔ Herlan O. Pearson: Islamic Reform.....p:39
- ۲۳۔ تفصیل کے لئے دیکھیں: مولانا محفوظ الرحمن فیضی: شیخ محمد بن عبد الوہاب کے بارے میں دو متضاد نظریے
- ۲۴۔ مولوی فضل رسول بدایونی پہلے شخص ہیں جنہوں نے خانوادہ ولی اللہی کے علماء کے خلاف قلم اٹھایا اور مولانا شاہ اسماعیل اور شیخ محمد بن عبد الوہاب کے

درمیان فرضی رابطے بتلائے۔ انگریزوں نے انھیں پانچ سو روپیہ ماہانہ تنخواہ پر باقاعدہ اس مشن پر لگایا اور اس کام کے لئے مولویوں کو ملازم رکھنے کا اختیار دیا۔ مولوی فضل رسول اور ان کے معاونین نے پورے ہندوستان میں وہابیت کا اس قدر پروپیگنڈہ کیا کہ وہابیت اور غدار مترادف سمجھا جانے لگا، تفصیل کے لئے دیکھیں: خالد محمود: مطالعہ بریلویت ج ۱ ص: ۱۸۷

۲۴ مولانا منظور محمد نعمانی نے اپنی کتاب شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ ص: ۵۱ کے حاشیہ میں شاہ ولی اللہ اور محمد بن عبدالوہاب کو استاد بھائی قرار دیا یہ درست نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ اور علامہ محمد حیات سندھی استاد بھائی ہو سکتے ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب کے استاذ شیخ محمد حیات سندھی تھے، شاہ ولی اللہ اور علامہ سندھی دونوں نے ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکردی سے استفادہ کیا تھا۔

۲۵ تراجم علماء حدیث میں شاہ رفیع الدین کی تاریخ وفات ۱۲۴۹ء اور شاہ عبدالقادر کاسن وفات ۱۲۴۲ء مذکور ہے، مولانا مہر کے مطابق میں نے تاریخ وفات درج کی ہے۔ مہر: ج ۱ ص: ۱۷۰

۲۶ شاہ صاحب کے کئی معاصر اور غیر معاصر علماء نے بھی اسی قسم کے فتاوے دیئے تھے، لیکن ان کے فتاوے معاملات اور تنازعات کے ضمن میں تھے۔ اور شاہ عبدالعزیز کا یہ فتویٰ صرف انگریزوں کے تسلط کے تناظر میں تھا۔

۲۷ غلام رسول مہر: تحریک سید احمد شہید ج ۱ ص: ۳۴۳

۲۸ ایضاً ص: ۳۴۴

۲۹ مولانا غلام رسول مہر: تحریک سید احمد شہید ج ۱ ص: ۲۰۵

۳۰ پیرن صراط مستقیم کے تکمیل کا سن ۱۸۱۸ء بتلاتا ہے۔ پیرن، ص: ۸۲ جب کہ ۱۸۱۸ء میں سید صاحب ٹونک سے دہلی پہنچے تھے۔ دیکھئے: مہر: تحریک سید احمد شہید ج ۱

۳۱ صراط مستقیم مترجم اردو ص: ۷۱، ۷۲

۳۲ حنفی مناظر مولوی محمد فصیح صاحب غازی پوری تھے۔ تفصیل کے لئے دیکھیں حافظ صلاح الدین یوسف کی کتاب: تحریک جہاد جماعت الہادیہ اور علماء احناف ص: ۴۲

۳۳ مولانا غلام رسول مہر: تحریک سید احمد شہید ج ۱ ص: ۲۰۴

۳۴ ایضاً، ج ۱ ص: ۲۰۳

۳۵ بحوالہ سابق ص: ۱۸۹

۳۶ بحوالہ سابق ج ۳ ص: ۲۸۷

۳۷ ڈاکٹر قیام الدین احمد: ہندوستان میں وہابی تحریک ص: ۵۰

۳۸ بحوالہ پیرن: ص: ۱۹۶

چند اہم مآخذ:

- (۱) ابوبکی امام خاں نوشہروی: تراجم علمائے اہل حدیث ہند مطبوعہ جدید برقی پریس دہلی
- (۲) مولانا غلام رسول مہر: تحریک سید احمد شہید ج ۱ تا چہارم مطبوعہ مکتبہ الحق جوگیشوری ممبئی ۲۰۰۸ء
- (۳) ڈاکٹر قیام الدین احمد: ہندوستان میں وہابی تحریک اردو مطبوعہ مکتبہ الفہیم منوناتھ بھنجن

- (۴) مولانا مسعود عالم ندوی: ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک مطبوعہ جمال پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۷۷ء
- (۵) حافظ صلاح الدین یوسف: تحریک جہاد: جماعت اہل حدیث اور علمائے احناف دارالکتب الاسلامیہ دہلی
- (۶) مولانا ابوالحسن علی ندوی: سیرت سید احمد شہید ج ۱، ۲ ناشرانچ ایم سعید کمپنی کراچی پاکستان
- (۷) ابوالمکرم عبد الجلیل: امام محمد بن عبد الوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی ناشر جامعہ سلفیہ بنارس
- (۸) فیصل احمد بھٹکی: تحریک آزادی میں علماء کا کردار ناشر مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ
- (۹) الشیخ احمد بن حجر بوطامی: حیات شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب اردو ترجمہ مختار احمد ندوی الدار السلفیہ بمبئی
- (۱۰) علامہ سید محمد رضا مصری: الوہابیون والحجاز، مطبوعہ جامعہ سلفیہ بنارس
- (۱۱) ڈاکٹر محمد بہاء الدین: تاریخ الہدایت ج ۱: ۲، مکتبہ ترجمان جامع مسجد دہلی
- (۱۲) محفوظ الرحمن فیضی: شیخ محمد بن عبد الوہاب کے بارے میں دو متضاد نظریے، مطبوعہ جامعہ سلفیہ، بنارس
- (۱۳) ڈبلیو- ڈبلیو ہنٹر: ہمارے ہندوستانی مسلمان اردو ترجمہ ڈاکٹر صادق حسین الکتاب انٹرنیشنل جامعہ نگر دہلی
- (۱۴) علامہ شاہ محمد اسماعیل شہید: تقویۃ الایمان مطبوعہ کتب خانہ حمید یہ جامعہ مسجد دہلی
- (۱۵) ڈاکٹر خالد محمود: مطالعہ بریلو بیت ج حافظی بکڈ پوڈیو بند
- (۱۶) تارا چند: تاریخ تحریک آزادی ہند مترجم غلام ربانی تاباں قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی
- (۱۷) ڈاکٹر محمد بن السعد الشویع: تصحیح خطا تاریخی حول الوہابیہ ریاض
- (۱۸) مولانا مسعود عالم ندوی: محمد بن عبد الوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح اسلامک فاؤنڈیشن نئی دہلی
- (۱۹) پروفیسر ڈاکٹر مسز عابدہ سمیع الدین: قومی محاذ آزادی اور یوپی کے مسلمان مطبوعہ انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشنل اسٹڈیز نئی دہلی
- (۲۰) الشیخ احمد الدہلوی: تاریخ الہدایت ترجمہ محمد منیر الراعی، حماد ظہیر تفسیری الکتاب انٹرنیشنل جامعہ نگر دہلی
- (۲۱) مولانا محمد رئیس ندوی: تاریخ الہدایت ہند ادارہ بزم توحید للہ پورہ بنارس
- (۲۲) خلیق احمد نظامی: ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامہ ندوۃ المصنفین جامع مسجد دہلی
- (۲۳) مولانا منظور احمد نعمانی: شیخ محمد بن عبد الوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ الفرقان بکڈ پوڈیو
- (24) Herlan O. Pearson: Islamic Reform and Revival in Nine-Teenth-Century India Yoda Press New Delhi.
- (25) Encyclopaedia of Baritanica IIEd
- (۲۶) مولانا نذیر احمد الملوئی: الہدایت اور سیاست جامعہ سلفیہ بنارس
- (۲۷) مولانا شاہ اسماعیل شہید: صراط مستقیم مترجم اردو، ناشر عبدالعزیز تاج کتب بازار کشمیری لاہور

اصلاح عقائد کے سلسلہ میں شیخ الاسلام علامہ محمد بن عبد الوہاب نجدیؒ کی تصنیفات کا مختصر جائزہ

عبد المنان عبد الحنان سلفی

وکیل الجامعہ، جامعہ سراج العلوم السلفیہ، جھنڈا نگر، نیپال

بارہویں صدی ہجری میں عالم اسلام کا زوال و انحطاط اپنی حد کو پہنچ چکا تھا، مسلمان ہر اعتبار سے پستی اور تخلف کے شکار تھے، افسوسناک بات یہ ہے کہ سیاسی، ثقافتی، اخلاقی اور علمی انحطاط کے ساتھ ساتھ دینی اعتبار سے بھی یہ سخت زبوں حالی کا شکار تھے، دین کی گرفت نہ صرف یہ کہ مسلمانوں پر ڈھیلی پڑ چکی تھی بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ دین ان کی زندگی سے پورے طور پر نکل چکا تھا، اور ایک غیر مسلم امریکی اہل قلم اسٹارڈ کے مطابق صورت حال یہ ہو گئی تھی کہ:

”تصوف کے طفلانہ توہمات کی کثرت نے خالص اسلامی توحید کو ڈھک لیا تھا، مسجدیں ویران اور سنسان پڑی تھیں، جاہل عوام ان سے بھاگتے تھے اور تعویذ، گنڈے اور مالا میں پھنس کر گندے فقیروں اور دیوانے درویشوں پر اعتقاد رکھتے اور بزرگوں کے مزاروں پر جاتے جن کی پرستش بارگاہ ایزدی کے شفیع اور ولی کے طور پر کی جاتی تھی، کیوں کہ ان جاہلوں کا خیال تھا کہ خدا کی برتری کے باعث وہ اس کی اطاعت بلا واسطہ نہیں کر سکتے، قرآن کریم کی تعلیمات نہ صرف پس پشت ڈال دی گئی تھی بلکہ اس کی خلاف ورزی بھی کی جاتی تھی..... یہاں تک کہ مقامات مقدسہ (مکہ و مدینہ) بد اعمالیوں کا مرکز بن گئے تھے اور حج جو فرائض میں داخل تھا بدعات کی وجہ سے حقیر ہو گیا تھا، فی الجملہ اسلام کی جان نکل چکی تھی..... اگر محمد (ﷺ) پھر دنیا میں آتے تو وہ اپنے پیروؤں کے ارتداد اور بت پرستی پر بیزاری کا اظہار فرماتے“ (The New World Of Islam)

P.25-36 بحوالہ ”محمد بن عبد الوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح“، از: مولانا مسعود عالم ندوی

پوری دنیا کے مسلمانوں کی بات تو جانے دیجئے خود جزیرۃ العرب جہاں نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی، جہاں وحی کا نزول ہوا، جسے صحابہ کرام کی مقدس جماعت کا مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے، جہاں ایمان کی ایسی قدیلیں روشن ہوئیں کہ

ان کی شعاعوں سے پوری دنیا بقعہ نور بن گئی اور کفر و شرک کی تاریکیاں چھٹ گئی، جہاں سے وہ صالح انقلاب برپا ہوا جس نے عرب کے بدوؤں کو تہذیب و تمدن سے آشنا کیا، اسی خطہ ارض سے پوری دنیا میں توحید کا غلغلہ بلند ہوا، یہیں شرک اور اس کے مظاہر سے قوی و عملی برأت کا ظہور ہوا اور پھر دیکھتے دیکھتے اسلام کا بول بالا مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک ہر خطہ ارض پر ہو گیا، اسی جزیرۃ العرب میں خالص، صحیح اور سچا اسلام اجنبی اور نامانوس ہو گیا، اب وہاں توحید کی جگہ شرک اور قبر پرستی کا زور تھا، اللہ واحد کے بجائے در در پر مسلمانوں کی پیشانیاں خم ہو رہی تھیں، اصحاب القبور، ولیوں بزرگوں سے استغاثہ و استعانت کا سلسلہ تو جاری ہی تھا درختوں اور پتھروں تک کو مقدس مان کر ان سے مرادیں طلب کی جاتی تھیں، عقیدہ کے فساد و بگاڑ کے ساتھ عملی طور پر بھی مسلمان گمراہی کا شکار تھے، ان میں اخلاقی گراؤ بھی عام ہو چکی تھی اور قتل و غارت گری، جاہلانہ عصبیت، لوٹ کھسوٹ اور بدکاری و بے راہ روی جیسی معاشرتی برائیوں سے پورا جزیرہ عرب بدبودار ہو چکا تھا، ان پر آشوب حالات میں عالم اسلام خصوصاً جزیرۃ العرب پر اللہ کا فیضان ہوا، اور شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب تیمی نجدی نے نجد کے ”دعوت“ نامی بستی میں ایک علمی خانوادہ کے اندر ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۷۳۰ء میں آنکھیں کھولیں، اور سن شعور کو پہونچنے کے بعد تحصیل علم میں لگ گئے، اپنے والد شیخ عبدالوہاب سے جو نجد کے علماء میں ممتاز تھے کسب فیض کیا اور مزید علم کی تلاش میں جاز کا رخ کیا اور مدینۃ الرسول پہونچ کر وہاں کے علماء و مشائخ سے حدیث کا درس لیا اور پھر مزید علمی تشنگی بجھانے کے لئے بصرہ کا قصد کیا اور وہاں پہونچ کر حدیث و ادب میں مزید مہارت پیدا کی، اور اس کے بعد آپ اپنے علاقہ نجد میں واپس آ کر دعوت تبلیغ میں مصروف ہوئے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی بچپن ہی سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے جذبات سے سرشار تھے اور جہاں بھی وہ خلاف شرع کوئی بات دیکھتے بر ملا ٹوکتے اور نکیر کرتے، مدینہ منورہ اور بصرہ کے زمانہ طالب علمی ہی سے آپ نے شرک و بدعات کے خلاف محاذ کھول رکھا تھا جس کے نتیجہ میں انہیں تکلیفیں جھیلنا پڑیں بلکہ بصرہ سے نکلنے کا سبب بھی ان کا یہی جذبہ دعوت و ارشاد ہی بنا۔

نجد واپس آنے کے بعد آپ نے شرک و بدعات کے استیصال کا عزم مصمم کیا، توحید کی دعوت عام کی، شرک اور اس کے مفسد کو بر ملا بیان کیا، غیر اللہ کی عبادت اور قبر پر سجدہ کرنے سے منع کیا، اسلامی اخلاق کو عام کرنے کی کوشش کی، پھر کیا تھا مخالفتوں کا سیلاب اٹھ پڑا، پرائے تو تھے ہی خود اپنے بھی درپے آزار ہو گئے، باپ نے بھی سرد مہری دکھائی، ایذا رسانیوں کا سلسلہ شروع ہوا، مگر شیخ نے ان ناموافق حالات کی قطعاً پروا نہ کی اور صبر و عزیمت کا پہاڑ بن کر توحید خالص کی اشاعت میں مصروف رہے، درس کا سلسلہ چلتا رہا، وعظ کی مجلسیں منعقد ہوتی رہیں اور پھر آہستہ آہستہ آپ کی دعوت کے ثمرات ظاہر ہونا

شروع ہوئے، کچھ لوگ آپ کی دعوت سے متاثر ہو کر آپ کے پُر جوش معاون بنے، پھر اصلاح و دعوت کی اس تحریک کو وسعت دینے کے مقصد سے شیخ عیینہ تشریف لے گئے اور وہاں کے امیر کو اپنی دعوت سے متعارف کرایا، امیر نے اولاً شیخ کی تکریم کی اور آپ کو اپنے تعاون کی یقین دہانی کرائی، مگر کچھ دنوں بعد علاقہ کی بعض بڑی طاقتوں کے دباؤ کے نتیجہ میں دست تعاون کھینچ لیا، شیخ عیینہ سے درعیہ پہونچے اور بالآخر درعیہ کے امیر محمد بن سعود اور ان کے اہل خاندان کی قسمت نے یاوری کی اور انھوں نے شیخ کا پر تپاک خیر مقدم کیا اور آپ کی بھرپور تکریم اور حوصلہ افزائی کی نیز مکمل حمایت و تائید کا اعلان کیا، اس کے بعد شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی نے امیر محمد بن سعود اور ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین امیر عبد العزیز بن محمد بن سعود کے تعاون سے دعوت اور اصلاح کے مشن کو پوری کامیابی کے ساتھ آگے بڑھایا اور آپ کی پچاس سالہ جدوجہد سے نہ صرف جزیرۃ العرب بلکہ پورا عالم اسلام دوبارہ صحیح اور خالص اسلام سے روشناس ہو گیا۔ فجزاه اللہ خیراً عن الإسلام والمسلمین أحسن الجزاء۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدی نے عقیدہ و عمل کی اصلاح کی خاطر جس تحریک کا آغاز کیا تھا اس کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لئے تمام ممکنہ وسائل اختیار کئے، زبانی وعظ و تبلیغ اور درس کے ساتھ آپ نے قلم کا بھی سہارا لیا اور امیر محمد بن سعود کی معیت میں جہاد بالسیف کی سعادت بھی حاصل کی اور شرک اور اس کے مظاہر کے خاتمہ کے لئے قوت و طاقت کا برملا استعمال بھی کیا۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تحریریں دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا رہوار قلم بڑا تیز تھا اور انہوں نے عقائد، حدیث فقہ، تفسیر اور سیرت ہر موضوع پر لکھا ہے اور خوب لکھا ہے، چنانچہ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض نے چودھویں صدی ہجری کے اختتام پر شیخ الاسلام کی شخصیت اور تجدیدی کارناموں سے دنیا کو آگاہ کرنے کے مقصد سے ایک بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد کیا تھا، اس موقع پر جامعۃ الامام نے شیخ کی تمام تصنیفات، رسالوں اور تحریروں کو فون واریک ساتھ شائع کرنے کا اہتمام کیا تھا، چنانچہ شیخ کی چھوٹی بڑی تمام تحریریں ۱۱ ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہیں اور یہ ساری تحریریں تقریباً پانچ ہزار صفحات پر پھیلی ہیں۔

شیخ کی ان قابل قدر تحریروں اور قیمتی علمی سرمایہ اور ذخیرہ کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ دعوت و اصلاح میں ہمہ وقت مصروف رہنے والے، ہمہ جہت مخالفتوں کا سامنا اور مختلف مصائب و مشکلات جھیلنے والے شخص کو ان کتابوں کی تحریر کا وقت اور موقع کب ملا ہوگا؟ بلاشبہ یہ شیخ پر اللہ کا بے پایاں فضل ہے کہ اس کی توفیق سے انھوں نے امت کے لئے یہ قیمتی علمی و دعوتی سرمایہ فراہم کیا اور سلف صالح اور محدثین کے منہج کے مطابق مختلف موضوعات پر خالص کتاب و سنت کی روشنی میں معلومات کا

ایسا ذخیرہ اور بیش قیمت مواد جمع کر دیا کہ رہتی دنیا تک طالبان علوم شرعیہ اور داعیان توحید اس سے بے نیاز نہ ہو سکیں گے۔ یوں تو شیخ نے عقیدہ، حدیث، تفسیر، فقہ اور سیرت کے مختلف گوشوں کو اپنے قلم کی جولان گاہ بنایا ہے لیکن ان سب میں اصلاح عقیدہ کا عنصر ہر تحریر میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے، اس موقع پر شیخ الاسلام کی تمام تصانیف پر نظر ڈالنے کا موقع نہیں صرف ان کتابوں کا اجمالی تعارف مقصود ہے جنہیں آپ نے عقائد کی اصلاح کے سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ علیحدہ تحریر کی ہیں، مگر ان پر کچھ عرض کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کے اسلوب نگارش کے تعلق سے چند باتیں ذکر کر دی جائیں۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کا اسلوب نگارش:

شیخ الاسلام محض روایتی عالم دین نہ تھے بلکہ آپ ایک مجدد اور مصلح تھے، اللہ تعالیٰ نے تجدید دین اور اصلاح امت جیسے عظیم مقصد کے لئے آپ کو پیدا کیا تھا اس لئے ان میں بہت ساری خوبیاں بھی ودیعت کر رکھی تھیں، امت کے لئے خیر خواہی کا جذبہ آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، آپ ہر قیمت پر امت کو عقیدہ و عمل کی گمراہیوں سے نجات دلانے کے خواہاں اور اسے شرک و بدعات کی آلائشوں سے پاک و صاف کر کے خالص دین میں واپس لانے کے حریص تھے، آپ کی ہر بات، ہر عمل و حرکت اور ہر تقریر و تحریر میں یہی ناصحانہ اور مخلصانہ جذبہ نمایاں طور پر نظر آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریریں بڑی دلپذیر، سوز میں ڈوبی ہوئی اور نہایت موثر ہیں اور باوجودیکہ ان میں زبان و بیان کی رنگینی نہیں تاہم بمصدقہ از دل خیزد و بدل ریزد

وہ قاری کے دل پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہیں اور جذبہ صادق کے ساتھ پڑھنے والے کو ہدایت کا سامان فراہم کرتی ہیں۔

شیخ کی اکثر اصلاحی تحریروں میں آپ دیکھیں گے کہ انشائیہ اسلوب کے بجائے خطابی اسلوب اختیار کیا گیا ہے، چنانچہ جگہ جگہ اعلم رحمک اللہ، فتأمل رحمک اللہ، أنظر رحمک اللہ، اعلم أرشدک اللہ، ماتقول؟ جیسے صیغہ استعمال کر کے براہ راست مخاطب کے دل میں اترنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، بعض تحریروں سے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ شیخ خود قاری سے ہم کلام اور محو گفتگو ہیں، ساتھ ہی اس انداز مخاطب میں جو اپنائیت، خلوص، سوز اور درد پنہاں ہے وہ بھی اہل نظر سے مخفی نہیں۔

شیخ چونکہ ایک مصلح اور سچے متبع کتاب و سنت تھے اس لئے ان کی تحریروں میں رطب و یابس کی آمیزش بالکل نہیں، تصنع و تکلف اور عبارت آرائی کے بجائے آپ اپنی بات بہت واضح الفاظ میں صاف صاف لکھتے ہیں اور اس پر قرآن و حدیث سے دلیل پیش فرماتے ہیں، اکثر کتابوں میں محدثین اور علماء سلف کے منہج کے مطابق آپ نے ابواب قائم کر کے صرف نصوص

کتاب وسنت کے ذکر و نقل پر اکتفا کیا ہے۔

شیخ الاسلام کو اللہ کی طرف سے مجتہدانہ بصیرت کا حظ وافر ملا تھا، اپنی تحریروں میں شیخ رحمہ اللہ کتاب وسنت کے نصوص سے ایسے نکتے بیان کرتے ہیں کہ متبحر اہل نظر بھی عیش عیش کراٹھتے ہیں اور طریق استدلال اتنا زوردار ہوتا ہے کہ مخالفین و معاندین تک ان کی دور رس نگاہ اور علمی پختگی کا لوہا ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں، یہ شیخ کے رسوخ فی العلم اور غزارت علمی کا بین ثبوت ہے۔

شیخ الاسلام نے اپنی کتابوں اور تحریروں میں قرآن کریم اور صحیح ثابت شدہ حدیثوں ہی کو اصل مرجع قرار دیا ہے اور بسا اوقات صحابہ و تابعین، معتمد مفسرین اور شارحین حدیث کے اقوال بھی ذکر کئے ہیں نیز امام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ ابن القیم رحمہما اللہ اور ان کے جہود و مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ان کے اقوال کو جابجا نقل کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

آمد م برسر مطلب:

اس تمہید کے بعد میں اصل مقصد کی طرف آتا ہوں اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی ان تصنیفات یا رسالوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں جنہیں آپ نے عقائد کی اصلاح، توحید کے اثبات اور شرک کی تردید میں تصنیف کی ہیں۔

جامعۃ الامام محمد بن مسعود اسلامیہ ریاض نے ”العقیدۃ والآداب الإسلامیۃ“ کے عنوان کے تحت شیخ الاسلام کی ۹/ کتابوں اور رسالوں کو ایک جلد میں جمع کر دیا ہے وہ کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱- کتاب التوحید الذی ہو حق اللہ علی العبید۔

۲- کشف الشبهات۔

۳- ثلاثة الأصول (الأصول الثلاثة وأدلتها)

۴- القواعد الأربع۔

۵- فضل الإسلام۔

۶- أصول الإيمان۔

۷- کتاب مفید المستفید فی کفر تارک التوحید۔

۸- مجموعة رسائل فی التوحید۔

۹- کتاب الكبائر۔

۱- کتاب التوحید:

یہ شیخ الاسلام کی وہ قابل قدر، مشہور اور مقبول عام کتاب ہے جس نے اپنے دور تصنیف اور بعد کے زمانہ میں بھی

دنیاۓ اسلام کو توحید خالص سے روشناس کرانے اور شرک و بدعات اور اوہام و خرافات کے استیصال میں نمایاں کردار ادا کیا، اس میں شیخ نے توحید کی فضیلت، حقیقت اور اس کے فوائد و ثمرات نیز شرک، اس کے انواع و اقسام اور مفسد و اضرار کو بڑی تفصیل کے ساتھ کھل کر بیان کیا ہے، اس کتاب میں شیخ نے مقدمہ کے علاوہ توحید و شرک سے متعلق ۱۶۶/ ابواب قائم کئے ہیں اور ہر باب کی مناسبت سے قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور آثار ذکر فرمائے ہیں اور پھر ان آیات و احادیث و آثار سے سیکڑوں مسائل مستنبط کئے ہیں۔

یہ کتاب جس اخلاص اور جذبہ صادق کے تحت لکھی گئی تھی اسی کا ثمرہ ہے کہ اسے بے پناہ اور فقید المثال مقبولیت حاصل ہوئی اور لاکھوں کی تعداد میں یہ عربی کے علاوہ دنیا کی مختلف زندہ زبانوں میں شائع ہو کر گم گشتگان راہ کے لئے ہدایت کا ذریعہ ثابت ہوئی، اس کے متعدد شرحیں بھی لکھی گئیں، گزشتہ دو صدیوں سے عالم اسلام میں توحید خالص کی جو روشنی نظر آرہی ہے اس میں اس عظیم المرتبت کتاب کا رول سب سے نمایاں ہے اور اس خوشگوار انقلاب کا سرہ شیخ رحمہ اللہ کی تحریک دعوت و اصلاح ہی کے سر جاتا ہے۔

۲- کشف الشبهات:

یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جس میں توحید خالص کے تعلق سے پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے، اور جن جن راستوں سے مسلمانوں میں شرک در آیا ہے، ان کی نشاندہی کی گئی ہے اور خالص کتاب و سنت کی روشنی میں توحید الوہیت کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے کہ اصل توحید الوہیت ہی ہے۔

۳- ثلاثة الأصول:

یہ بھی ایک مختصر رسالہ ہے، جو الأصول الثلاثة و أدلتها کے نام سے بارہا طبع ہو چکا ہے، رسالہ کے آغاز میں یہ طور تمہید، شیخ نے مندرجہ ذیل ۴/ امور کا ذکر کیا ہے:

۱- العلم: وهو معرفة الله و معرفة نبيه و معرفة دين الإسلام وبالأدلة.

۲- العمل به.

۳- الدعوة إليه.

۴- والصبر على الأذى.

پھر مندرجہ ذیل تین اصولوں کو دلائل کے ساتھ بیان فرمایا ہے، آغاز ان الفاظ سے کیا ہے:

اعلم! رحمك الله، أنه يحب على كل مسلم و مسلمة تعلم ثلاث هذه المسائل والعمل بهن.

پھر ان تینوں مسائل کو ایک ایک کر کے ذکر فرمایا:

۱- اس بات کی معرفت کہ اللہ ہی ہمارا خالق و رازق ہے، اس نے ہم کو یونہی عبث اور بے مقصد نہیں پیدا کیا ہے بلکہ ہمارے پاس رسول بھیجے ہیں جس نے رسول کی اطاعت کی اسے جنت ملی گی اور نافرمان واصل جہنم ہوگا۔

۲- دین اسلام کو دلائل کے ساتھ جاننا۔

۳- اپنے نبی محمد ﷺ کے مقام و مرتبہ اور حقوق کی صحیح معرفت۔

پھر ان تینوں امور پر قرآن و سنت سے دلیلیں دی ہیں۔

۴- القواعد الأربع:

یہ مختصر ترین رسالہ ہے جس میں توحید کے مختلف پہلوؤں کو بڑے مؤثر اسلوب میں اجاگر کیا گیا ہے، تمہید میں توحید کی اہمیت بیان کرتے ہوئے شیخ نے لکھا ہے کہ جیسے وضو کے بغیر کوئی نماز درست نہیں ہوتی ایسے ہی توحید کے بغیر کوئی بھی عبادت مقبول نہیں اور پھر اس پر قرآنی دلیلیں دی ہیں، اس کے بعد مندرجہ ذیل چار اہم قاعدوں کی وضاحت فرمائی ہے۔

۱- ”أَنْ تَعْلَمَ أَنَّ الْكَفَّارَ الَّذِينَ قَاتَلَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَقْرُونُونَ بِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى هُوَ الْخَالِقُ الْمَدْبَرُ وَأَنَّ ذَلِكَ لَمْ يُدْخِلْهُمْ“۔

جن کفار سے رسول اللہ ﷺ نے قتال فرمایا تھا وہ بھی اللہ کو خالق و مدبر تسلیم کرتے تھے مگر اس کے باوجود وہ مسلمان قرار نہ پائے۔

۲- ”انهم يقولون ما عبدناهم و توجهنا إليهم إلا لطلب القربة والشفاعة“۔

کفار کہتے تھے ہم ان بتوں کی پرستش نہیں کرتے بلکہ انہیں قربت و شفاعت کے لئے پکارتے ہیں۔

۳- نبی کریم ﷺ نے ہر قسم کے مشرکین سے جہاد کیا خواہ وہ شمس و قمر کی پرستش کرنے والے ہوں یا انبیاء و صلحاء کو پوجنے والے یا شجر و حجر کو سجدہ کرنے والے، آپ نے ان کے درمیان کوئی تفریق نہ کی۔

۴- موجودہ زمانہ کے مشرکین پہلے مشرکین سے بھی گئے گزرے اور بدتر ہیں کہ وہ خوش حالی میں بتلائے شرک ہوتے تھے مگر مصیبت کے وقت وہ اللہ ہی کو پکارتے تھے جب کہ یہ مشرکین ہر حال میں غیر اللہ ہی سے استمداد کرتے ہیں۔

شیخ نے ان چاروں قواعد پر قرآن دلائل کے انبار لگادئے ہیں اور بڑے سلیقہ سے شرک، اس کے مظاہر اور نقصانات کو اجاگر کیا ہے۔

۵- فضل الإسلام:

متوسط حجم کا یہ رسالہ تقریباً ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے، شیخ رحمہ اللہ نے اس میں ۱۳ ابواب قائم کر کے اسلام کے تعلق

سے کتاب وسنت کے نصوص جمع فرمائے ہیں، ابواب پر ایک نظر ڈالنے سے کتاب کی اہمیت وافادیت سامنے آجاتی ہے:

(۱) باب فضل الإسلام (۲) باب وجوب الإسلام (۳) باب تفسیر الإسلام (۴) باب قوله تعالى ﴿ومن یبتغ غیر الإسلام دینا فلن یقبل منه﴾ (۵) باب وجوب الاستغناء بمتابعته (یعنی القرآن) (۶) باب ماجاء فی الخروج عن دعوی الإسلام (۷) باب وجوب الدخول فی الإسلام کله و ترک ماسواہ (۸) باب ماجاء أن البدعة أشد من الكبائر (۹) باب ماجاء أن الله احتجز التوبة علی صاحب البدعة (۱۰) باب قول الله تعالى ﴿یا أهل الکتاب لم تجاجون فی إبراهیم﴾ (۱۱) باب قول الله تعالى: ﴿فأقم وجهک للدين حنیفا﴾ (۱۲) باب ماجاء فی غربة الإسلام وفضل الغرباء (۱۳) باب التحذیر من البدع.

۶- أصول الإيمان:

تقریباً ۴۴ صفحات کے اس رسالہ میں شیخ نے مندرجہ ذیل ۱۲ ابواب قائم فرما کر ایمان سے متعلق امور کا ذکر کتاب و سنت کی روشنی میں کیا ہے:

(۱) باب معرفة الله والإيمان به (۲) باب قول الله تعالى: ﴿حتى إذا فزع عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربکم، قالوا الحق وهو العلی الکبیر﴾ (۳) باب قوله تعالى ﴿وما قدرُوا الله حق قدره﴾ (۴) باب الإيمان بالقدر (۵) باب ذکر الملائكة علیهم السلام والإيمان بهم (۶) باب الوصية بکتاب الله عزوجل (۷) باب حقوق النبی ﷺ (۸) باب تحريضه ﷺ علی لزوم السنة والترغيب فی ذلك و ترک البدع والتفرغ والاختلاف والتحذیر من ذلك (۹) باب التحريض علی طلب العلم وکيفية الطلب (۱۰) باب قبض العلم (۱۱) باب التشديد فی طلب العلم للمراء والجدال (۱۲) باب التجوز فی القول و ترک التکلف والتنطع.

۷- کتاب مفید المستفید فی کفر تارک التوحید:

یہ باقاعدہ کتاب ہے اور بڑے سائز کے ایک سو دس صفحات پر پھیلی ہے، شروع کے بیس صفحات تمہید اور مقدمہ کے طور پر لکھے گئے، جس میں کتاب وسنت، اقوال صحابہ اور ائمہ مجتہدین کے آراء و فتاویٰ کی روشنی میں شرک کی آلائشوں کو بیان کر کے اس کے نقصانات کو واضح کیا گیا ہے، نیز شرک اکبر اور شرک اصغر دونوں پر تفصیل سے بحث کر کے توحید کی فضیلت اجاگر کی گئی ہے، اس کے بعد ”باب یتغیر الزمان حتی تعبد الأوثان“ کے تحت مختصر گفتگو ہے اور آخر میں ”باب وجوب

عداوة أعداء الله من الكفار والمرتدين والمنافقين“ کے تحت موضوع پر تفصیلی بحث ہے اور تارک توحید کے کفر پر قرآن و سنت سے دلیلیں دی گئی ہیں، بڑی اہم اور مفید کتاب ہے۔

۸- مجموعة رسائل في التوحيد والإيمان:

عقیدہ توحید اور ایمان سے متعلق شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدیؒ کے ۱۳/ چھوٹے بڑے رسالوں کو ایک ساتھ جمع کر دیا گیا، ان میں سے بعض رسالے علیحدہ بھی شائع ہوئے ہیں، اس طرح اگر ان مختلف رسالوں کو علیحدہ اور مستقل مانا جائے تو عقیدہ کے باب میں شیخ کی کتابوں اور رسالوں کی تعداد اکیس تک پہنچ جائے گی، لیکن چونکہ بیشتر رسالے بہت مختصر ہیں کہ وہ ایک، دو یا تین صفحات ہی کے ہیں اس لئے انہیں مجموعہ کے ضمن میں رکھنا زیادہ قرین قیاس ہے، رسائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱- مسائل الجاهلية:

اس مجموعہ کا سب سے پہلا اور نسبتاً طویل رسالہ ہے جو ۱۷/ صفحات پر مشتمل ہے، اس رسالہ میں شیخ نے ۱۲۸/ ایسے امور و مسائل کا ذکر کیا ہے جن میں نبی اکرم ﷺ نے اہل جاہلیت کی مخالفت کی ہے، بعض مسائل کے بعد قرآنی دلائل بھی ہیں۔

۲- شرح ستة مواضع من السيرة:

سیرت کے چھ واقعات سے توحید کا اثبات کیا گیا ہے (۱) نزول وحی کا آغاز (۲) توحید کی تبلیغ اور شرک سے بیزاری (۳) سورہ النجم کی تلاوت کے وقت کفار کا سجدہ ریز ہونا (۴) ابوطالب کے ایمان نہ لانے کا واقعہ (۵) ہجرت کے فوائد (۶) رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ارتداد کا فتنہ، یہ رسالہ ۹/ صفحات پر مشتمل ہے۔

۳- تفسير كلمة التوحيد:

کلمہ توحید ”لا إله إلا الله محمد رسول الله“ کی تشریح ۸/ صفحات پر یہ کتاب مشتمل ہے۔

۴- تلقين أصول العقيدة للعامة:

۴/ صفحات کا یہ رسالہ سوال و جواب کے انداز میں عوام الناس کے لئے بہت موثر اسلوب میں لکھا گیا ہے، مثلاً شیخ نے لکھا ”إذا قيل لك من ربك؟ قل ربي الله، فإذا قيل لك ايش معنى الرب؟ قل المعبود المالك المتصرف“ اس رسالہ میں توحید کے بعض مضامین کو سادہ اسلوب میں ذہن نشین کرایا گیا ہے، اور کہیں کہیں فصیح عربی زبان کے بجائے عامی لب و لہجہ اور اسلوب استعمال کیا گیا ہے۔

۵- ثلاث مسائل:

دو صفحات پر مشتمل اس رسالہ میں شیخ نے تین باتیں ذکر کی ہیں:

۱- اللہ نے ہمیں یونہی بلا مقصد پیدا نہیں کیا ہے۔

۲- رسول اللہ ﷺ کی سب سے اہم دعوت توحید ہے۔

۳- موحد کے لئے ضروری ہے کہ وہ کفار و مشرکین سے اپنی براءت اور عداوت ظاہر کرے۔

۶- معنی الطاغوت و رؤس أنواعه:

۳/صفحات کے اس رسالہ میں طاغوت کے پانچ معانی کا بیان کتاب وسنت کے دلائل کے ساتھ کیا گیا ہے۔

۷- الأصل الجامع لعبادة الله وحده:

یہ رسالہ بھی ۳/صفحات پر مشتمل ہے جس میں عبادت کی تمام قسموں مثلاً دعا، استعانت، استغاثہ، نذر، قربانی، خوف، رجاء اور توکل وغیرہ کا مختصر اور مدلل ذکر ہے۔

۸- بعض فوائد سورة الفاتحة:

یہ رسالہ دراصل سورہ فاتحہ کی مختصر تفسیر ہے، ۳/صفحات کے اس رسالہ میں شیخ نے سورہ فاتحہ کی بڑی دلپذیر اور انوکھی تفسیر کی ہے، شیخ نے لکھا ہے کہ پہلی آیت میں محبت کا بیان ہے، دوسری آیت میں رجاء اور تیسری میں خوف کا ذکر ہے، اور چوتھی آیت ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ”﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ أى أعبدك يارب بما مضى بهذه الثلاث بمحبتك ورجائك وخوفك، وفيها توحيد الألوهية والربوبية“ سورہ فاتحہ کی آخری دونوں آیات سے متعلق شیخ نے لکھا کہ ان میں لوگوں کی تین قسموں کا ذکر ہے۔ (۱) منعم علیہ (۲) مغضوب علیہ (۳) ضال، مغضوب علیہ وہ قسم ہے جس کے پاس علم ہو مگر عمل سے کورا ہو، جو بغیر علم کے عمل کرے وہ ضال ہے اور منعم علیہ وہ ہے جو علم و عمل دونوں سے بہرہ ور ہو، شیخ نے یہ بھی لکھا کہ یہ آیات اگرچہ یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں تاہم ان کا حکم عام ہے۔

۹- نواقص الاسلام:

یہ رسالہ بھی ۳/صفحات کا ہے، اس میں دس ایسی چیزوں کا ذکر ہے جن سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، وہ دس یہ ہیں: (۱) اللہ کی عبادت میں شرک (۲) اللہ کے لئے واسطہ اور وسیلہ (۳) مشرکین کو کافر نہ سمجھنا اور ان کے عقائد کو درست ماننا (۴) نبی کے سوا کسی اور کے طریقہ کو زیادہ درست تصور کرنا (۵) نبی کی لائی ہوئی شریعت کو ناپسند کرنا (۶) دین کا استہزاء (۷) جادو (۸) مشرکین کا تعاون (۹) یہ عقیدہ رکھنا کہ بعض لوگوں کے لئے شریعت محمدی سے خروج کی گنجائش ہے (۱۰) اللہ کے دین سے اعراض، شیخ نے اکثر امور پر قرآنی دلیل بھی نقل کی ہے۔

۱۰- مسائل مستنبطۃ من قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَن الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾

مذکورہ آیت کریمہ سے شیخ نے توحید و شرک سے متعلق دس مسائل مستنبط کئے ہیں۔

۱۱- ثمان حالات استنبطھا الشیخ من قول اللہ تعالیٰ:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِي شَكٍّ مِّن دِينِي فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ﴾

۳/صفحات کی اس تحریر میں شیخ نے آیت کریمہ سے آٹھ مسائل مستنبط کئے ہیں جن کا تعلق توحید اور شرک سے ہے۔

۱۲- سنة أصول عظيمة:

۵/صفحات پر مشتمل اس رسالہ میں شیخ نے مندرجہ ذیل ۶/اصولی امور بحث کی ہے:

(۱) إخلاص الدين لله وحده لا شريك له (۲) الاجتماع في الدين والنهي عن التفرق (۳)

السمع والطاعة (۴) بيان العلم والعلماء (۵) أولياء الله (۶) رد الشبهة التي وضعها الشيطان في ترك القرآن والسنة واتباع الآراء والأهواء.

۱۳- رسالة في توحيد العبادة:

۲/صفحات کے اس رسالہ میں توحید الوہیت کا بیان ہے کہ یہی توحید بندوں سے مطلوب ہے، تحریر مختصر مگر موثر ہے۔

۹- كتاب الكبائر:

یہ شیخ کی مستقل کتاب ہے، سب سے پہلے کبار کے سلسلہ میں آیت قرآنی تحریر کر کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کی روشنی میں کبار کی تعریف کی گئی ہے، پھر شیخ نے ”باب اکبر الكبائر“ قائم کر کے اس سے متعلق حدیثوں کو جمع کیا ہے، اس کے بعد مختلف کبیرہ گناہوں کے تعلق سے ۱۲۱/ابواب قائم کر کے آیات و احادیث نقل کی گئی ہیں۔

اصلاح عقیدہ، اثبات توحید اور شرک کے استیصال اور بدعات و خرافات کے خاتمہ کے سلسلہ میں شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدی کی قلمی کاوشوں کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا، جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ شیخ رحمہ اللہ نے توحید اور شرک کے مسائل کو نوع بہ نوع طریقوں سے واضح کر کے مسلمانوں کو شرک کی آلائشوں سے دور رکھنے کی قابل قدر خدمت انجام دی ہے اور قیامت تک آنے والے مخلص علماء و دعاۃ کے لئے توحید جیسے مقدس موضوع پر قیمتی سرمایہ فراہم کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ شیخ کی کاوشوں کو شرف قبول عطا فرماتے ہوئے ان کے مقام کو بلند فرمائے اور ان کی ان تحریروں کو ان کے لئے ذخیرہ آخرت اور ترقی درجات کا ذریعہ بنائے اور ہم سب کو ان سے استفادہ کی توفیق بخشے۔ (آمین)

وہابی تحریک اور ہندوستانی مسلمان حقائق، الزامات اور افترا پردازیاں

مولانا محمد مستقیم سلفی
استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

عصر حاضر میں دہشت گردی دنیائے انسانیت کے لئے بہت بڑا ناسور ہے، آج دنیا ترقی یافتہ ہونے کی دعویٰ دار ہے اور اس نے آرام و آسائش کے لئے بے شمار وسائل و ذرائع کا اختراع بھی کر لیا ہے، اس کے باوجود اس دھرتی پر رہنے والے انسانوں کے لئے چین و سکون کے ساتھ رہنا مشکل سا نظر آتا ہے، اس کا سبب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ اس وقت دہشت گردانہ کارروائی کا خطرہ ہر جگہ بنا رہتا ہے، اور میڈیا بھی دہشت گردوں کی حقیقت کو اجاگر کرنے میں حقیقت پسندی سے کام نہیں لیتا اور نہ اپنے ذرائع سے اس کی تحقیق کراتا ہے بلکہ عموماً وہی راگ الاپتا ہے جس کی اسے تلقین کی جاتی ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آج سے نہیں ابتدائے اسلام ہی سے یہود و نصاریٰ اسلام کے دشمن رہے ہیں اور ہمیشہ مذہب اسلام کو مسخ کرنے کے لئے ایڑی سے چوٹی کا زور صرف کرتے رہے اور مسلمانوں کو اپنے دام میں پھنسانے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کرتے رہے، یہاں تک کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ان کے فریب کے جال میں پھنس گئی۔ ایسے پر فتن دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے ذریعے دین اسلام کی حفاظت کی، جیسے علامہ ابن تیمیہ، محمد بن عبد الوہاب نجدی، شاہ اسماعیل شہید، رحمہم اللہ وغیرہ۔

جب نجد میں شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی نے شرک و بدعت کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور رجوع الی الکتاب والسنۃ کی دعوت دی تو اس وقت کے ترک حکمرانوں اور علاقائی شیوخ کو اپنے اقتدار کے خاتمہ کا خطرہ لاحق ہو گیا، اس لئے ان لوگوں نے شیخ کو بدنام کرنے کے لئے شیخ کی اس تحریک کا نام ”وہابی تحریک“ رکھا اور مسلمانوں کو اور غلایا کہ شیخ نجدی اسلام کے دشمن ہیں، بزرگوں کی اہانت کرتے ہیں، بزرگوں اور اولیاء کی قبروں پر جانے سے منع کرتے ہیں۔

بالکل اسی طرح ہندوستان میں جب مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ نے شرک و بدعت کو عین دین سمجھ لیا تو اس کے خلاف شاہ اسماعیل شہید نے تبلیغی مہم شروع کی اور مسلمانوں کو رجوع الی الکتاب والسنۃ کی دعوت دی، تو ان کے خلاف

خانقاہوں سے صدائے احتجاج بلند ہوئی، اور عوام کو بہکانے اور ورغلانے کے لئے یہ حربہ استعمال کیا گیا کہ جس طرح مکہ و مدینہ میں محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ نے بزرگوں کے مزاروں پر حاضری کے خلاف طوفان پیا کیا تھا اسی طرح شاہ اسماعیل اور اس کے ساتھی ہندوستان میں وہابیت پھیلانا چاہتے ہیں، پھر وہابی کالفظ خدا پرست اور اصلاح پسند مسلمانوں کے لئے گالی کے طور پر استعمال ہونے لگا، مزید برآں ان خانقاہیوں اور دنیا دار مولویوں کو حکومت ہند کی جانب سے شل گئی کیونکہ انہیں بھی ان خدا پرست مسلمانوں سے اپنی حکومت کے بارے میں خطرہ لاحق ہو گیا، ڈاکٹر بہاء الدین صاحب لکھتے ہیں کہ:

”انگریزوں نے وہابیوں (مجاہدین) کے خلاف تکفیری مہم شروع کرنے کے لئے بداہیوں کے ایک مولوی.... صاحب کو پانچ سو روپیہ ماہانہ کی خطیر تنخواہ پر ملازم رکھا، تاکہ وہ وہابیوں کے خلاف کفر کے فتوے جاری کریں، انہیں اجازت دی گئی کہ اپنے مہم کو ہمہ گیر بنانے کے لئے سرکاری خرچہ پر جتنے مولوی مل جائیں خرید لیں، یہ زرخیز مولوی مسجدوں، سڑکوں، چوراہوں، مدرسوں اور بازاروں غرض کہ جہاں کہیں مسلمان ہوتے تھے مجمع لگا کر وہابیوں کے خلاف شعلہ بیانی کرتے تھے“۔ (ترجمان: ۱۶-۳۱ دسمبر ۲۰۰۹ء)

اس تمہید اور تاریخی پس منظر سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ تو حید خالص کے علمبردار مسلمانوں کے خلاف اپنی پوری کوشش ہمیشہ صرف کرتے رہے اور کرتے رہیں گے، فرمان خداوندی ہے: ”یریدون لیطفؤ نور اللہ بافواہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون“ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں، حالانکہ اللہ اپنی روشنی پوری کرنے والا ہے، گرچہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔

وعدہ ربانی بہر حال پورا ہو کر رہے گا، صلیبی اور صیہونی مہم بھی جاری رہے گی کیوں کہ حق و باطل کی معرکہ آرائی ازل سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی
یہ ستیزہ کاری آج بھی دیکھی جاسکتی ہے، بظاہر یہ مہم زور و شور سے جاری ہے لیکن یہ ایک دن ہباء منثورہ ہو کر رہ جائے گی، لہذا توحید پرست مسلمانوں کو اس سے بدل نہیں ہونا چاہئے، اپنے اسلاف ابن تیمیہ، محمد بن عبدالوہاب نجدی، شاہ اسماعیل شہید رحمہم اللہ وغیرہم کے کارناموں سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت:

شیخ محمد بن عبدالوہاب نے جس دور میں دعوت دین کا بیڑا اٹھایا تھا اس دور میں لوگ اپنے علمی و اعتقادی اصول سے دور ہو چکے تھے جس کے نتیجہ میں جہالت کا دور دورہ تھا، عقیدہ میں انحراف پیدا ہو چکا تھا، جزیرہ عرب بالخصوص نجد کی دینی

حالت بڑی ناگفتہ بہ تھی؁ شرک کا رواج عام ہو چکا تھا؁ گنبدوں؁ درختوں؁ پتھروں؁ غاروں تک کی پوجا ہو رہی تھی؁ اسی طرح جادوگروں؁ کاہنوں کی شہرت عام ہو گئی تھی؁ لوگ ان سے سوال کرتے اور ان کی باتوں کی تصدیق کرتے؁ جنوں کو پکارا جاتا ان سے مدد طلب کی جاتی؁ ان کے نام کا ذبیحہ پیش کیا جاتا۔

حرین شریفین اور یمن کا حال بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھا؁ شرک؁ قبروں پر قبوں کی تعمیر اور اولیاء سے استغاثہ اور فریاد عام تھا۔

ایسے پرفتن دور میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ نے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنی جائے پیدائش عیینہ (جوسعودی حکومت کی راجدھانی ریاض سے ستر کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے) میں اسلامی تعلیم اور دعوت و ارشاد کی مہم شروع کر دی؁ اللہ کے دین کی نصرت و تائید اور شرک و بدعت کے خلاف جہاد میں ساتھ دینے کی امید پر علمائے اسلام سے خط و کتابت شروع کی؁ نجد؁ حرین شریفین اور یمن کے بہت سے علماء نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور تائیدی خطوط روانہ کئے؁ دوسری طرف علمائے سونے آپ کی دعوت کی مذمت کی اور آپ کی مخالفت پر تل گئے؁ شیخ نے اپنی دعوت کی تائید میں عیینہ کے گورنر سے مدد طلب کی انہوں نے آپ کی ہر ممکن مدد دینے کی امید دلائی۔

اس کے بعد شیخ نے زبانی دعوت و تبلیغ کے ساتھ عملی طور پر بھی شرک و بدعت کی بیخ کنی کرنے کا عزم کیا؁ شیخ نے گورنر عثمان بن عمر کی مدد سے سب سے پہلے عمر بن خطاب رضی اللہ کے بھائی زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قبر پر بنے ہوئے قبہ کو منہدم کیا؁ اس کے علاوہ بہت سے قبوں اور ان غاروں اور درختوں کی بیخ کنی کی جو شرک و بدعت کے آماجگاہ تھے؁ اسی طرح ایک شادی شدہ عورت کو بار بار اقرار زنا پر رجم کروادیا؁ جس کی شہرت اس قدر عام ہوئی کہ دین پسند لوگوں نے عیینہ کی جانب ہجرت کرنی شروع کر دی اور شیخ سے ملاقات کر کے آپ کی ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔

جب یہ خبر احساء کے گورنر کو پہونچی تو اسے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں شیخ اپنی دھاک نہ جمالیں اور پھر ہماری سلطنت خطرہ میں پڑ جائے؁ چنانچہ انہوں نے عیینہ کے گورنر عثمان بن عمر کو دھمکی آمیز خط لکھا کہ آپ کے پاس جو ملا ہے اسے قتل کر دیں ورنہ ہم آپ پر حملہ کر دیں گے؁ عثمان بن عمر نے شیخ کو خط دکھایا اور کہا کہ میں آپ کو قتل نہیں کر سکتا البتہ آپ سے گزارش ہے کہ آپ یہاں سے کہیں دوسری جگہ چلے جائیں؁ میں حاکم احساء سے محاذ آرائی کی طاقت نہیں رکھتا ہوں؁ شیخ نے اسے بہت سمجھایا لیکن حاکم احساء کا ڈراس پر اس قدر غالب تھا کہ وہ اپنی رائے پر مصر رہا؁ مجبوراً شیخ عیینہ سے درعیہ کے لئے روانہ ہو گئے؁ لوگوں کا بیان ہے کہ شیخ عیینہ سے صبح نکلے اور پیدل چل کر شام تک درعیہ پہونچ گئے اور شہر کے ایک متدین آدمی محمد بن سویلم عربی کے یہاں قیام پذیر ہوئے۔ (ماخوذ از کتاب ”امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہلحدیث کی مساعی“)

امام محمد بن سعود سے ملاقات اور تاریخی معاہدہ:

شیخ کی آمد کی اطلاع حاکم درعیہ امیر محمد بن سعود کو ہوئی تو وہ لوگوں کے مشورہ سے خود ہی شیخ سے ملنے کے لئے محمد بن سویم عربی کے گھر گئے، اور شیخ سے کہا کہ آپ میری طرف سے نصرت و تائید، امن و امان اور تعاون کی خوش خبری قبول کیجئے، شیخ نے کہا کہ آپ بھی نصرت الہی، غلبہ اور اچھے نتائج کی خوشخبری قبول کیجئے یہ اللہ کا دین ہے جو اس کی نصرت کرے گا، اللہ بھی اس کی نصرت و تائید کرے گا، امیر محمد بن سعود نے کہا کہ شیخ اللہ اور اس کے رسول کے دین اور اللہ کی راہ میں جہاد پر میں آپ سے بیعت کرتا ہوں، شیخ نے کہا کہ میں بھی اس بات پر آپ سے بیعت کرتا ہوں کہ خون کا بدلہ خون اور بے عزتی کا بدلہ بے عزتی ہے، اور اس پر بھی کہ میں آپ کا شہر چھوڑ کر کہیں اور نہیں جاؤں گا، چنانچہ اس بات پر بیعت مکمل ہو گئی کہ شیخ درعیہ میں قیام کریں گے، امیر محمد بن سعود کے پاس رہیں گے، امیر آپ کی مدد کریں گے اور دین کو غلبہ حاصل ہونے تک ایک ساتھ مل کر اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

اس کے بعد ہر چہار جانب سے لوگوں کے وفود درعیہ آنے لگے، درعیہ مقام ہجرت بنا رہا، اور جہاں جہاں لوگوں کو درعیہ میں شیخ کی مجالس درس، دینی تقریروں اور دعوت و تبلیغ کی خبر ملتی رہی وہ جوق در جوق درعیہ روانہ ہوتے رہے اور شیخ کے درس و تبلیغ سے مستفید ہوتے رہے۔

شیخ نے جزیرہ عرب اور بیرون عرب کے علماء و امراء سے بھی خط و کتابت کی اور انہیں لوگوں کے شرک و بدعت میں ملوث ہونے کی یاد دہانی کرائی، موافق و مخالف ہر طرح کے لوگ ظاہر ہوئے، لیکن شیخ نے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔

جہاد بالسیف کا آغاز اور اسلامی حکومت کا قیام:

شیخ محمد بن عبد الوہاب اس طرح دعوت و جہاد میں کوشاں رہے اور حاکم درعیہ محمد بن سعود آپ کی بھرپور مدد کرتے رہے اور ۱۱۵۸ھ میں زبان و قلم اور دلیل و برہان کے ساتھ جہاد بالسیف کا آغاز ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اس دعوت کو قبول کیا اور نئے سرے سے اللہ کے دین میں داخل ہو گئے قبوں اور مزاروں کو منہدم کر دیا۔ اب امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا جانے لگا، دیہاتوں اور قصبوں میں مبلغین بھیجے گئے اور قصبوں و شہروں میں معلم اور قاضی متعین کئے گئے اور اس طرح علاقہ نجد میں اسلامی دعوت کا بول بالا ہو گیا۔

داعیان حق اور ائمہ آل سعود نے علاقہ نجد سے فارغ ہونے کے بعد اپنی دعوت کا رخ حرمین شریفین کی طرف موڑ دیا وہاں کے علماء سے خط و کتابت کی لیکن جب کوئی فائدہ نظر نہیں آیا اور لوگ اپنے شرکیہ اعمال پر جے رہے تو شیخ محمد بن عبد الوہاب (متوفی ۱۲۰۶ھ) رحمہ اللہ کی وفات کے تقریباً گیارہ سال بعد امام سعود بن عبد العزیز بن محمد آل سعود نے حجاز کا رخ

کیا، اہل طائف سے معرکہ آرائی کے بعد طائف پر قبضہ ہو گیا، اس کے بعد پھر حجاز کی طرف روانہ ہو گئے، مکہ مکرمہ کے پاس ان کے مقابلہ کے لئے فوجیں اکٹھا ہو گئیں، لیکن جب شریف مکہ کو یہ یقین ہو گیا کہ ہماری شکست ہو جائے گی تو فرار ہو گیا اور سعود بن عبدالعزیز کی فوج بغیر مزاحمت کے شہر میں داخل ہو گئی اور یکم محرم ۱۲۱۸ھ کو فجر کے وقت مکہ پر قابض ہو کر توحید کا پرچم بلند کر دیا، اس کے تقریباً دو سال بعد ۱۲۲۰ھ میں مدینہ منورہ پر آل سعود کی حکومت قائم ہوئی۔

۱۲۲۶ھ تک حرمین شریفین میں آل سعود کا قبضہ برقرار رہا، اس کے بعد مصری اور ترکی فوج آل سعود سے جنگ کرنے اور انہیں حرمین شریفین سے نکالنے کے لئے حجاز میں داخل ہو گئی اور ۱۲۲۶ھ سے لے کر ۱۲۳۳ھ تک نجد و حجاز میں مصری اور ترکی فوجوں کے درمیان اور ائمہ آل سعود کے درمیان معرکہ آرائی رہی۔

علاقہ نجد میں مصری فوجوں کو صرف چند سال فتنہ و فساد کا موقع ملا اس کے بعد دعوت توحید کا دوبارہ بول بالا ہوا، تقریباً پانچ سال بعد امام ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود رحمہ اللہ نے نجد اور اس کے قرب و جوار کے علاقوں کو ترکی اور مصری فوجوں سے خالی کرالیا البتہ حرمین شریفین ایک عرصہ تک سعودی حکومت سے الگ رہے، یہاں تک کہ ۱۳۴۲ھ میں ان کی بازیابی عمل میں آئی اور حرمین شریفین پر ملک عبدالعزیز بن عبدالرحمن فیصل آل سعود رحمہ اللہ کی حکومت قائم ہوئی، اللہ کا شکر ہے کہ اس وقت سے لے کر اب تک سعودی حکومت کو حرمین شریفین کی خدمت و پاسبانی کا شرف حاصل ہے، ائمہ آل سعود یکے بعد دیگرے باہم سچے جانشین ہوتے رہے اور اسی طرح آل شیخ کے علماء بھی ایک دوسرے کے جانشین ہوتے رہے۔ (ماخوذ امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہلحدیث کے مساعی)

شیخ کی دعوت کا اثر بیرون ممالک پر:

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نے جس اصلاحی دعوت کا بیڑا اٹھایا، اس کا اثر صرف نجد و حجاز یا بلاد عربیہ تک محدود نہ رہا بلکہ اس سے نکل کر دنیا کے بیشتر ممالک تک پہنچ گیا، اور لوگوں کو شرک و بدعت کی غلاظت سے نکال کر عقیدہ توحید اور کتاب و سنت کی طرف واپس لانے میں اہم رول ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے شیخ کی اصلاحی دعوت کو وہ نمایاں اور بے مثال کامیابی عطا فرمائی کہ باطل خیالات و عقائد رکھنے والوں کو اپنا وجود خطرے میں نظر آنے لگا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب مل کر اس اصلاحی دعوت کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے، اور دعوت الی الحق کے اس بانی کے دور سے لے کر ملک عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل سعود کی حکومت قائم ہونے تک ہر دور میں مخالفین نے اس دعوت حق کی مخالفت کی۔

اس میں شک نہیں کہ اس اصلاحی دعوت کے خلاف آواز بلند کرنے اور بانی دعوت شیخ محمد بن عبدالوہاب پر اتہامات و

الزامات عائد کرنے نیز سعودی حکومت کے خلاف جھوٹے پروپگنڈے کرنے میں برصغیر کا علاقہ پیش پیش رہا، کیونکہ شیخ کی اصلاحی دعوت اور نجد کی موحد حکومت ایک تھی، یعنی کتاب و سنت کی ترویج و اشاعت اور شرک و بدعت کی مذمت۔

چنانچہ شیخ کی اصلاحی دعوت اور سعودی حکومت کے خلاف اٹھائے گئے طوفانوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان کی فضا مکدر ہو گئی اور شیخ کی دعوت و سعودی حکومت کے حامی اور مخالفین جماعتوں کے درمیان گرم گرم بحث و مباحثے ہونے لگے، اور ملک عبدالعزیز آل سعود اور ان کی حکومت کے خلاف جگہ جگہ جلسے اور اجتماعات منعقد ہوئے ان جلسوں اور اجتماعات میں جہاں شاہ عبدالعزیز کے خلاف تجاویز پاس ہوئیں جماعت اہلحدیث ہند پر بھی لعن و طعن اور سب و شتم کیا گیا، کیونکہ جماعت اہل حدیث ہند عقیدہ و منہج کے اعتبار سے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے حامی اور ان کی دعوت کے مؤید تھے، اور پورے علاقہ نجد و حجاز کو شرک و بدعت کی غلاظت سے پاک اور جزیرہ عرب کو متحد کرنے میں شاہ عبدالعزیز آل سعود کی مخلصانہ جدوجہد کے بھرپور تائید و تحسین کرتے رہے۔

سید محمد ہادی اپنی کتاب ”علی برادران اور ان کا زمانہ“ میں شاہ عبدالعزیز کے فتح حجاز اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کے اعتقادی اختلافات کا اجمالاً ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

”ان اختلافات کا اثر ۲۶-۱۹۲۵ء میں دہلی میں یہ دیکھا گیا کہ لوگ بڑے بڑے جلسے کرتے تھے اور غیر مقلدوں کو جن کو عام طور پر وہابی کہا جاتا تھا برا بھلا کہتے تھے، اور کہا جاتا تھا کہ ابن سعود نے نجدی اجداد آج نے مدینہ منورہ میں داخلے کے وقت گنبد رسول پر گولیاں برسائیں اور تمام مقامات مقدسہ منہدم کر دیئے ہیں“۔ (علی برادران اور ان کا زمانہ ص: ۱۷۸ بحوالہ کتاب امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت)

شاہ عبدالعزیز آل سعود اور ان کی حکومت کے متعلق غلط پروپگنڈے اور اجتماعات ویسے تو پورے ہندوستان میں ہو رہے تھے، مگر شہر لکھنؤ اس بارے میں کچھ زیادہ ہی حساس اور پروپگنڈوں کی تشہیر اور اجتماعات کے انعقاد میں پیش پیش رہا، اس سلسلہ کا ایک اجلاس بنام ”مسلم حجاز کانفرنس“ زیر سرپرستی جمعیت خدام الحرمین ۲۶/۲۵ ستمبر ۱۹۲۶ء کو لکھنؤ میں منعقد ہوا، جس میں یہ تجویز پاس ہوئی اور ساتھ ہی حکومت ایران اور افغانستان وغیرہ سے بھی اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی درخواست کی گئی کہ ”مکہ مکرمہ کو شاہ عبدالعزیز کے ہاتھ سے آزاد کرانے کے لئے متحدہ موثر کارروائی کی جائے اور جب تک علاقہ حجاز سے وہ نہیں نکل جاتے اس وقت تک حاجیوں کو حج کے لئے مکہ جانے سے روک دیا جائے“ (روزنامہ ہمدرد دہلی شمارہ ۳۰/ ستمبر ۱۹۲۶ء ص: ۵)

مزید براں ۲۶-۱۹۲۵ء میں علمائے مقلدین نے ہندوستان اور پوری دنیا کے مسلمانوں سے سلطان عبدالعزیز آل

سعود آل شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمہم اللہ علیہم کی مالی اور ذہنی حیثیت سے تباہ کرنے کے لئے التوائے حج کا یہ ریزولیشن پاس کر کے لوگوں سے اپیل کی:

”حج کو مت جاؤ تا کہ حجاز والے بھوکے مرجائیں اور سلطان عبدالعزیز اور سلطان نجد اور نجدی قوم وہاں سے نکل جائیں یا نکال دیئے جائیں“ (اخبار الہمدیث امرتسر ۸/ اکتوبر ۱۹۲۶ء)

اور ۴/ اکتوبر ۱۹۲۶ء کے ”اخبار ہمدرد“ کے ص: ۲ پر التوائے حج کے ریزولیشن پاس کرتے ہوئے یہ اعلان کیا ”مسلمانان عالم کے پاس التوائے ادائیگی فریضہ حج کے اقتصادی حربہ کے سوا کوئی حربہ نہیں، اب ضرورت اس کی ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہ بیٹھا جائے بلکہ فود تیار کئے جائیں، خط و کتابت کی جائے اور اراکین موتمر اسلامی کو ہم خیال بنایا جائے... اس لئے کہ یہی ایک واحد ذریعہ عرب کی بربادی کا ہے“ (اخبار ہمدرد ۴/ اکتوبر ۱۹۲۶ء)

ایسے نازک حالات میں پورے برصغیر کے اندر صرف جماعت الہمدیث وہ واحد جماعت تھی جس نے بحیثیت جماعت وہابی تحریک اور شاہ عبدالعزیز آل سعود کی مخلصانہ جدوجہد کی بھرپور تائید و تحسین کی اور ان کے متعلق اڑائی جانے والی غلط افواہوں اور جھوٹے پروپگنڈوں کی زبردست تردید کی۔

اس سلسلہ میں مولانا ابوسعود خاں قمر بنارسی کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے، جنہوں نے ۱۹۳۳ء میں دارالحکومت دہلی میں منعقد ہونے والی شیعہ کانفرنس کے فوراً بعد ایک زوردار مضمون لکھ کر اخبار الہمدیث امرتسر میں شائع کیا جو درج ذیل ہے:

”شیعہ کانفرنس جو ابھی دہلی میں ہوئی ہے حضرت الملک بن سعود خلد اللہ ملکہ اور ان کی حکومت نجد یہ وجہ از یہ کے خلاف بہت کچھ زہر اگلا ہے اور اس غلط پروپگنڈا سے کہ تمام مسلمان اس حکومت کے خلاف ہیں، دوسری حکومتوں کو ابھارنے اور مداخلت کرنے کی ترغیب دی ہے، چونکہ تمام مسلمانوں کی طرف مخالفت منسوب کرنا بالکل غلط اور سفید جھوٹ ہے، اس لئے اس کی سخت ضرورت ہے کہ ہندوستان کی تمام الہمدیث انجمنیں، آل انڈیا الہمدیث کانفرنس، الہمدیث لیگ اور دوسری انجمنیں بھی ذیل کی تجویزیں پاس کر کے ذیل کے اخبارات میں بھیجیں، نیز اپنے صوبہ کے گورنر اور وائسرائے ہند کو مطلع کریں“۔ (اخبار الہمدیث امرتسر، زمیندار لاہور، ملت دہلی، الجمعۃ دہلی، شحہ ہند کلکتہ)

اس کاروائی سے عام مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی اور دوسری حکومت کی مداخلت سے روکنے کی ترغیب ہوگی اور اس کی اس وقت سخت ضرورت ہے۔

تجویزیں:

۱- یہ عظیم الشان جلسہ شیعہ کانفرنس منعقدہ دہلی کی ان تجاویز کو جو اس نے حکومت سعودیہ عربیہ کے خلاف پاس کی ہیں،

نہایت ذلت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور انہیں سنیوں کی اس پرانی عداوت پر محمول کرتا ہے جو انہیں ہمیشہ سے ہے۔
۲- یہ جلسہ گورنمنٹ برطانیہ کو باور کراتا ہے کہ شیعہوں کی یہ تجاویز اسلام اور مسلمانوں کے اکثر خلاف ہیں اور عام مسلمان اس سے بیزار ہیں۔

۳- یہ جلسہ اس وقت کے حجاز کے بہترین انتظامات اور امن و امان کی دل سے قدر کرتا ہے اور التوائے حج کی تحریک کرنے والوں کو فریضہ خداوندی کا دشمن خیال کر کے عام مسلمانوں کو اس بات کی ترغیب دلاتا ہے کہ وہ بکثرت حج کو جائیں۔
۴- یہ جلسہ یقین کرتا ہے کہ حکومت برطانیہ کسی فریب آمیز پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر معاملات حجاز میں ہرگز مداخلت نہ کرے۔

۵- یہ جلسہ عام سنی مسلمانوں کی تمام انجمنوں، کانفرنسوں اور پریس سے اپیل کرتا ہے کہ وہ شیعہوں کی ان گمراہ کن غلط اور مسلمانوں میں تفریق اور انتشار پیدا کرنے والی تجاویز سے بہت جلد برأت اور بیزاری کا اعلان کریں، شیعہوں کی تجاویز کے خلاف تجویزیں پاس کریں اور اس کی نقلیں حکام اور پریس کو جلد از جلد روانہ کریں۔ (اخبار الہمدیث امرتسر ۱۲/ مئی ۱۹۳۳ء)
مولانا قمر بنارسی رحمہ اللہ کے مذکورہ مضمون کے شائع ہونے کے بعد جماعت الہمدیث نے ”شیعہ آل انڈیا مسلم حجاز کانفرنس لکھنؤ کے جواب میں اور اس میں منظور ہونے والی اسلام دشمن تجاویز کی تردید اور مذمت میں ہندوستان میں جلسے، اجتماعات اور کانفرنسیں کیں اور مولانا قمر بنارسی رحمہ اللہ کے بتائے ہوئے تجاویز کے موافق تجویزیں پاس کر کے مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہونے کے لئے بھیج دیا، نیز صوبہ کے گورنر اور وائسرائے کے پاس روانہ کیا اور سعودی حکومت کے کارناموں کو سراہتے ہوئے اپنے اخبارات و رسائل میں چندے کی اپیلیں کیں، مکہ فنڈ قائم کیا، اور سلطان عبدالعزیز اور ان کے وہابی مسلک کی جانب سے ہر ممکن دفاع کرنے کی کوششیں کیں، اور برطانیہ گورنمنٹ کو اس بات سے آگاہ کیا کہ یہ مٹھی بھر شیعہ ہرگز مسلمانوں کے نمائندہ نہیں، لہذا ان کی درخواست پر برطانیہ گورنمنٹ معاملات حجاز میں ہرگز مداخلت نہ کرے، کیونکہ یہ بات مسلمانوں کے لئے قطعاً ناقابل برداشت ہے۔

جماعت الہمدیث کی جانب سے وہابی تحریک اور سلطان عبدالعزیز آل سعود کی مدافعت میں ہونے والے اجتماعات اور جلسوں کا رد عمل یہ ہوا کہ ہندوستان کے اکثر علمائے احناف شیعہوں کے معاون و مددگار بن کر تحریک وہابیت اور سلطان عبدالعزیز آل سعود کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے اور الہمدیثوں (وہابیوں) پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی، پھر الہمدیثوں (وہابیوں) کو مسجدوں سے نکالنے کی مہم شروع ہوئی اور کتاب جامع الشواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد، بلا حرم میں نجدی، جیسی آتش بار کتابیں شائع کر کے وہابیوں (الہمدیثوں) کو اپنی مسجدوں میں داخل ہونے سے روکنے کی ترغیب دی گئی، یہ داستان بڑی

دردناک اور سوہان روح ہے، اسے پڑھنے کے لئے پتھر کا کلیجہ چاہئے، لیکن ان سب کے باوجود وہابی تحریک اور سلطان عبدالعزیز آل سعود کی جانب سے مدافعت جاری رہی۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے والد ایک غالی قسم کے حنفی، بریلوی عالم اور پیر تھے، الہمدیثوں (وہابیوں) پر ان کے ظلم و ستم کی داستان بڑی ہی دلہوز اور جگر سوز ہے، مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ اپنی کتاب ”آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی“ میں ”وہابی اور وہابیت“ کے عنوان سے اپنے بچپن کا ایک واقعہ لکھتے ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

”لیکن میں ایک بہت ضروری بات کی تشریح کر دینا تو بالکل بھول گیا، مجھے پہلی ہی یہ بات کہہ دینی تھی، کہ اس احساس اور فکر کے ساتھ ایک اور چیز بھی چپکے چپکے میرے اندر کام کر رہی تھی، یعنی وہابیت اور وہابیوں سے عدم نفرت اور پھر ہمدردی و میلان، میں نے عدم نفرت اور ہمدردی کہا، اس لئے کہ ابتداء میں میرے احساسات یہی تھی، عدم نفرت اس لئے کہ میرے لئے یہ سوال نہ تھا کہ وہابیت پسند کی جائے یا نہ کی جائے؟ سوال تو یہ تھا کہ نفرت کی جائے یا نہ کی جائے؟ اس لئے یہ وہابیت کے بارے میں میری خاندانی دنیا میں اصل اباحت نہ تھی بلکہ حذر، یعنی نفرت، تنقیح، تکفیر اور انسان جس قدر بھی مذہبی اور غیر مذہبی برائیوں کا تصور کر سکتا ہے، ان سب کا پیکر و مجسمہ، ”وہابیت“ تھی، بس میری ابتدائی اور بسیط حالت اس بارے میں نفرت و بغض کی تھی، نہ کہ محبت و عدم محبت کی، میں خالی الذہن نہ تھا کہ میلان و عدم میلان کی صورت پیش آتی، میرے تو ذہن کے معمور ہونے کا بہتر سے بہتر سامان موجود تھا، اور وہ انتہا درجے کی نفرت تھی، اس لئے اس بارے میں میں جو کچھ بھی سوچ سکتا تھا، وہ اس درجے کے بعد کا تھا نہ کہ اس سے پیشتر کا۔

حقیقتاً میں سوچتا ہوں تو اس بارے میں والد مرحوم کا تعصب حد درجے تک پہنچا ہوا تھا، اور میں حیران ہوں کہ اسے کیوں کر کسی لفظ اور جملے میں محدود کروں، یہ پہلے بتفصیل کہہ چکا ہوں کہ کس طرح اوائل عمر سے یہ عصبیت ان میں جاگزیں ہوئی اور کس طرح مدت العمر ان کی تمام تصنیف و تالیف، وعظ و مباحث کا تہما مرکز و مٹ رہی ہے، مجھے اپنے بچپن کی پرانی سے پرانی مسموعات جو یاد آتی ہیں، ان میں وہابیت کا ذکر موجود پاتا ہوں، شب و روز اس کا چرچا گھر میں بھی رہتا تھا اور باہر بھی، والد مرحوم کے جو خدام اور مرید تھے وہ بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور یہ قدرتی تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بچپن میں میرا تخیل یہ تھا کہ وہابی کوئی خاص طرح کا ایک بڑا ہی مکروہ اور قابل نفرت مخلوق ہے، میں اپنے ذہن میں اس کا تصویروں کرتا تھا کہ نتیجہ صورت انسان، جس کا آدھا چہرہ کالا ہے اور پیشانی پر بہت بڑا گٹھا ہے یہ اس لئے کہ حافظ صاحب (۱) کے زبانی سنتے تھے کہ دل کے کفر اور بغض رسول کی وجہ سے وہابیوں کا آدھا منہ کالا ہو جاتا ہے

(۱) حافظ صاحب مولانا ابوالکلام آزاد کی تعلیم و تربیت و نگرانی کے لئے متعین کئے گئے تھے۔

اور ان کی ایک علامت یہ ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دینے لئے پیشانی پر ایک بہت بڑا گھٹا بنا لیتے ہیں، ہمارے دیوان خانے میں اس بارے میں خالص مصطلحات اور اسماء تھے، دنیا کی ہر مکروہ اور خبیث چیز اسی لقب سے پکاری جاتی تھی، مثلاً ”حافظ جی“ کہتے تھے کہ ”شب کو اس قدر وہابی تھے کہ نیند نہ آئی“۔ یعنی مجھ سے بہت تھے، دیوان خانے میں کتابوں کے صندوق پڑے تھے، ان کے نیچے ”وہابی“ چلے جاتے تھے، اور پینڈے میں سوراخ کر دیتے تھے، یعنی چوہے، چنانچہ بڑی جدوجہد کے ساتھ ”وہابیوں“ کو پکڑا جاتا تھا، اور ہم لوگ یوں حساب کرتے تھے ”آج وہابی مارے گئے ایک بڑا وہابی بھاگ گیا“۔

نہیں معلوم کون غریب تھا، لیکن ایک بڑا ہی بد صورت آدمی تھا، ایک آنکھ سے کاننا، دوسری میں بھی جالا، چہرے پر شاید فالج بھی گرا تھا، ایک طرف سے لب ٹیڑھے تھے، رنگ سیاہ، رستے میں کبھی کبھی ہم حافظ صاحب کے ساتھ سڑک پر جاتے تو اس غریب کی طرف اشارہ کر کے کہتے ”دیکھو وہ خبیث وہابی کھڑا ہے“ مجھ پر اس کی خوفناک صورت کا واقعی بڑا ہی دہشت انگیز اثر پڑتا، مجھے یاد ہے، کئی مرتبہ میں نے نیند میں ایسے ہی خوفناک ”وہابی“ کو دیکھا اور ڈر کے رونے لگا۔

ایک دن مجھے یاد ہے، جمعہ کے دن وعظ سے آ کے والد محترم حسب معمول دیوان خانے میں بیٹھے تھے، قاعدہ تھا کہ وہ وعظ کے بعد آدھ گھنٹے وہاں بیٹھ کے پھر زنان خانے میں آتے تھے، زور زور سے باتوں کی آواز آنے لگی، میں دوڑا ہوا آ گیا، ایک شخص پگڑی باندھے، بڑی داڑھی دوزانو بیٹھے ہوئے ادب سے باتیں کر رہا تھا، لیکن والد مرحوم اس پر گرج رہے تھے، اور تمام لوگ اسی طرح خوریز نظروں سے اسے گھور رہے تھے کہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کا خون پی جانا چاہتے ہیں۔ اس نے بھی خطرہ محسوس کر لیا تھا، اسی لئے ڈرتا اور کانپتا بھی جاتا تھا، دروازے کے قریب فضل کریم ایک پنجابی مرید بیٹھے ہوئے تھے، میں ان سے پوچھا کون ہے؟ انھوں نے کہا وہابی ہے، اب میں بڑے تعجب سے دیکھنے لگا مجھے سخت حیرت ہوئی کہ آدھا منہ کالا نہیں ہے، لب بھی ٹیڑھے نہیں ہیں، آنکھیں بھی دونوں ہیں، چہرہ بھی انک بھی نہیں ہے، معاملہ میری نظر میں اتنا اہم اور سنجیدہ تھا کہ جوں ہی والد اپنے کمرے میں آ کر بیٹھے، میں نے کہا کہ یہ ”وہابی“ تھا انھوں نے کہا ہاں، میں نے کہا مگر اس کا چہرہ کالا نہیں تھا، انھوں نے کہا ہاں یہ کالا ایک ہی مرتبہ نہیں آ جاتی، جب کبھی آدمی بگڑتا ہے، تو دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر جب وہ اور بگڑ جاتا ہے تو دوسرا نقطہ لگ جاتا ہے، یہاں تک کی پورا دل کا لے نقطوں سے بھر جاتا ہے، پھر یہ کالا لک منہ پر آ جاتی ہے۔ ”کلا بل ران علی قلوبہم“ اب تک یہ پوری بات ان کی یاد ہے۔

جب ذرا اور بڑے ہوئے تو والد مرحوم کے وعظ اور گھر کی باتوں کو خوب سمجھنے لگے ہمیشہ وہابیوں کے عقائد کا ڈر رہتا تھا،..... ہم نے سیکڑوں مرتبہ والد مرحوم سے سنا کہ ان کا کفر یہود و نصاریٰ کے کفر سے بھی اشد ہے، یہود و نصاریٰ بھی اپنے پیشواؤں کے منکر نہیں ہیں، یہ خبیث تو خود اپنے پیغمبر کے منکر ہیں۔

بہر حال بچپن میں جو تاریخ وہابیت کی ہمارے دل پر نقش ہو گئی تھی، وہ یہی تھی، وہابیوں کا دشمن اسلام ہونا خاصۃً نبی

ﷺ سے ان کا بغض، آنحضرت ﷺ کی تحقیر، اولیاء اللہ سے دشمنی، تمام عقائد اسلامیہ سے انکار اور اس طرح کی صد بابائیں جو بطور یقینات کے کہی جاتی تھیں اور ہمیں ان میں کوئی شک نہیں ہو سکتا تھا، یہ بات کہ وہابی رسول اللہ کے منکر ہیں، وہابیت کے متعلق یہ فضا تھی جس میں میں نے پرورش پائی۔

اس زمانے کی بات مجھے یاد ہے جب کبھی حسب معمول وہابیوں پر لے دے ہوتی تو مجھے اچھا نہ معلوم ہوتا تھا، بے اختیار کوئی نہ کوئی جملہ ان کی موافقت میں کہہ دیتا۔ ایک مرتبہ ایک بڑا مجمع ایک مسکین شخص کو پکڑ کر ہمارے یہاں لایا، باہر دیوان خانہ میں حافظ صاحب ایک حج کی طرح بیٹھے اور ملزم پیش ہوا، خوفناک الزام جو اس پر لگایا گیا تھا، ”وہابیت“ کا تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ چھو بازار میں کوئی مسجد ہے، یہ وہابی وہاں ٹھہرا ہوا تھا، وہاں لوگوں نے شب برأت کا حلوہ تقسیم کیا اور اسے بھی دیا، مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ بدعت ہے، جب بحث بڑھی تو لوگ پکڑ کے یہاں لے آئے، بڑا شور مچ رہا تھا، ایک مجرم کی طرح وہ ڈراسہا وسط مجلس میں بیٹھا تھا اور لوگ اس پر گرج رہے تھے، حافظ صاحب مرحوم اس بارے میں بڑے پر جوش مجاہد تھے، وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ وہابیوں کا علاج تمہیں معلوم نہیں، تم لوگ بحث کرنے لگتے ہو، ان کا علاج جوتا ہے، اور یہ کہتے ہوئے گو بد بخت سامنے موجود نہ ہو، لیکن وہ اپنے جوتے کی طرف ہاتھ اس طرح لے جاتے تھے، گویا اتار کر یہ اسلحہ بارہا استعمال بھی کیا تھا، اور اس کے کارنامے نہایت فخر کے ساتھ بیان کرتے تھے، ایک مثنوی بھی کبھی کبھی شوق میں آکر پڑھتے تھے، جو بڑی فصیح و بلیغ تھی، ایک شعر اس کا مجھے اب تک یاد ہے۔

وہابی بے حیا جھوٹے ہیں یارو تڑا تڑ جوتیاں تم ان کو مارو

”تڑا تڑ“ کے لفظ پر بہت زور دیتے تھے، گویا اس شعر میں جس عمل کی تلقین کی گئی ہے، اس کی مساوی اسپرٹ اس لفظ میں مضمر ہے، چنانچہ وہ اس موقع پر بھی پوری طرح تیار تھے کہ اس حسن اتفاق سے پورا پورا کام لیں، اس غریب نے صورت حال محسوس کر لی تھی، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت مجھے اس قدر اس پر رحم آیا تھا کہ میں کہہ نہیں سکتا، میں بار بار سوچتا ہوں کہ خدایا اس کا کیا قصور ہے؟ اس نے کیا کیا ہے کہ اس طرح لوگ اسے مارے ڈالتے ہیں؟ (ماخوذ: آزادی کی کہانی خود آزادی کی زبانی) آپ نے دیکھا کہ یہ ایک شخص یعنی مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کے والد محترم مولانا خیر الدین (جو اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور پیر تھے) کے ظلم و ستم کی داستان ہے، ان کے جیسے بہت سے غالی حنفی اس وقت اس ہندوستان میں موجود تھے اور اہلحدیثوں (وہابیوں) پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے رہے۔

ان تمام ظلم و بربریت کے باوجود تحریک جاری رہی اور رجوع الی الکتاب والسنۃ کی دعوت علمائے اہلحدیث (وہابی) برابر دیتے رہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ کتاب وسنت کی دعوت عام ہوئی اور ان شاء اللہ برابر عام ہوتی رہے گی۔

جامعہ سلفیہ بنارس اور وہابی تحریک سے متعلق لٹریچر

مولانا سعد اعظمی

استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ و عمل کی اصلاح اور مثالی اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے جو کوششیں کیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے ثمر آور ثابت ہوئیں اور معاشرے میں فی الواقع ایسا انقلاب برپا ہوا جو اسلام کے عہد اول کی یاد تازہ کرتا ہے۔ شرک و بدعت کے تمام قلعے ایک ایک کر کے مسمار ہوئے اور ان کی جگہ توحید خالص اور سنت مصطفویہ کے سایہ دار درخت لگے اور پھلے پھولے۔ آپ کی دعوت سے پہلے جزیرہ عرب اور اس کے باشندوں کا کیا حال تھا اور آپ کی کوششوں سے کیا تبدیلیاں واقع ہوئیں اس کا اندازہ لگانے کے لئے تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ حقائق سے آگاہی ہو اور دعوت و اصلاح کے عمل میں اس سے مدد بھی حاصل ہو۔

شیخ کی دعوت کی اساس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ تھی، برصغیر ہند میں جماعت اہل حدیث بھی ان ہی بنیادوں پر قائم ہے اور ان تمام کوششوں کو تحسین و اعتبار کی نظروں سے دیکھتی ہے جو ”دین خالص“ کو بنیاد بنا کر کی جاتی ہیں۔ جماعت کے مرکزی ادارہ جامعہ سلفیہ کی شیخ کے دعوتی و اصلاحی اصول و نظریات سے دلچسپی کی اساس بھی یہی ہے۔ اس دلچسپی کے متعدد مظاہر ہیں جن میں سے ایک مظہر اس موضوع سے متعلق لٹریچر کی تیاری اور نشر و اشاعت بھی ہے، الحمد للہ جامعہ نے اس سمت میں عربی، اردو اور انگریزی تینوں زبانوں کی ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے پیش قدمی کی ہے، زیر نظر تحریر اسی قسم کی کوششوں کے تعارف کے لئے ترتیب دی جا رہی ہے، اس کا مقصد خالص علمی اور دعوتی ہے، تاکہ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے باحثین اور اصحاب قلم ان کاموں سے واقف رہیں اور آگے کالائے عمل طے کرنے میں ان کو آسانی ہو، تکرار کا احتمال نہ رہے اور صفر سے کام شروع کرنے سے اجتناب کیا جائے۔

اس مضمون میں جامعہ کے شعبہ تصنیف و تالیف یعنی ادارۃ الحجۃ الاسلامیہ سے شائع ہونے والی اس موضوع سے متعلق کتابوں کے علاوہ عربی مجلہ (صوت الامۃ، جو پہلے صوت الجامعۃ، مجلۃ الجامعۃ السلفیہ، نشرۃ الجامعۃ السلفیہ کے نام سے شائع ہوتا رہا) اور اردو مجلہ (محدث) میں شائع ہونے والے مقالات و مضامین کی فہرست اور مختصر تعارف بھی شامل ہے۔ سطور

ذیل میں پہلے اردو کتب کا پھر عربی کتب کا تعارف کرایا گیا ہے۔ اس کے بعد اردو مقالات کا پھر عربی مقالات کا تذکرہ ہے:
(اردو کتب)

کتب: امام محمد بن عبد الوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی

تالیف: شیخ ابوالمکرم عبد الجلیل

اشاعت: ۱۴۲۲ھ = ۲۰۰۱ء

صفحات: ۱۷۴

کتب کے مصنف جامعہ سلفیہ کے ممتاز فضلاء میں شمار ہوتے ہیں، آپ نے جامعۃ الملک سعود ریاض سے بھی بی اے کی ڈگری حاصل کی تھی اور تصنیف و ترجمہ اور دعوت و ارشاد کے میدان میں گراں قدر خدمات انجام دے رہے تھے کہ ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ مطابق جنوری ۲۰۰۵ء میں بعمر ۴۲ سال اس دار فانی کو خیر باد کہہ گئے۔ کتاب کا جو موضوع ہے اس پر ان کا مطالعہ بڑا گہرا تھا، قدیم مجلات و جرائد کو کھنگال کر انہوں نے بڑی قیمتی معلومات اکٹھا کی ہیں، اس لئے ان کی یہ تالیف ایک دستاویزی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ریاض سے شائع ہوا تھا جو جامعہ سلفیہ سے شائع ہونے والے ایڈیشن سے تین سال قبل منظر عام پر آیا تھا۔ اس کتاب کا عربی ایڈیشن اس سے چند ماہ پہلے شائع ہو چکا تھا جس کا نام اس طرح ہے: ”علماء أهل الحديث في الهند وموقفهم من دعوة الإمام محمد بن عبد الوهاب والدولة السعودية“۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کے ابواب و مشتملات کی فہرست ہدیہ قارئین کر دی جائے؛ یہ کتاب کل چھ ابواب ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے:

باب اول: شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت سے پیشتر جزیرہ عرب کے حالات، دعوت کا آغاز، امام محمد بن سعود سے ملاقات اور اسلامی حکومت کا قیام۔

باب دوم: برصغیر کی دینی و سیاسی جماعتوں پر شیخ محمد بن عبد الوہاب کی اصلاحی دعوت اور شاہ عبدالعزیز آل سعود کی مخلصانہ جدوجہد کے اثرات کا سرسری جائزہ۔

باب سوم: شاہ عبدالعزیز کے عہد حکومت سے پیشتر شیخ محمد بن عبد الوہاب کی اصلاحی دعوت کے بارے میں علماء اہل حدیث کا موقف۔

باب چہارم: شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت اور شاہ عبدالعزیز کی حکومت کے بارے میں ان کے ہم عصر علمائے اہل حدیث کا موقف۔

باب پنجم: شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت اور شاہ عبدالعزیز کی مخلصانہ جدوجہد کے بارے میں اہل حدیث اخبارات و جرائد اور مجلات کا موقف۔

باب ششم: شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت اور شاہ عبدالعزیز کی حکومت کے خلاف برصغیر میں منعقد کانفرنسوں کے بارے میں علماء اہل حدیث کا موقف۔

خاتمہ: مذکورہ ابواب سے ماخوذ چند نتائج کا بیان۔ (ص: ۱۳-۱۴)



کتاب: شیخ محمد بن عبد الوہاب کے بارے میں دو متضاد نظریے

تالیف: مولانا محفوظ الرحمن فیضی

اشاعت اول: ۱۹۸۶ء

اشاعت دوم: ۲۰۰۰ء

صفحات: ۱۲۸

یہ کتاب معروف عالم دین مولانا محمد منظور نعمانی کی کتاب ”شیخ محمد بن عبد الوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ اور علمائے حق پر اس کے اثرات“ کے جواب میں ترتیب دی گئی تھی۔ مولانا نعمانی نے مولانا حسین احمد مدنی کے دفاع میں یہ کتاب لکھی تھی، مولانا مدنی نے ”الشہاب الثاقب“ نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی تھی جس میں شیخ محمد بن عبد الوہاب کو ظالم، باغی، خونخوار، فاسق، خبیث وغیرہ وغیرہ القاب سے نوازا تھا۔ مولانا منظور احمد نعمانی نے اپنی مذکورہ کتاب میں (جو اولاً ماہنامہ الفرقان لکھنؤ میں چار قسطوں میں مضمون کی شکل میں شائع ہوئی تھی) مولانا حسین احمد مدنی اور دیگر اکابر علمائے دیوبند کی طرف سے صفائی پیش کی اور ان اسباب و حالات پر روشنی ڈالی جن کی بنیاد پر یہ حضرات شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کے خلاف پروپیگنڈہ سے متاثر ہوئے تھے، لیکن ساتھ ہی ساتھ مولانا نعمانی نے علامہ سید صدیق حسن خاں بخاری قنوجی کو مطعون کرنے کی کوشش کی اور علامہ صدیق حسن خاں کی تحریروں کو مولانا حسین احمد مدنی کی کتاب اور ان کے افکار و خیالات کا ماخذ قرار دیا۔ اس لئے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ حقائق کی وضاحت کی جائے۔

مولانا فیضی کے رسالہ کے مشتملات اولاً ماہنامہ محدث میں چار قسطوں میں اگست تا نومبر ۱۹۸۴ء شائع ہوئے تھے، پھر افادیت و اہمیت کے پیش نظر انہیں کتابی شکل دی گئی۔ مولانا فیضی اپنی تحریر کا مقصد بیان کرتے ہوئے وضاحت فرماتے ہیں کہ: ”ان سطور کی تحریر کا مقصد مولانا نعمانی کی کتاب کا جواب لکھنا یا اس پر کوئی تفصیلی تبصرہ کرنا نہیں ہے، بلکہ انتہائی ادب

وا احترام کے ساتھ صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ: ع

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

یعنی مذکورہ کتاب میں مولانا نعمانی کے لئے نواب والا جاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرنا ضروری ہی تھا تو تصویر کا دونوں رخ پیش کر دینا چاہئے تھا تا کہ نہ کوئی غلط فہمی پیدا ہو نہ مولانا نعمانی جیسے بزرگ پر تلخیص کا الزام عائد ہو سکے، یا پھر سرے سے نواب صاحب کا تذکرہ ہی نہ کیا جاتا، کیونکہ جس سوال کے جواب میں مولانا موصوف نے مذکورہ کتاب لکھی ہے اس میں نواب صاحب مرحوم کے متعلق سرے سے کوئی استفسار کیا ہی نہیں گیا تھا۔ (ص: ۴۰-۴۱ طبعہ ثانیہ)

جامعہ سلفیہ سے کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۶ء میں مولانا صفی الرحمن صاحب مبارکپوری علیہ الرحمۃ کے عرض ناشر کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ دوسرا ایڈیشن جو کمپیوٹر کتابت پر ہے ۲۰۰۸ء میں منظر عام پر آیا، اس میں مولانا مبارکپوری کا تحریر کردہ پہلا عرض ناشر بھی موجود ہے اور دوسرے ایڈیشن کے لئے ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ کا قدرے مفصل عرض ناشر بھی کتاب کی زینت ہے۔

ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر اس رسالہ کا جامعہ سے عربی ترجمہ بھی شائع ہوا، جس کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔

☆☆☆

(عربی کتب)

کتاب: وجہتان متضادتان فی شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالیٰ

تالیف: مولانا محفوظ الرحمن فیضی

عربی ترجمہ: ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس مبارکپوری رحمہ اللہ

سن طباعت: ۱۴۲۵ھ = ۲۰۰۴ء

صفحات: ۱۲۲

یہ کتاب مولانا محفوظ الرحمن صاحب فیضی کی سابق الذکر تالیف ”شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں دو متضاد نظریے“ کا عربی ترجمہ ہے، ڈاکٹر رضاء اللہ رحمہ اللہ کے قلم سے کتاب کا ترجمہ اولاً ماہنامہ ”صوت الامۃ“ میں قسط وار شائع ہوا۔ پھر اسے کتابی شکل دی گئی، افسوس کہ ڈاکٹر صاحب اس رسالہ کے کتابی شکل میں منظر عام پر آنے سے پہلے اس عالم فانی سے رخصت ہو چکے تھے، آپ کی وفات کے تقریباً ایک سال بعد یہ کتاب طبع ہوئی۔ کتاب کا یہ عربی ایڈیشن ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ کے ”کلمۃ الناشر“ برائے عربی ایڈیشن اور مولانا صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ کے ”کلمۃ الناشر“

(عند الطبعۃ الاولی) کے علاوہ مؤلف کتاب مولانا محفوظ الرحمن فیضی حفظہ اللہ کے تعارف پر بھی مشتمل ہے۔

مترجم رحمہ اللہ نے اپنے تمہیدی کلمات میں لکھا ہے کہ اس کتاب کے ترجمہ کے بعد اسے مؤلف حفظہ اللہ کے سامنے انھوں نے پیش کیا اور اس پر ان کی منظوری لی؄ مؤلف موصوف نے انھیں بعض مقامات پر کچھ اضافے کی بھی ہدایت کی؄ چنانچہ محترم مترجم رحمہ اللہ نے ان اضافات کو بین القوسین میں کر کے حاشیہ میں صراحت فرمائی ہے کہ یہ اضافہ مؤلف کی طرف سے کتاب کے ترجمہ کے بعد ہوا ہے؄ اسی طرح بعض مقامات پر مترجم نے اپنی طرف سے کچھ حواشی کا اضافہ فرمایا ہے؄ جن کے اختتام پر (المترجم) لکھ کر مؤلف کتاب کے حواشی سے انہیں ممتاز کر دیا ہے۔

کتاب کے عربی ترجمہ کی ضرورت کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے مترجم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ دراصل جس کتاب کے رد میں یہ کتاب اردو زبان میں لکھی گئی تھی اس کتاب کا عربی ترجمہ بہت ہی جلد بازی میں شائع کر کے بڑے پیمانے پر اسے پھیلا یا گیا تھا؄ اس لئے اس جوابی کتاب کے ترجمہ کی بھی ضرورت محسوس ہوئی؄ مگر اس میں غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ (ص: ۱۷)

☆☆☆

کتاب: السنة والشیعة او الوهابیة والرافضة

تالیف: السید محمد رشید رضا مصری

تحقیق: ڈاکٹر عبدالرحمن بن عبد الجبار پر یوئی

اشاعت: ۱۴۰۸ھ = ۱۹۸۸ء

صفحات: ۹۴

سید رشید رضا مصری کی یہ تالیف مصر سے ۱۳۴۷ھ میں طبع ہو چکی تھی؄ ۱۴۰۸ھ میں ایرانی حجاج کی طرف سے مکہ معظمہ میں امن و سلامتی کی فضا کو مکدر کرنے کی جو نارا کوشش کی گئی تو ضرورت محسوس ہوئی کہ اس فرقہ کے اعتقادی اور تاریخی پس منظر کی وضاحت کی جائے اور اہل سنت اور اہل تشیع کو ایک دوسرے سے قریب لانے کے لئے کی جانے والی کوششوں کے مقاصد اور نتائج پر بھی نظر ڈالی جائے؄ نیز یہ کہ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب اور ان کی دعوت کی حمایت و دفاع کرنے والی حکومت سعودی عرب کے بارے میں ابتداء سے اس فرقہ کا کیا موقف رہا ہے اور کن بنیادوں پر یہ فرقہ اس دعوت اور اس حکومت کی مخالفت میں کمر بستہ رہتا ہے ان تمام امور کو منقح کر کے عوام و خواص کے سامنے پیش کیا جائے۔

سید رشید رضا مصری نے اپنے وقت میں اہل سنت اور اہل تشیع کو ایک دوسرے سے قریب لانے کی بہت کوشش کی تھی

لیکن جلد ہی مؤخر الذکر فرقہ کی نیت کا فتوران کو محسوس ہو گیا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس قسم کی کوششیں لا حاصل بلکہ اہل سنت کے لئے مضر ہی ہوا کرتی ہیں، اسی موضوع پر آپ نے اس رسالہ میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، جامعہ سے کتاب کی اشاعت کے وقت محترم ڈاکٹر عبدالرحمن پر یوائی حفظہ اللہ نے اس کا مراجعہ کیا اور مفید تعلیقات و حواشی سے اسے مزین فرمایا۔

اس ایڈیشن میں سب سے پہلے ڈاکٹر مقتدی حسن از ہری رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر کردہ عرض ناشر ہے، بعدہ ڈاکٹر پر یوائی صاحب کا ایک تمہیدی نوٹ ہے، پھر آپ ہی کے قلم سے مؤلف کتاب کی حیات و خدمات پر ایک تحریر ہے۔ اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوئی ہے جو مقدمہ و خاتمہ کے علاوہ دو فصولوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل کا عنوان اس طرح ہے: دعاۃ الرفض والخرافات والتفریق بین المسلمین وموقد نارھا الشیخ محسن الامین العاملی۔ اور دوسری فصل کا عنوان یہ ہے: رد السید الالوسی علی حصون العاملی الرافضی

یہ کتاب ان حضرات کے لئے نسخہ عبرت ہے جو ایرانی انقلاب اور اس کے رہنماؤں سے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اچھی امیدیں وابستہ کئے رہتے ہیں، اور اپنی شرافت نفس یا سادہ لوحی کی وجہ سے اس گہرائی تک نہیں پہنچ پاتے جس گہرائی میں اتر کر یہ فرقہ اسلام اور اہل اسلام کو دیکھتا ہے۔



کتاب: الوہابیون والحجاز

تالیف: سید محمد رشید رضا مصری

تحقیق و تعلیق: ڈاکٹر عبدالرحمن بن عبد الجبار پر یوائی

اشاعت: ۱۴۰۹ھ = ۱۹۸۸ء

صفحات: ۱۲۶

در اصل یہ رسالہ علامہ رشید رضا (بانی مجلہ المنار) کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جنہیں موصوف نے اولاً مجلہ ”المنار“ اور جریدہ ”الاہرام“ میں شائع فرمایا تھا، پھر خود انہوں نے ہی اسے کتابی شکل میں بھی شائع کیا۔ رسالہ کی اہمیت کے پیش نظر پہلے اسے مجلہ ”صوت الامۃ“ کے مشترکہ شمارہ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ = اگست - ستمبر ۱۹۸۸ء میں ڈاکٹر پر یوائی صاحب کی تحقیق و تعلیق سے شائع کیا گیا، جس پر مدیر مجلہ ڈاکٹر مقتدی حسن از ہری رحمہ اللہ کا ”عن الحركة الوہابیۃ“ کے عنوان سے افتتاحیہ ہے۔ اس کے معابعد اسے کتابی شکل میں بھی شامل کیا گیا۔

کتاب کے مشتملات کا اندازہ لگانے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقالات کے عناوین درج کردیئے

جائیں:

المقالة الاولى: الوهابيون والحجاز

المقالة الثانية: في بيان الأسباب العامة لزحف الوهابيين على الحجاز

المقالة الثالثة: الأسباب الخاصة بنجد لزحف أهلها على الحجاز

المقالة الرابعة: الوثائق الرسمية لنجد على طاغوت الحجاز

المقالة الخامسة: ما ينبغي للمسلمين علمه و عمله في الحجاز

المقالة السادسة: ما ذا يفعل الوهابيون بالحجرة النبوية و قبة الحرم الشريف

المقالة السابعة: بدع القبور ومساجدها و قبابها

اس کے بعد ”الوهابيون والحجاز: عود على بدء“ کے عنوان سے مقالے کی مزید تین قسطیں ہیں۔

ان مقالات میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب اور ان کی دعوت کے محاسن و برکات کے ذکر کے ساتھ شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمن کے زمانہ میں نجد اور حجاز کی فتوحات کا تفصیل سے ذکر ہے، موصوف نے ان اسباب و وجوہات کا بھی مفصل ذکر کیا ہے جن کی وجہ سے حجاز کو شریف حسین کے قبضہ سے آزاد کرانا ضروری تھا۔ کتاب کے اخیر میں شاہ عبدالعزیز اور شریف حسین دونوں کی سیرت اور عملی زندگی کا ایک خاکہ بھی ثبت فرمایا ہے تاکہ قارئین کو حقائق تک پہنچنے میں آسانی ہو۔



(انگریزی کتب)

Mohammad Bin Abdul Wahhab

A Slandered Reformar

Masood Alam Nadvi

Translated by M. Rafeeqe Khan

Pages: 182

First Published: 1983

مولانا مسعود عالم ندوی رحمہ اللہ نے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی شخصیت اور ان کی دعوت کے تعارف اور ان پر لگائے گئے الزامات کے جائزے کے لئے ”محمد بن عبدالوہاب: ایک مظلوم و بدنام مصلح“ کے نام سے ۱۹۸۱ء میں کتاب

لکھی تھی جو اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں بہترین کتاب مانی جاتی ہے، اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر جامعہ سلفیہ کے ایک فاضل محترم ڈاکٹر عبدالعلیم عبدالعظیم بستوی، حفظہ اللہ نے اسے عربی زبان میں منتقل کیا، جس کا مراجعہ ڈاکٹر تقی الدین ہلالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اور اس پر مقدمہ لکھا، بستوی صاحب نے ترجمہ کے ساتھ جگہ جگہ کتاب پر مفید حواشی بھی لگائے ہیں، جنہیں مصنف کے حاشیہ سے ممتاز کرنے کے لئے اپنے حاشیہ کے بعد قوسین میں (المترجم) لکھ دیا ہے، اس عربی ترجمہ کے متعدد ایڈیشن عرب ممالک سے شائع ہو چکے ہیں جس طرح اردو کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے اور مقبول خاص و عام ہوئے۔

مصنف کتاب نے سبب تالیف ذکر کرتے ہوئے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ندوہ میں طالب علمی کے زمانہ میں ۱۹۳۵ء میں تحریک شہیدین پر ایک مقالہ لکھتے وقت بار بار وہابی تحریک اور اس پر لگائے جانے والے الزامات کے بارے میں پڑھنے کو ملا اور ایسی ایسی باتیں سامنے آئیں جو برداشت سے باہر تھیں، اور یہی چیز اس موضوع کا تفصیلی جائزہ لینے کا سبب بنی۔

علامہ تقی الدین ہلالی رحمۃ اللہ جب ندوہ میں استاذ تھے (یعنی ۱۳۴۹ھ سے ۱۳۵۲ھ تک) تو مولانا مسعود صاحب ان دنوں ندوہ کے طالب علم تھے، ہلالی صاحب نے اس کے بعد جب بغداد کا رخ کیا تو مولانا مسعود صاحب، مولانا عاصم حداد صاحب کے ساتھ ایک سال تک بغداد میں ہلالی صاحب کے ساتھ رہ کر ان سے کسب فیض کرتے رہے، اس سے پہلے ندوہ میں بھی ان سے پڑھ چکے تھے۔ ہلالی صاحب نے اپنے مقدمہ میں ان کے اجتہاد، ادب و احترام اور علمی شغف کی خوب تعریف کی ہے۔

مولانا ندوی کی یہ کتاب کئی اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے، اسے انہوں نے اردو، عربی، فارسی اور انگریزی کی ستر سے زائد کتابوں کا مطالعہ کر کے تیار کیا ہے، ان میں وہ کتابیں بھی ہیں جو حمایت اور دفاع میں لکھی گئی ہیں اور وہ بھی جو رد و قدح میں لکھی گئی ہیں۔ اس زمانہ میں کتابوں کا حصول آج کی طرح آسان نہیں تھا، اس کے لئے انہوں نے بڑی مشقتیں اٹھائیں اور بہت زیادہ سفر کیے، اپنے مقدمے میں انہوں نے ان اصحاب علم و فضل کا تذکرہ کیا ہے اور شکر یہ ادا کیا ہے جنہوں نے کتابوں کی فراہمی کے تعلق سے ان کے ساتھ تعاون کیا، ان ناموں میں مولانا محمد داؤد غزنوی اور مولانا عبدالمجید حریری بناری کا بھی نام ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ موصوف کا اس تحریک سے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا اور نہ اس کے حامیوں اور معتقدوں ہی سے ان کا کوئی تعارف یا رشتہ تھا، انہوں نے محض احقاق حق اور ابطال باطل کے جذبے سے یہ اہم قدم اٹھایا تھا، لہذا اس کے اچھے اثرات سامنے آئے۔ یہ کتاب کل چھ ابواب پر مشتمل ہے:

باب اول: ذاتی حالات

باب دوم: سیاسی برتری

باب سوم: تصانیف

باب چہارم: دعوت

باب پنجم: غلط بیانیوں اور افترا پر دازیاں

باب ششم: مآخذ اور لٹریچر

وہابی تحریک جس طرح ایک عالمگیر تحریک ثابت ہوئی اور اس کے اثرات پورے عالم اسلام بلکہ پوری دنیا میں پھیلے، اسی طرح اس کے مخالفین و حاسدین بھی زمان و مکان کی قید سے آزاد یہاں اور وہاں، پہلے اور اب اور نہ جانے کب تک اس دعوت اور تحریک کو نشانہ بناتے رہیں گے، فکری اور مذہبی تعصب کی عینک سے اس تحریک کو دیکھنے والوں کو چھوڑ کر ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہمیشہ رہتی ہے جو پروپیگنڈوں، الزام تراشیوں اور ملمع سازیوں سے دھوکہ میں آ جاتی ہے اور حق کو باطل اور صحیح کو غلط سمجھنے لگتی ہے، ایسے انصاف پسندوں کے سامنے حقائق پیش کرنے کی ضرورت ہے اور اس سے اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ مسلم اور غیر مسلم دونوں طبقے میں اردو و عربی سے ناواقف حضرات کو حقائق سے آگاہ کرنے کی لئے جامعہ نے اس کتاب کا انگریزی زبان میں ترجمہ کرایا۔ ترجمہ کی یہ خدمت جناب پروفیسر محمد رفیق خاں نے انجام دی ہے۔

موصوف گاندھین انسٹی ٹیوٹ، راج گھاٹ (بنارس) میں تحقیق و تصنیف کی خدمت انجام دے رہے تھے، آپ نے ادارۃ البحوث الاسلامیہ (جامعہ سلفیہ) کی درخواست پر متعدد کتابوں کو انگریزی کا جامعہ پہنایا ہے اور یہ کتابیں جامعہ سے شائع ہوئیں۔ انگریزی ترجمہ میں ڈاکٹر عبدالعلیم بستوی حفظہ اللہ کی وہ تعلیقات و حواشی بھی شامل رکھی گئی ہیں جو ان کے عربی ترجمہ میں ہیں، اس سے کتاب کی اہمیت و افادیت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ کتاب کے اس انگریزی ترجمہ کو نئے تعلیم یافتہ طبقے اور مفکرین و دانشوران تک پہنچایا جائے۔ تحریک سے متعلق موجودہ وقت میں جو بے چینی پیدا کر دی گئی ہے وہ اس ترجمہ اور اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کا تقاضا کرتی ہے۔ واللہ ولی التوفیق

☆☆☆

(ماہنامہ محدث میں شائع شدہ مقالات)

۱- شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدی: نواب صدیق حسن خاں اور مولانا حسین احمد مدنی کی نظر میں

تحریر: مولانا محفوظ الرحمن صاحب فیضی

اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر ۱۹۸۴ء

مجموعی صفحات: ۵۶

ان ہی مقالات کا مجموعہ کتابی شکل میں اردو میں اور پھر عربی میں شائع ہوا جس کا سطور سابقہ میں تذکرہ ہو چکا ہے۔

۲- مسئلہ حجاز کا تاریخی جائزہ اور وہابیت کے خلاف پروپیگنڈہ کی حقیقت

تحریر: ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری

ترجمہ: ابوعمیر سلفی

نومبر-دسمبر ۱۹۹۰ء

صفحات: ۹

”الوہابیون والحجاز“ تالیف سید رشید رضا مصری، پڑاکٹر ازہری رحمہ اللہ کے مقدمہ کا اردو ترجمہ ہے۔

۳- اردو میں وہابی ادب، تحریر: ثوبان سعید انصاری

جولائی ۱۹۹۱ء

صفحات: ۵

پروفیسر خواجہ احمد فاروقی کی تصنیف ”اردو میں وہابی ادب“ کی تلخیص ہے، جسے محترم ثوبان سعید انصاری (فاضل

جامعہ سلفیہ بنارس) جو اس وقت جے این یو کے طالب علم تھے، نے تیار کیا ہے۔

۴- شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی دعوت سے متعلق ایک تاریخی غلط فہمی کا ازالہ

تحریر: ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر

ترجمہ: ڈاکٹر عبدالعلیم بستوی

جنوری، فروری، مارچ، جولائی، اگست ۲۰۰۴ء

مجموعی صفحات: ۲۹

ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر ایڈیٹر مجلۃ الحجۃ الاسلامیہ، الریاض کی ایک تصنیف بعنوان: ”التصحیح خطاً تاریخی حول

الوہابیہ“ ہے، جس میں وہابیت سے متعلق ایک عجیب و غریب اور ساتھ ہی دلچسپ غلط فہمی کی نشاندہی کی گئی ہے اور اس کا

ازالہ کیا گیا ہے، یہ مضامین اسی کتاب کے ایک حصہ کا ترجمہ ہیں۔ ترجمہ نگار جامعہ سلفیہ کے ممتاز فضلاء میں شمار کئے جاتے

ہیں، اس کتاب کا مکمل ترجمہ جامعہ ہی کے ایک دوسرے فاضل حافظ محمد اسماعیل عبدالکحیم صاحب مدنی منوی رحمہ اللہ کے قلم

سے ”وہابی تحریک سے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ازالہ“ کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔ یہ اردو ترجمہ مکتبہ الفہیم منونے

۲۰۰۶ء میں شائع کیا ہے۔

(مجلہ صوت الأمة میں شائع شدہ مقالات)

۱- مناقشة رسالة عن آثار دعوه الشيخ محمد بن عبد الوهاب رحمه الله، التاريخية والأدبية في شبه الجزيرة العربية وشبه القارة الهندية
د: مقتدی حسن محمد یاسین الازہری

جنوری ۱۹۸۷ء صفحات: ۹

لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبہ عربی سے ایک سعودی اسکالر ڈاکٹر محمد علی ہزاع الغامدی نے مذکورہ موضوع پر ۱۹۸۶ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی تھی، رسالہ کے مناقشہ کے موقع پر لکھنؤ یونیورسٹی کی دعوت پر ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری اور مولانا عبدالوحید ابوالقاسم رحمانی (سابق شیخ الجامعہ) نے مناقشہ کی مجلس میں شرکت فرمائی تھی۔ یہ مضمون اسی رسالہ کے تعارف پر مشتمل ہے۔

۲- عن الحركة الوهابية

ڈاکٹر مقتدی حسن محمد یاسین الازہری

اگست - ستمبر ۱۹۸۸ء صفحات: ۱۱

سید رشید رضا کی کتاب ”الوہابیون والحجاز“ جو اسی شمارہ میں مکمل شائع کی گئی تھی اسی کتاب کے تعارف کے طور پر اس شمارہ کا یہ افتتاحیہ ہے۔

۳- الوهابيون والحجاز

العلامة محمد رشيد رضا

تعلیق و مراجعہ: ڈاکٹر عبدالرحمن بن عبد الجبار پر یوائی

اگست - ستمبر ۱۹۸۸ء صفحات: ۱۲۲

اس مضمون پر گفتگو سابقہ سطور میں ہو چکی ہے۔

۴- الشيخ محمد بن عبد الوهاب عقيدته و دعوته

ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس المبارکفوری

(قسط: ۱) جون ۲۰۰۱ء صفحات: ۸

(قسط: ۲) جولائی ۲۰۰۱ء صفحات: ۸

۵- من آثار دعوة الشيخ محمد بن عبد الوهاب رحمه الله
د. علي بن عبدالعزيز بن علي اشبل
جون ۲۰۰۱ء صفحات: ۳

۶- وجهتان متضادتان في الشيخ محمد بن عبد الوهاب
الشيخ محفوظ الرحمن الفيضي

تعريب: د. رضاء الله محمد ادریس المبارکفوری

اگست ۲۰۰۱ء سے اپریل ۲۰۰۲ء تک (۹) قسطیں صفحات: ۷۴

مولانا محفوظ الرحمن صاحب کا یہ مضمون اولاماہنامہ محدث میں اگست تا نومبر ۱۹۸۴ء چار قسطوں میں شائع ہوا تھا؁ جسے
ڈاکٹر رحمہ اللہ نے عربی زبان میں منتقل کیا؁ اردو اور عربی دونوں زبانوں میں یہ مضامین جامعہ سے کتابی شکل میں بھی شائع
ہو چکے ہیں؁ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

۷- کتاب ”أثر الدعوة الوهابية“ للشيخ محمد الفقي
ڈاکٹر مقتدی حسن محمد یاسین الأ زهری

نومبر ۲۰۰۲ء صفحات: ۶

مصر کے نامور عالم شیخ محمد الفقی رئیس جماعۃ أنصار السنۃ الحمدیۃ کی کتاب ”أثر الدعوة الوهابية“ کے اس ایڈیشن کا
تعارف ہے جسے ڈاکٹر عبد الرحمن پریوائی نے باہتمام شائع فرمایا تھا۔

۸- دعوة الشيخ محمد بن عبد الوهاب رحمه الله دينية إسلامية
محمود حافظ عبد الرب مرزا

نومبر ۲۰۰۶ء صفحات: ۵

۹- محاولة يائسة للنيل من دعوة شيخ الإسلام محمد بن عبد الوهاب رحمه الله
أسعد الأعظمي

(افتتاحیہ) دسمبر ۲۰۰۹ء صفحات: ۴

سعودی حکومت اور وہابی دعوت پر ارہاب و دہشت گردی کے الزام کی حقیقت

ابوالقاسم عبدالعظیم
ہمارے سرچ سینٹر، منونا تھ بھنجن (یوپی)

”إني والله أخاف الأجنبي مرة واحدة، وأخاف الذين يدعون الإسلام ثلاثة آلاف مرة. وأرجوا أن يعذرني المسلمون في قولي هذا؛ وإني والله صادق فيما أقوله وما تكلمت به. وقد قيل: يارسول الله! المسلم يزني؟ قال: يزني. قالوا: يسرق؟ قال: يسرق. قالوا: يكذب؟ قال: لا.“ فأنأ أبرأ إلى الله من الكذب. هذه حقيقة الأمر“^۱

”قسم خدا کی میں اجنبی سے ایک بار ڈرتا ہوں، اور اسلام کا دم بھرنے والوں سے تین ہزار مرتبہ ڈرتا ہوں، مجھے امید ہے کہ مسلمان مجھے معذور سمجھیں گے، حالانکہ قسم خدا کی میں اپنے قول و کلام میں سچا ہوں، رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوا کہ کیا مسلمان زنا کرتا ہے؟ فرمایا: ہاں، پوچھا گیا: کیا چوری کرتا ہے؟ بولے: ہاں، لوگوں نے پھر پوچھا: کیا وہ جھوٹ بھی بولتا ہے؟ فرمایا: نہیں۔“

میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ سے اپنی برأت کا اظہار کرتا ہوں، حقیقت واقعہ یہی ہے۔“

”لقد قلت وما زلت أقول: إنني لا أخشى من الأجانب قدر ما أخشى من بعض المسلمين، فالأجانب أمرهم معروف؛ وفي الاستطاعة الحذر منهم. وفي الاستعداد لصد هجماتهم وإحباط دسائسهم. أضف إلى ذلك أنهم لا يقدرّون على محاربتنا باسم الإسلام.“

أما بعض المسلمين، فهم ما زالوا يكيّدون لنجد و أهل نجد باسم الإسلام والمسلمين.

^۱ محی الدین القابلی: المصحف والسيف ص: ۶۰، بحوالہ: جریدہ أم القرى ۷/ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ/ ۳۱ ایںسان ۱۹۳۲ء، بحوالہ خطاب الملک عبدالعزیز آل سعود مع الحجاج الکرام بمقام مکة المکرمة ۶/ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ/ ۱۲/ ۱۲/ ۱۹۳۲ء.

ویحاربون إخوانهم المسلمین باسم الإسلام منذ عصور.... الخ ۲
 ”میں نے کہا کہ اور میں ہمیشہ کہتا رہتا ہوں کہ مجھے غیروں سے اتنا خوف نہیں جتنا مجھے کچھ مسلمانوں سے ہے، غیروں کا معاملہ تو معروف ہے، ان سے احتیاط اور ہوشیاری بس کی بات ہے، ان کے حملے کو روکا جاسکتا ہے، ان کی چالیں ناکام کی جاسکتی ہیں، مزید برآں وہ ہم سے اسلام کے نام سے لڑائی مول لینے کی قدرت نہیں رکھتے۔
 البتہ کچھ مسلمان اسلام اور مسلمانوں کا نام لے کر نجد اور نجدیوں کے خلاف برابر چالیں چل رہے ہیں۔ بڑے زمانے سے وہ اپنے ان مسلم بھائیوں سے اسلام اور مسلمان کا نام لے کر آمادہ جنگ ہیں۔

عثمانی حکومت جب تک رہی اسلام اور مسلمان کے نام سے وہ ہم سے زبردست برسر پیکار رہی، حالانکہ مسلم حکومت کی حیثیت سے وہ ہم سے سب سے قریب تر تھی، اس نے ہر طرف سے ہمارا محاصرہ کر رکھا تھا۔ مدحت پاشا (۱۸۲۲-۱۸۸۴ء عثمانی حکومت کے ایوان کا صدر اعظم) نے قطیف اور احساء کی جانب سے ہم پر جنگ مسلط کی، حجاز اور یمن کی جانب سے ہمارے مقابلہ کے لئے زبردست فوج لایا، شمال کی جانب سے بھی اس کے لشکر جرار نے ہمارا محاصرہ کیا اور ہمیں اندرون خانہ مارنا چاہا۔ ”وہابیت“ کو نیا مذہب اور محمد بن عبدالوہاب کو نئے مذہب کا بانی قرار دے کر ہم پر جنگ مسلط کر دی اور ”وہابیوں“ سے جنگ کو لازم قرار دیا۔

شریف مکہ اور اس کے اولاد و احفاد نے بھی یہی کیا۔ انہوں نے بھی ہر چہار جانب سے ہماری گھیر بندی کی اور دین کے نام سے ہمیں ختم کر دینا چاہا۔

لیکن اللہ نے ہماری مدد کی اور ہمیں ان کے مقابلے میں کامیابی عطا کی، اور اپنے کلمہ کو بلند کیا۔ دلوں میں محفوظ قوت تو حید، اور سینوں میں موجود قوت ایمانی کی بدولت اللہ نے ہماری مدد فرمائی۔ اللہ جانتا ہے کہ صرف ہمارے گوشت و پوست پر ہی تو حید کی حکمرانی نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے قلب و روح اور اعضاء و جوارح سب پر اس کی حکمرانی ہے۔ ہم نے تو حید کو اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کی تکمیل، یا مال غنیمت کے حصول کا ذریعہ نہیں بنایا ہے، بلکہ ہم نے اسے مضبوط عقیدے اور قوی ایمان کے ساتھ اپنایا ہے تاکہ ہم کلمہ الہی کو بلند کر سکیں۔“

”نحن دعاة إلى التمسك بالدين الخالي من كل بدعة. نحن دعاة إلى العروة الوثقى التي لا انفصام لها... إن فخرنا و عزنا بالإسلام... وكل همى موجه لإعلاء كلمة الدين وإعزاز المسلمين. وسنبقى مثابرين أنا و أسرتي على هذه الخطة إلى ما شاء الله، ولن نحيد عنها قيد

شعرة بحول الله وقوته، ومن الله نسأل التوفيق والهداية“۔ ۳

”ہم ہر بدعت سے خالی دین کو اپنانے کی دعوت دینے والے لوگ ہیں۔ ہم اس مضبوط کڑے کی دعوت دینے والے ہیں جس میں جوڑ نہیں ہے، اسلام ہی سے ہمیں فخر اور اعتراف حاصل ہوا ہے۔ میری تمام تر کوششیں دین کے کلمہ کی سر بلندی اور مسلمانوں کی سرخروئی کے لئے ہیں۔ جب تک اللہ چاہے گا میں اور میرا خاندان اسی منہج پر قائم رہیں گے، اللہ کی نصرت و قوت سے ہم اس سے سرمو انحراف نہیں کریں گے، ہم اللہ سے توفیق اور ہدایت کے خواستگار ہیں“۔

”تعلمون أننا ما دخلنا الحجاز إلا بعد أن حوربنا في وطننا.... فليضرب رأسه بالجدار“۔ ۴

”تمہیں معلوم ہے کہ ہمیں اپنے وطن ہی میں جنگ کا سامنا کرنا پڑا جس کے نتیجے میں ہم حجاز میں داخل ہوئے۔ قسم بخدا ہم از خود کوئی ایسا اقدام نہیں کرتے، الا یہ کہ ہمیں اس کی آزمائش سہنی پڑے، اور جب ہم ایسی کسی آزمائش میں پڑ جاتے ہیں تو اپنے دین، وطن، نفس اور قومیت کی حفاظت میں کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہمیں سہارا دیتا ہے۔ یہ ہم پر اللہ کا احسان ہے۔ ہم جب کسی علاقہ میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں کے باشندوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا حکم دیتے ہیں، کیونکہ ہم راہ خدا کے مجاہد ہیں۔

دین اور وطن وہ پہلی چیز ہے جس پر ہم دانت گڑائے ہیں اور جس کی حفاظت پر ہم کمر بستہ ہیں اور ساری دنیا سے لڑائی کے لئے تیار ہیں۔ دین اور وطن ان دونوں کے معاملے میں ہم کوئی قول یا تصرف یا رائے زنی قبول نہیں کرتے۔ ہم ان کے لئے جان و مال کی قربانی دینے کو تیار ہیں، یہ ہمارے نزدیک سب سے اہم اور عظیم الشان ہیں۔ ہم ان سے سر موہٹ نہیں سکتے۔ جو کوئی ہمیں اس سلسلے میں ملامت و سرزنش کرے وہ دیوار سے اپنا سر ٹکرائے“۔

”كل إنسان عنده نصيحة لنا من الكتاب أو السنة....“ الخ۔ ۵

”جو کوئی چھوٹا یا بڑا شخص قرآن یا حدیث سے ہمیں نصیحت کرنا چاہے تو ہم ہمہ وقت اس کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اگر کوئی ہم سے ان کی مخالفت چاہے تو ہم کبھی بھی اسے ماننے والے نہیں۔ اللہ نے ہمیں شریعت اسلام کی اتباع اور مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا ہے۔ جو کوئی ہماری دین پسندی کی وجہ سے غضبناک ہو رہا ہو تو وہ ہم پر جب تک چاہے ناراض ہوتا رہے۔

۳ ایضاً المصحف والسيف ص: ۶۲، بحوالہ خطاب الملك عبدالعزيز ملكة المملكة يوم ذي الحجة ۱۳۳۸ھ/ ۳۰ اپریل ۱۹۳۰ء

۴ ایضاً ص: ۸۰، بحوالہ جريدة أم القرى ۲۱/ محرم ۱۳۵۱ھ/ ۲۷ مئی ۱۹۳۲ء، بحوالہ خطاب ملک طائف ۱۸/ ۱۱/ ۱۳۵۱ھ/ ۲۳/ ۵/ ۱۹۳۲ء

۵ ایضاً المصحف والسيف ص: ۷۵-۷۷، دیکھئے حاشیہ نمبر ۱ مقالہ ہذا۔

ہم حجاز پر قابض ہوئے تو لوگ ہم سے محبت کرنے، نصیحت کرنے، ملامت کرنے اور انتقام لینے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے حق کی شرط پر ہر نصیحت قبول کرنے کو تیار ہیں، صرف دو مسئلے ایسے ہیں جسے ہم قبول کرنے کو تیار نہیں، خواہ پوری دنیا کے لوگ ہم سے لڑ پڑیں اور ہمارا ایک فرد بھی نہ رہ جائے:

۱- اللہ کے دین میں ذرہ برابر تبدیلی، کیونکہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں، ہم کتاب و سنت سے قطعاً انحراف نہیں کر سکتے۔

۲- اپنے ملک کی عظمت و آزادی کے خلاف بھی ہمیں کوئی چیز گوارا نہیں، خواہ کوئی کہنے والا کچھ بھی کہے۔ حقیقتیں معلوم ہیں اور بکھری پڑی ہیں۔ دین و دنیا دونوں اعتبار سے ہمارا یہی فرض ہے۔

قسم خدا کی میں اپنے ملک اور عالم اسلام کے خلاف کچھ بھی قبول کرنے کو تیار نہیں۔

مسلم امراء و سلاطین اور مسلمان اہل تجارت میں سے جو بھی کوئی کار خیر اس ملک میں کرنا چاہے اس کے لئے مرجا اور خوش آمدید، بشرطیکہ ہمارے ملک کی عزت و آزادی اور ہمارے دین کے کسی مسئلے سے اس کا ٹکراؤ نہ ہو۔ ہم حق کی آڑ میں کسی باطل کو سننا اور قبول کر لینا قطعاً گوارا نہیں کر سکتے۔ ہم ہر چیز کو شرعی نگاہ سے گوارا کرتے ہیں۔‘

مذکورہ بالا چند اقتباسات ان سیکڑوں خطاب اور تقریروں کا حاصل ہیں جنہیں بانی مملکت سعودی عرب شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمن الفیصل السعود- رحمۃ اللہ علیہ- نے مختلف مواقع سے عوام و خواص اور حجاج بیت اللہ الحرام کے وفد سے ارشاد فرمائے۔

سعودی حکومت کے ساتھ یہ واقعہ اور المیہ رہا ہے کہ اسکے حکمرانوں کو اللہ تعالیٰ نے اول دن سے دین خالص کی نصرت و تائید کی توفیق عطا فرمائی۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی تمیمیؒ (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) نے بارہویں صدی ہجری میں شرک و کفر اور بدعت و ضلالت کے خلاف آواز اٹھائی اور اعتصام بالکتاب والسنہ کا برملا اظہار کیا تو اسی خاندان کے مورث اعلیٰ امیر محمد بن سعودؒ نے نہایت مضبوطی سے اس پر لبیک کہا، اسے اپنے قلب و قالب اور نفس و روح ہی میں نہیں بلکہ حکومت کے تمام تر اعضاء و جوارح میں پیوست کر لیا۔ لیکن اہل باطل نے نہایت چابک دستی سے نیا مذہب منظور کرانے کے لئے اس دعوت پر ”وہابی دعوت“ کا اطلاق کر دیا اور آل سعود کی حکومت کو ”وہابی حکومت“ کے نام سے موسوم کیا، اور پھر اس کو مٹانے کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کر دی، تقریباً دو سو سال کے طویل زمانے میں اس حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کی کوششیں ہوئیں، دسیوں بڑے بڑے معرکے ہوئے، سیکڑوں چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہوئیں، اندر اور باہر ہر چہار جانب سے دسیسہ کاریاں ہوئیں، علماء و دعاۃ کے قتل عام کی سازشیں رچی گئیں، نجدی رعایا کو اکسایا اور بھڑکایا گیا، حکومت کو لاکارنے کی بھی متواتر تدبیر

یں کی گئیں، دین و ایمان اور قومیت و وطنیت کا بھی سودا کیا گیا، لیکن ادھر ایمان و اخلاص موجزن تھا، توحید خالص جاگزین تھی، عربی غیرت و حمیت رگ و جان میں پیوست تھی، مسلم وطن دوستی اور وفاداری و وفا شعاریت قائم تھی جو کسی صورت متزلزل نہیں ہوئی، گنتی کے کچھ رعایا و عوام پر مشتمل بادیہ نجد کی گم گشتہ صحرائی امارت اپنے دوسرے دور میں نقطہ صفر سے شروع ہو کر مشرق و مغرب میں خلیج سے خلیج تک اور شمال و جنوب میں اردن و عراق سے یمن کی سرحدوں تک جزیرہ عرب کے عظیم رقبے پر حکومت قائم کرنے میں مکمل کامیاب ہو گئی، چار لاکھ کی تعداد کا لشکر جرار اس کے چشم و ابرو کے ایک اشارہ کا منتظر ہوتا۔ ۶

صحیح ہے اتنی بڑی اور عظیم دولت و حکومت قائم کرنے میں آمادہ جنگ ہونا پڑا، قتل و قتل کی نوبت آئی، لیکن کیوں؟ اسباب و عوامل کیا تھے؟ اپنی اور دشمنوں کی نیتیں کیا تھیں؟ عزائم و منصوبے کیا تھے؟ شریعت مطہرہ اور مذہب اسلام سے اس کی ہم آہنگی تھی یا نہیں تھی؟ ان سب کا جائزہ لینے کے لئے ہمیں تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کرنا ہوگا، مؤسس دعوت اور بانی مملکت کے اقوال و افعال اور گفتار و کردار کا جائزہ لینا ہوگا۔ قول و عمل میں توافق و تضاد پر بصیرت اور ژرف نگاہی سے نظر کرنا ہوگا۔ سر دست اس عجلہ (ہنگامی مضمون) میں چند جامع اقتباسات و نصوص کی طرف اسی لئے اشارہ کیا گیا ہے، شواہد و ثبوت کے طور پر سیکڑوں اقتباسات پیش کرنے کا سلسلہ قائم کیا جاسکتا ہے، نصوص شرعیہ سے ان کی پڑتال کی جاسکتی ہے۔ لیکن فی الحال اسے ملتوی رکھا گیا۔

جامعہ سلفیہ کے اس سیمینار میں شرکت میرے لئے کچھ اس لئے بھی اور زیادہ ضروری ہو گئی کہ اغیار نے تو درکنار خود اپنوں نے بھی سعودی حکومت پر آج تک اپنا ذہن و بیباکی بنا رکھا ہے جو آج سے ڈیڑھ دو سو برس پہلے افواہوں اور ریشہ دوانیوں کے سبب بن چکا تھا۔ رام جیٹھ ملانی نے کیا کہا؟ فلاں ریڈیو نے کیا نشر کیا؟ فلاں ٹی وی چینل نے کیا تصویر پیش کی؟ اس رسالے اور میگزین نے کیا ہفوات شائع کیں؟ اس روزنامے اور کتابچے نے کن کن الزامات کی بوچھاڑ کی؟ فلاں اور فلاں مکتب فکر نے کیا کیا گل کھلائے؟ اور فلاں اور فلاں مقرر خطیب نے کیسے اور کس کس طرح کلمے اور جبرے پھاڑے؟.....، اور خود میرے شہر منونا تھ بھنجن میں ”وہابیت“ کو ماضی و حال میں کس نظر سے دیکھا گیا؟...

کسے موقع اور کسے فرصت کہ ان کی طرف توجہ دے، ہاں بعض ناخواستہ صورتوں میں کانوں اور آنکھوں کے سامنے ایسے ایسے حالات آہی جاتے ہیں جن سے مفر ممکن نہیں ہوتا تو ایک دو جرح تلخ لینا ہی پڑتا ہے۔

۶ ایضاً المصحف والسيف ص: ۸۵، بحوالہ جريدة أم القرى - مكة المكرمة ۸/ ذی الحجۃ ۱۳۵۱ھ بحوالہ خطاب ملک عبدالعزیز مع کبار الحجاج ۵/ ذی الحجۃ ۱۳۵۱ھ / ۳۱/ مارچ ۱۹۳۲ء.

ابھی کوئی صرف ایک ماہ ہی ہوئے ہونگے مکہ مکرمہ میں دوران حج ایک (ہندوستانی) عالم و مبلغ وداعی نے جو خیر سے ”دکٲور“ کی صفت سے متصف ہیں میرے روبرو کہا کہ یہ تو آج کے سعودی حکمران ہیں جو اسلام؁ دین اور مسلمانوں کی بات کرتے ہیں؁ انہوں نے شروع میں ایسے ہی حکومت نہیں بنالی ہے؁ کافی قتل و غارتگری کی ہے؁ یہ بھی وہی لوٹ پاٹ اور مار دھاڑ کیا کرتے تھے؁ اور قتل و خون کے عادی رہے ہیں؁ اس مقدس عالم و مبلغ وداعی نے اس خصوص میں بانی مملکت سعودی عرب شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمن الفیصل آل سعود- رحمۃ اللہ علیہ- کا خصوصیت سے نام بھی لیا تو میں نے حکمت دعوت اور تقدس حج کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اتنا کہنے پر اکتفا کیا کہ بات تو ٹھیک ہے کہ شاہ عبدالعزیزؒ گوزام اقتدار تک پہنچنے اور حکومت تو حید مملکت سعودی عرب قائم کرنے میں بہت سی حرب و ضرب سے دوچار ہونا پڑا؁ لیکن کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ شاہ عبدالعزیز اور علمائے دعوت کی لڑائیاں بھی قتل و غارتگری اور مالی منفعت کے حصول کے لئے اور خود غرضانہ اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے تھیں؟ یا شریعت کی بالادستی اور احیائے توحید و سنت کے لئے تھیں؟ اس لئے بہتر ہوگا کہ شاہ عبدالعزیز کے خطابات و فرمودات اور علمائے دعوت کی تحریرات و تقاریر کی روشنی میں انہیں دیکھا جائے؁ اور ان کے اغراض و مقاصد کا تعلیمات کتاب و سنت سے موازنہ کیا جائے۔ بہت سی مطبوع و منشور کتب و رسائل ہیں جو آپ حضرات کے خطب و تقاریر اور فرمودات و فرامین کو حاوی ہیں ان کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے؁ اور دوسرے مسلم و غیر مسلم عالمی حکمرانوں اور فاتحین کے اقوال و ہدایات سے ان کا مقارنہ کیا جائے۔

بات یہیں پہ ختم ہوگئی؁ اور مقدس دکٲور عالم و مبلغ وداعی نے سر ہلا کر اثبات میں جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق ہدایت ارزانی کرے۔ آمین۔ بانی مملکت نے کہا تھا: ”میں کلمہ توحید کی سر بلندی کی آرزو میں جہاد کرتا ہوں؁ میں اسے نافذ العمل دیکھنا چاہتا ہوں؁ خواہ میرے دشمنوں کے ہاتھوں ہی سہی؁ اور اگر اس کا نفاذ میرے ہاتھوں ہو گیا تو یہ فضل الہی ہے۔“ بے و صلی اللہ علی رسولہ محمد وآلہ و صحبہ و من استن بسنتہ و اہتدی بہداه؁ آمین۔



محمد بن عبدالوہاب حیات و خدمات

مولانا علی حسین سلفی

استاد جامعہ سلفیہ، بنارس

اپنی صدی کے مجاہد و مجدد محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ ان بزرگ ہستیوں میں سے ایک ہیں جو خیر القرون کے بعد خال خال ہی نظر آتی ہیں۔

ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں و سرفروشیوں کے واقعات اور تجدیدی کارناموں کے ذکر سے تاریخ کے اوراق پر ہیں۔ احکام شرعیہ کا نفاذ اور متروکہ قوانین کی بحالی آپ کی سعی پیہم اور عزم مصمم سے ہوئی، توحید کا بول بالا اور شرک و بدعت کی تیخ کنی آپ کی جدوجہد اور کوششوں سے ہوئی۔ غرضیکہ آپ نے دین کی خدمت کی خاطر زبان و قلم و شمیر و سنان سب سے بیک وقت کام لیا۔ خصوصاً سرزمین نجد آپ کی دعوت حقہ اور محنتوں اور کوششوں سے جگمگا اٹھی۔ اس کی روح پرور ہوا بھی دور دور تک پہونچی، اس دعوت سے متاثر ہو کر لوگ شرک و بدعت اور خرافات و منکرات سے تائب ہوئے۔ توحید و تمسک بالکتاب والسنة کے شیدائی اور دیوانے بن گئے اور آج بھی سعودیہ عربیہ میں جو عقیدہ توحید کی صفائی اور عمل بالکتاب والسنة کی پختگی اور قربانیوں کا جذبہ صادق نظر آتا ہے وہ ان ہی پر خلوص قربانیوں کا ثمرہ ہے۔

اللہ ہمیں ان اور ان جیسے نیک بندوں کے نقوش قدم پر چلنے کے توفیق دے، آمین۔ میں نے آنے والی سطروں میں ان ہی کی حیات و خدمات کو قلم بند کرنے کی ایک حقیر سعی کی ہے، اللہ قبول فرمائے۔

نام و نسب اور تاریخ پیدائش:

شیخ کا نام محمد اور والد کا نام عبدالوہاب ہے آپ کا آبائی وطن نجد تھا اس لئے آپ کو نجدی کہا جاتا ہے۔ آپ کا نسب نامہ یوں ہے:

محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن احمد بن راشد بن بریدہ بن مشرف تمیمی۔ زیادہ مشہور قول کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۱۱۵ھ مطابق ۱۷۰۳ء میں شہر عیینہ میں ہوئی جو سعودیہ عربیہ کے راجدھانی ریاض سے ستر کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔

تعلیم و تربیت اور مشہور اساتذہ:

شیخ محمد بن عبدالوہاب نہایت ہی ذہین و فطین اور قوی الحفظ تھے۔ چنانچہ دس برس کی عمر سے پہلے ہی قرآن کریم کے

حفظ سے فارغ ہو گئے۔ شیخ نے بچپن میں اپنے والد محترم عبدالوہاب بن سلیمان سے دینی تعلیم حاصل کی بالخصوص فقہ حنبلی کی کتابیں ان ہی سے پڑھیں۔

سن رشد کو پہنچنے کے بعد بیت اللہ شریف کا رخ کیا اور وہاں کے بعض علماء کرام سے تحصیل علم کیا اور فریضہ حج ادا کرنے کے بعد حصول علم کی خاطر مدینہ منورہ اور بصرہ وغیرہ کا سفر کیا۔ وہاں کے علماء کرام سے ملاقاتیں کیں اور ان سے اکتساب علم کیا۔ شیخ عبدالوہاب اپنے بیٹے کے علم و دانش سے اس قدر متاثر تھے کہ نوعمری کے باوجود انہیں امامت کے لئے آگے بڑھاتے تھے، آپ نے کتب تفسیر و حدیث اور دیگر علوم میں تبحر حاصل کرنے کے بعد شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد خاص علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتابوں کا خوب خوب مطالعہ کیا۔

آپ کے اساتذہ میں چند ممتاز اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

- (۱) (آپ کے والد) عبدالوہاب بن سلیمان (۲) عبداللہ بن ابراہیم بن سیف نجدی مدنی (۳) شیخ محمد حیات سندھی (۴) شیخ محمد جموعی (۵) شیخ عبدالوہاب بن اللطیف شافعی رحمہم اللہ۔

دعوت و تبلیغ:

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب بچپن ہی سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف راغب و مائل تھے۔ جہاں کہیں کوئی کام دین اسلام کے خلاف نظر آتا تو لوگوں کو اس سے دور رہنے کی تلقین کرتے۔

چنانچہ ایک مرتبہ آپ حجرہ نبوی کے پاس کھڑے تھے اور سامنے بدعات و خرافات کا بازار گرم تھا، اتنے میں ان کے استاد محمد حیات سندھی آگئے، شیخ الاسلام صاحب نے پوچھا ان لوگوں کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ استاد محترم نے جواب دیا: ”ان ہولاء متبر ما ہم فیہ و باطل ما کانوا یعملون“ یہ سب شیخ الاسلام کی دعوت کا آغاز اور تمہیدی کام تھے۔ آپ حریصا میں بدعات و خرافات کے خلاف جو تقریر فرمائی۔ وہ آپ کی دلیری و شجاعت اور ایمانی قوت پر دال ہے۔ چنانچہ آپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا: ”اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارا جائے، نہ اس کے علاوہ کسی کی نذر مانی جائے اور نہ قبروں پتھروں سے استغاثہ کیا جائے نہ ان پر منتیں چڑھائی جائیں، اور نہ ان سے نفع و نقصان کا عقیدہ رکھا جائے کیوں کہ یہ سب کھلی گمراہی جھوٹ اور سراسر باطل ہیں، اور یہ اعمال انتہائی ناپسندیدہ ہیں، ان سب خرافات کو بالکل ترک کر دینا ضروری ہے۔“ (محمد بن عبدالوہاب ان کی سیرت سلفی عقائد..... علامہ احمد بن حجر آل بوطامی ص: ۲۵) اسی طرح عینہ میں زبانی دعوت و تبلیغ کے ساتھ ہی آپ نے شرک و بدعات کے خلاف عملی جہاد بھی کیا۔ چنانچہ امیر المؤمنین عمر بن خطابؓ کے بھائی زید بن خطاب رضی اللہ کی قبر پر قبہ بنا ہوا تھا آپ نے گورنر عثمان بن معمر سے اسے منہدم کرنے کا مطالبہ کیا۔

چنانچہ ابن معمر کی مدد سے وہ قبہ گرا دیا گیا اس کے علاوہ بھی بعض قبروں پر قبے بنے ہوئے تھے اور زیارت گاہیں بنی

ہوئی تھیں ان کے خلاف بھی عملی جہاد کیا۔

شیخ الاسلام کی دعوت سے عوام کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے اور بصرہ وغیرہ کے بعض علماء سوء تو مخالفت میں آپ کے درپے قتل ہو گئے۔ اسی طرح آپ کی دعوت کی خبر جب احساء کے حاکم سلیمان بن محمد اور بنو خالد کو پہونچی تو انہوں نے عیینہ کے گورنر عثمان بن معمر کو دھمکی آمیز خط لکھا کہ یہ خط پہونچتے ہی محمد بن عبدالوہاب کو قتل کر دو ورنہ ہم آپ کو ٹیکس دینا بند کر دیں گے۔ حاکم عیینہ عثمان بن معمر پر اس خط کا بڑا گہرا اثر پڑا۔

چنانچہ احساء کا حاکم ڈر گیا اور اپنے ضعف ایمان کی وجہ سے شیخ کو نکل جانے کا حکم دے دیا تو شیخ عیینہ سے درعیہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

دعوت و تبلیغ کے میدان میں شیخ کے ساتھ اس قسم کی رکاوٹیں ہمیشہ پیش آتی رہیں، پھر بھی آپ اپنی اولوالعزمی اور ثابت قدمی کے ساتھ احکام شرعیہ کی ترویج و اشاعت میں ڈٹے رہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب جس دعوت کو لے کر اٹھے تھے وہ ایک خالص سلفی دعوت تھی جس کا مرجع کتاب و سنت اور اس کا ہدف توحید خالص کی نشر و اشاعت تھی، نیز لوگوں نے عقیدہ توحید کے ساتھ جن خرافات و بدعات کو رائج کر لیا تھا، ان سے دور رکھنے کی بھرپور کوشش تھی۔

امیر محمد بن سعود رحمہم اللہ کی شیخ سے ملاقات اور بیعت:

جب شیخ الاسلام عیینہ چھوڑ کر درعیہ آئے تو امام محمد بن سعود نے ان کے پاس جا کر ملاقات کی اور کہا: آپ میری طرف سے نصرت و تائید، امن و امان اور تعاون کی خوشخبری قبول کیجئے۔ شیخ نے کہا: آپ بھی نصرت الہی، غلبہ و استحکام اور اچھے نتائج کی خوشخبری قبول کیجئے، یہ اللہ کا دین ہے جو بھی اس دین کی مدد کرے گا اللہ بھی اس کی مدد کریگا۔ امیر محمد بن سعود نے کہا: شیخ اللہ اور اس کے رسول کے دین اور اللہ کی راہ میں جہاد پر میں بیعت کرتا ہوں میں پوری طرح آپ کا معتقد اور حامی بن کے رہوں گا اور آپ کے مخالفین کے مقابلے میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ اس موقع پر محمد بن سعود نے شیخ سے دو وعدے لئے...

اول یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدد فرمایا اور اقتدار حاصل ہو گیا تو آپ درعیہ سے واپس نہ جائیں۔ تو شیخ نے بیعت کرتے ہوئے کہا: خون کا بدلہ خون اور بے عزتی کا بدلہ بے عزتی ہے۔ میں آپ کا شہر چھوڑ کر کہیں اور نہیں جاؤں گا۔

دوسرا وعدہ یہ ہے کہ اہل درعیہ سے پھلوں کے موسم میں جو ٹیکس وصول کیا جاتا ہے آپ اس سے منع نہیں کریں گے۔ تو شیخ نے کہا ان شاء اللہ جب اللہ تعالیٰ فتوحات عطا فرمائے گا اور مال غنیمت سے مالا مال ہو جائیں گے تو آپ کو اس ٹیکس کی ضرورت نہیں رہے گی۔ بہر حال شیخ اور امیر کے درمیان بیعت مکمل ہو گئی۔ اس کے بعد شیخ کی دینی تقریریں اور دعوت و تبلیغ کی باتیں سننے کے لئے ہر چہار جانب سے لوگ جوق در جوق درعیہ آنے لگے۔

شیخ نے لوگوں کے لئے عقائد، تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر اسلامی علوم میں درس مرتب کئے۔ جزیرہ عرب اور غیر جزیرہ کے علماء و امراء سے بھی خط و کتابت کیا اور ان کو لوگوں کے شرک و بدعت میں ملوث ہونے کی یاد دہانی کرائی، تو موافق اور مخالف ہر طرح کے لوگ ظاہر ہوئے۔ لیکن شیخ نے نہ اپنے دعوتی مشن سے کنارہ کشی اختیار کی اور نہ ہی ہمت ہاری بلکہ امیر محمد بن سعود رحمہم اللہ کی تعاون و مدد سے اپنی تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھیں۔

تصنیفی خدمات:

شیخ الاسلام نے تصنیف کے میدان میں بھی نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ عقیدے کے موضوع پر آپ نے زیادہ تر کتابیں تصنیف و تالیف کیں۔

تصنیفات میں چند اہم کتابیں یہ ہیں:

- (۱) کتاب التوحید (۲) کشف الشبهات من توحید (۳) الاصول الثلاثة وادلتها (۴) شروط الصلاة و ارکانها (۵) اصول الایمان (۶) کتاب فضل الاسلام (۷) کتاب الکبائر (۸) نصیحة المسلمین (۹) مسائل الجاهلیة (۱۰) التفسیر علی بعض سور القرآن (۱۱) تفسیر الشهادة (۱۲) الہدی النبوی۔ یہ زاد المعاد کی مختصر ہے۔ (۱۳) مختصر صحیح البخاری۔ ان کے علاوہ بھی شیخ کی بہت سی تصنیفات ہیں نیز ان کے بہت سے رسالے بھی ہیں جن میں اکثر مسائل توحید کے متعلق ہیں۔

قابل ذکر تلامذہ:

شیخ پچاس ساٹھ سال تک مسلسل درس و تدریس میں مصروف رہے، آپ حلقہ درس و ارشاد سے استفادہ کرنے والوں کی فہرست بہت لمبی ہے، ان کا شمار واستقصاء ناممکن ہے، آپ کے شاگردوں میں سے چند ممتاز شاگرد یہ ہیں:

آپ کے چاروں بیٹے (۱) حسین (۲) عبد اللہ (۳) علی (۴) ابراہیم (۵) شیخ احمد بن ناصر بن عثمان بن معمر (۶) شیخ عبدالعزیز بن عبد اللہ الحسینی الناصری (یہ وشم کے علاقہ میں منصب قضاء پر مامور تھے) (۷) شیخ عبدالرحمن بن نامی (یہ عیینہ اور احساء کے قاضی تھے) (۸) شیخ احمد بن راشد العریبی (یہ سدید کے علاقہ کے قاضی تھے) (۹) شیخ حسن بن عیدان (یہ حریلا کے قاضی تھے) (۱۰) شیخ عبدالعزیز بن سویلم (یہ قصیم کے قاضی تھے) (۱۱) اور شیخ الاسلام کے سب سے اہم شاگرد شیخ محمد بن ابراہیم بن عبد اللطیف بن عبد الرحمن جو سعودیہ عربیہ کے مفتی اکبر اور تمام اداروں کے سربراہ تھے۔

اخلاق و عادات:

شیخ الاسلام نے ایک دینی گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔ جس کی وجہ سے آپ کی پرورش ایک علمی و دینی ماحول میں ہوئی آپ ہر اعتبار سے شرف و عزت میں نمایاں درجہ رکھتے ہیں، خوش اخلاقی، زندہ دل اور اوصاف حمیدہ سے متصف تھے،

آپ ہمیشہ فقرا و مساکین، مظلوموں اور بے کسوں کی مدد کیا کرتے تھے، آپ بڑے ہی صابر، عقلمند، کریم النفس اور دور اندیش تھے۔ جب دین اسلام کی بے حرمتی ہوتی اور مسلمانوں کی توہین کی جاتی تو آپ غصہ سے بھڑک اٹھتے، پھر تلوار اور زبان دونوں ہی سے لڑ پڑتے تھے۔ علماء کرام کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور ان کی تعظیم و تکریم میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں کرتے تھے، جو لوگ آپ کی دعوت حق کی مخالفت کرتے یا بدعات و خرافات کا مرتکب ہوتے انکو بڑی نرمی اور حکمت سے سمجھاتے تھے۔ بلاوجہ زبرد توخی سے گریز کرتے تھے۔ یہ اور اس طرح کے بلند پایہ اخلاق حسنہ اور عادات کریمہ شیخ کی ذات گرامی میں موجود تھیں، جن کو انہوں نے اپنے اسلاف کرام سے حاصل کیا تھا اور ایک سرگرم اور مخلص داعی کے اندر ان اخلاق کا پایا جانا ناگزیر ہے۔ ورنہ وہ میدان دعوت اور ارشاد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی اس طرح کا سچا و مخلص داعی بنائے، آمین۔

اہل و عیال:

شیخ الاسلام کی شادی جوہرہ بنت عبداللہ سے بارہ سال کی عمر میں ہوئی، آپ کثیر العیال تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کل آٹھ اولاد عطا کیں تھیں۔ چھ بیٹے اور دو بیٹیاں، بعض اولاد آپ کی زندگی ہی میں وفات پا گئیں۔ آپ کے بیٹوں کے نام یہ ہیں: حسین، عبداللہ، علی، ابراہیم، حسن اور عبدالعزیز ہیں۔ ایک بیٹی کا نام عائشہ اور دوسری کا نام ہیا ہے۔

وفات:

آخری عمر میں پیرانہ سالی کے باوجود دعوت و تبلیغ کی سرگرمیوں اور نشاطات میں ہمیشہ متحرک اور سرگرداں رہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ماہ شوال یا ذی قعدہ ۱۲۰۶ھ مطابق جون یا جولائی ۱۷۹۲ء میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شیخ کو دعوت و تبلیغ کے میدان میں جو مقبولیت حاصل ہوئی کم ہی لوگوں کو یہ مقبولیت ان کی زندگی میں حاصل ہوئی ہے۔ اللہ رب العالمین سے دعا گو ہوں کہ شیخ الاسلام صاحب کو اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔



مراجع و مصادر:

- (۱) آثار دعوتہ اشیح محمد بن عبدالوہاب
- (۲) محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح
- (۳) محمد بن عبدالوہاب، ان کی سیرت، سلفی عقائد اور اصلاحی تحریک کا مفصل تعارف
- (۴) امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علماء اہل حدیث کی مساعی
- (۵) شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی دعوت



محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کا اثر علماء ہند پر

مولانا عبدالرحیم ریاضی

استاد جامعہ سلفیہ، بنارس

شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی دعوت تصحیح عقائد کی ایک ایسی تحریک تھی جو خالص کتاب و سنت کی بنیاد پر چلائی گئی تھی، اس کا مقصد مسلمانوں میں درآمدہ بدعات و عقائد باطلہ کا ازالہ اور کتاب و سنت کی طرف ان کی رہنمائی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں ایک طرف شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کو قبول عام حاصل ہوا اور اس کا اثر صرف نجد و حجاز یا بلاد عربیہ تک ہی محدود نہ رہا، بلکہ اس سے نکل کر دنیا کے بیشتر ممالک تک پہنچ گیا، یہی وجہ تھی کہ مخرف افکار و نظریات و باطل عقائد و خیالات رکھنے والوں کو اپنا وجود متزلزل نظر آنے لگا، اور وہ سب مل کر اس اصلاحی دعوت کی مخالفت پر تل گئے اور دعوت کے بانی شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے دور سے لے کر شاہ عبدالعزیز آل سعود کی حکومت قائم ہونے تک ہر دور میں مخالفین نے اس دعوت حق سے عداوت برتی۔

اس اصلاحی دعوت کے خلاف آواز بلند کرنے صاحب دعوت پر اتہامات و الزامات عائد کرنے نیز سعودی حکومت کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کرنے میں برصغیر کا علاقہ پیش پیش تھا۔ جگہ جگہ جلسے اور اجتماعات منعقد ہوئے اور ان میں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی حکومت کے خلاف تجاویز پاس ہوئیں، وہیں جماعت اہل حدیث ہند پر بھی لعن طعن کیا گیا۔ کیونکہ اہل حدیث عقیدہ و منہج کے اعتبار سے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے حامی اور مؤید تھے۔

نتیجتاً علماء اہل حدیث ہند نے ان اتہامات و الزامات و سب شتم کا سامنا پوری حلیمی، دانشمندی اور حکمت سے کیا عوام الناس کو شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت سے متعارف کرایا، اور مخالفین کے الزامات و اعتراضات کی تردید کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ ذیل میں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی حکومت کے قیام سے قبل و بعد اس تحریک کی نصرف و حمایت اور تائید میں علماء ہند کی مساعی کا حتی المقدور تذکرہ پیش خدمت ہے، جن کی وجہ سے اس دعوت کو برصغیر میں بھی عام مقبولیت اور اپنائیت حاصل ہوئی۔

نواب صدیق حسن خاں:

شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور سعودی حکومت کے بارے میں نواب صدیق حسن خاں کا موقف بالکل وہی تھا جو دیگر علماء اہل حدیث کا موقف ہے۔ فرق بس اتنا ہے کہ نواب صدیق حسن خاں کو ایسے پر آشوب اور پر فتن دور سے گزرنا پڑا کہ

وہ شیخ کی اصلاحی دعوت اور سعودی حکومت کا وہ تعارف اور ان کا وہ دفاع نہ کر سکے جو بعد کے علماء اہل حدیث نے کیا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں قنوجی شیخ محمد بن ناصر حازمی کی کتاب ”فتح المنان“ سے ایک طویل عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”بہت سے اہل علم شیخ محمد بن عبدالوہاب کے حالات سے ناواقف ہونے کی وجہ سے یا تعصب و نفسانیت کی بناء پر ان کی تکفیر و تضلیل کرتے ہیں حالانکہ قرآن وحدیث سے ان کے پاس شیخ کی تکفیر و تضلیل کی کوئی دلیل نہیں ہے.....“ (اتحاد النبلاء ص: ۴۱۴) اسی قسم کی تحریریں نواب صاحب علیہ الرحمۃ کی دوسری تصنیفات میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہیں، مثلاً ترجمان وہابیہ میں نواب صاحب نے وہابیت کے مفہوم اور اس کی طرف انتساب سے متعلق غلط فہمیوں کو دور کیا ہے اور برطانوی انگریز حکومت کو بھڑکانے کی سعی نامسعود کو بھی نمود بخشا ہے، اور شیخ علیہ الرحمۃ کی دعوت کا مقصد اور مفہوم واضح کر کے تمام شکوک و شبہات کا ازالہ بھی کیا ہے۔

نیز ”حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ“ میں سید احمد شہید اور محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہما کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”ان دونوں حضرات کے جو حالات ثقہ اہل عرب اور اہل ہند سے معلوم ہوئے ہیں وہ از روئے شرع کسی مکتہ چینی اور شرعی جرح کے محل نہیں ہیں بلکہ ان کی معلوم سیرت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ حضرات علماء صلحاء اور دیندار عابدوں میں تھے، خدا پرست اور انصاف دوست تھے..... دنیا دار علماء سوء جو بدعات اور آبائی رسوم کے خوگر ہوتے ہیں ان کی مخالفت مقصود کے لئے چنداں مضرنہیں واللہ تعالیٰ اعلم..... البتہ نجدی فوج کے متعلق لوگوں کو کچھ شکائتیں ہیں معلوم نہیں حقیقت کیا ہے، مگر شیخ کے عقائد جو انہوں نے اپنے رسائل میں تحریر فرماتے ہیں، شرک و بدعت کے رد میں ہیں۔ اور ظاہر شریعت کے مطابق ہیں۔ (حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ ص: ۳۹۰)

اسی طرح ”ہدایۃ السائل إلی أدلة المسائل“ میں نواب صاحب نے شیخ محمد بند عبدالوہاب کے تبعین کو وہابیہ سے تعبیر کرنے کو غلط بتا کر اس کی اصلاح کی ہے اور شیخ کی دعوت کی مدح کی ہے اس کے علاوہ بھی نواب کی تصانیف شیخ محمد بن عبدالوہاب علیہ الرحمۃ کی تائید و نصرت اور ان کی دعوت کی حمایت میں لکھی گئی تحریروں سے لبریز ہیں تفصیل کے خواہش مند حضرات موضوع سے متعلق نواب صاحب کی تصانیف کی طرف رجوع کر سکتے ہیں نواب صاحب نے تو اس کی آخر الذکر کتاب میں صاحب دعوت کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر گامزن بتلایا ہے (ہدایۃ السائل ص: ۱۱۵)۔“

مولانا بشیر الدین قنوجی (متوفی ۱۲۹۶ھ):

مولانا بشیر الدین قنوجی کا شمار ان علمائے اہل حدیث میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے دور میں کسی بھی پہلو سے شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور حکومت آل سعود کا دفاع کیا تھا، چنانچہ اس سلسلہ میں ان کی درج ذیل کتابیں ہیں:

۱ - الصوائق الإلهیة لطراء الشیاطین اللہابیۃ: یہ کتاب فارسی زبان میں ہے ۱۲۸۰ھ کی شائع شدہ

ہے یہ کتاب دراصل بدعتی عالم فضل رسول بدایونی کی کتاب ”الیوارق الحمدیة“ کا جواب ہے اس کے علاوہ اس کتاب میں ان اعتراضات کا بھی جواب دیا گیا ہے جو قبر پرست بدعتیوں کی جانب سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ امام محمد بن عبد الوہاب اور شاہ اسماعیل شہید دہلوی رحمہم اللہ پر کئے گئے ہیں، اس کے لئے بھی کئی تصانیف اس موضوع پر لکھی ہیں۔

مولانا عبداللہ غزنوی:

غزنوی خاندان نے بھی اللہ کے فضل و کرم سے برصغیر ہند و پاک میں شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت کو متعارف کرانے اور اس کے دفاع کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا، نیز اس خاندان اور ائمہ دعوت و حکام آل سعود کے درمیان گہرے تعلقات قائم ہوئے۔ مولانا عبد اللہ محدث غزنوی کے دو بیٹے مولانا عبد الرحیم غزنوی اور مولانا عبد الواحد غزنوی۔ جو خاندان کے جید علماء بھی ہیں۔ یہ دونوں حضرات تجارت کے پیشہ سے مربوط تھے کویت کے ایک سفر میں ان کی امیر عبد الرحمن الفیصل آل سعود اور ان کے صاحبزادے عبد العزیز آل سعود۔ رحمہما اللہ۔ سے ملاقات ہوئی اور پھر دونوں جانب سے گہرے دینی و اعتقادی تعلقات قائم ہو گئے، پھر جب شاہ عبد العزیز آل سعود نے ریاض فتح کیا تو غزنوی خاندان کے ان دو عالموں کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ آپ حضرات آکر نجد میں قیام کریں، چنانچہ اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے، مولانا عبد الرحیم غزنوی اور مولانا عبد العزیز غزنوی ریاض تشریف لے گئے اور پانچ سال تک یہیں مقیم رہے، ریاض میں ان کے قیام کے دوران خاندان آل سعود اور دیگر اہل نجد ان کے علم سے مستفید ہوتے رہے۔ (مقدمة اثر الدعوة..... للفریوائی)

غزنوی خاندان نے شیخ الاسلام بن تیمیہ امام ابن قیم اور شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہم اللہ کی کتابوں پر پھر پور توجہ دی اور برصغیر میں عربی اور اردو ہر دو زبانوں میں ان کتابوں کی نشر و اشاعت کی، چنانچہ جو کتابیں انہوں نے شائع کیں، ان میں: ”مجموعۃ التوحید“، ”مجموعۃ الحدیث النجدیة“ تفسیر سورة النور، فتویٰ حمویہ اور رسالہ حقیقت و مجاز وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مولانا بشیر احمد سہسوانی:

مولانا بشیر احمد سہسوانی نے ”صیانة الإنسان عن وسوسة دحلان“ نافی اپنی مشہور کتاب تالیف فرمائی جو شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت اور سعودی حکومت پر لگائے گئے الزامات و اتہامات کی تردید میں ایک اہم کتاب شمار کی جاتی ہے اور درحقیقت یہ کتاب مفتی مکہ احمد بن زینی دحلان جو شیخ کی دعوت کے زبردست مخالف تھے، ان کی کتاب: ”الدر السنی فی الرد علی الوہابیة“ کا ترکی بہ ترکی جواب ہے۔ سہسوانی صاحب نے اپنی کتاب میں دحلان کے ۲۵۰ وساوس کا مفصل تردیدی جواب دیا ہے کتاب کی مدح سرائی میں علامہ رشید رضا نے کتاب کے مقدمہ میں مصنف کے اسلوب نگارش کی خوب خوب داد دی ہے۔ درحقیقت یہ کتاب اپنے زمانہ تالیف سے لے کر آج تک تمام قبوریوں اور بدعتیوں کے اعتراضات کا جواب ہے۔

مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی:

شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت کی تائید و نصرت اور ان کی دعوت سے متاثر ہونے والے مشائخ ہند میں مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی کا نام جلی حروف میں لکھے جانے کا مستحق ہے شیخ رحمہ اللہ کی اصلاحی دعوت کا تعارف کرانے اور دعوت کی حامی سعودی حکومت کا دفاع کرنے میں مولانا عبدالحلیم شرر کا نمایاں کردار رہا ہے۔ چنانچہ شیخ محمد بن عبد الوہاب کی ”کتاب التوحید“ کا سب سے پہلا اردو ترجمہ آپ ہی نے کیا، شرر صاحب نے چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے ایک شاگرد سے یہ گراں قدر کتاب حاصل کی اور اسے اردو میں منتقل کر کے شائع کر دیا۔ اس کتاب کے ذریعہ شرر صاحب نے نجد کی اسلامی اور موحد حکومت کے عقیدہ کے بارے میں کئے جانے والے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا، اور برصغیر کے مسلمانوں کے سامنے یہ بات خوب اچھی طرح واضح کر دی کہ اہل نجد کا عقیدہ وہی عقیدہ توحید ہے جو دین اسلام کی بنیاد اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا خلاصہ ہے۔

مولانا محمد یونس شیروانی:

شاہ عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ کے عہد میں برصغیر کے اندر التوائے حج کی تحریک چلی کہ جب تک حجاز سے آل سعود کی حکومت ختم نہیں ہو جاتی، مسلمانان ہند فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ نہ جائیں۔ اس تحریک کو ناکام بنانے میں مولانا نے نمایاں کردار ادا کیا فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے حجاج کرام کے اولین قافلہ کے ساتھ رخت سفر باندھا، تحریک چلانے والے معاندین کی تردید کی اور حج کی استطاعت و خواہش رکھنے والوں کی ہمت افزائی کے لئے آپ نے روزنامہ ”زمیندار“ لاہور اور پندرہ روزہ اخبار ”اہل حدیث“ امرتسر کے ذریعہ اپنے سفر حج کا اعلان بھی فرمادیا۔

علامہ محمد بن یوسف السورتی

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی دعوت سے متاثر ہونے والے علماء میں علامہ محمد بن یوسف السورتی کا نام بھی قابل ذکر ہے۔ مولانا نے بھی شیخ کی گراں مایہ کتاب التوحید کا اردو ترجمہ کیا ہے اور اس ترجمہ کے پہلے اپنا ایک وقیع مقدمہ جو شیخ محمد بن عبد الوہاب کی سیرت اصلاحی دعوت اس کی راہ میں پیش آمدہ مشکلات اور پھر امام محمد بن سعود کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کے تذکرہ پر مشتمل ہے، تحریر فرمایا ہے۔

مولانا محمد بن ابراہیم جونا گڑھی:

مولانا موصوف کی تصنیفات کی تعداد جو انہوں نے مختلف موضوعات پر لکھی ہیں ساٹھ سے زائد ہیں نیز مولانا رحمہ اللہ اخبار محمدی کے نام سے ایک اخبار بھی نکالتے تھے۔ مولانا جونا گڑھی رحمہ اللہ کی عملی زندگی کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپ نے جزیرہ عرب کے استقلال و اصلاح کے لئے شاہ عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ کی مخلصانہ جدوجہد کی ایسی بھرپور تائید و تحسین کی کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کو چھوڑ کر کے پورے برصغیر میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دور میں بلاد حرمین شریفین

میں جو اصلاحات کی گئیں، امور تعلیم و تربیت پر جو خصوصی توجہ دی گئی، حجاج کرام کی راحت و آسائش اور نجد و حجاز کے تمام علاقوں میں امن و امان قائم کرنے کے جو انتظامات کئے گئے۔ نیز اس طرح کے دیگر امور پر مشتمل ”حالات حجاز نمبر“ مولانا محمد جونا گڑھی رحمہ اللہ نے ۱۵/ اگست ۱۹۲۶ء کو شائع کیا تا کہ مسلمانان ہند شاہ عبدالعزیز اور ان کی مخلصانہ جدوجہد سے واقف ہو جائیں اور ان کے خلاف غلط پروپیگنڈے کرنے اور افواہوں کے پیچھے پڑنے سے باز آجائیں۔ اسی طرح شیخ محمد بن ابراہیم جونا گڑھی نے شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت کے تعارف اور دفاع میں جو کارنامہ انجام دیا وہ بھی آپ کی عملی زندگی کا ایک روشن باب ہے۔

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ:

مذکورہ علماء کرام کے بعد اگر مقالے کے اختتام میں اس شخصیت کا تذکرہ نہ کیا جائے جن کی مساعی جلیلہ کی طرف جونا گڑھی رحمہ اللہ کے ضمن میں اشارہ ہو چکا ہے تو بڑی زیادتی کی بات ہوگی۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب کی اصلاحی دعوت کے تعارف و دفاع اور شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی مخلصانہ جدوجہد کی تائید و تحسین کے سلسلہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا موقف بالکل نمایاں رہا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مولانا نے مختلف کتب و رسائل تالیف کر کے مسلمانوں میں تقسیم کئے جب کہ اپنے اخبار ہفتہ روزہ ”اہل حدیث“ کو شیخ کی دعوت اور سعودی حکومت کی تائید و دفاع کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت کی نصرت و تائید میں مولانا امرتسریؒ نے جو کتبیں شائع کی ان میں سے چند کے نام درج دیے ہیں:

(۱) تحریک وہابیت پر ایک نظر (۲) مسئلہ حجاز پر ایک نظر (۳) تحفہ نجدیہ (۴) علی برادران خلافت کمیٹی اور سلطان ابن سعود (۵) رسالہ نجد (۶) اصلاح الإخوان علی يد السلطان، ان کے علاوہ بھی علماء کرام کی پوری ایک جماعت کے نام قابل ذکر ہیں جنہوں نے شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت کی تائید و نصرت میں نمایاں کردار ادا کیا ان میں سے چند بزرگان کے نام یہ ہیں: مولانا ابوالقاسم سیف بنارس، مولانا ابوسعود خاں قمر بناری، مولانا محمد اسماعیل غزنوی، مولانا محمد داؤد غزنوی، حافظ محمد امین وغیرہم۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی مساعی جلیلہ کو قبول فرمائے اور ان کی نیکیوں میں اضافے کا سبب بنائے۔ شیخ کی دعوت کو مزید قبولیت و رواج بخشے اور ہمیں اس کو عام کرنے میں اپنا کردار نبھانے کی توفیق۔ بخشے آمین

حرف آخر:

آج اس اصلاحی دعوت پر تقریباً ایک صدی کا عرصہ گزر چکا ہے، علماء کی جدوجہد اور عوامی زندگی میں اس دعوت کے نتیجہ میں جو انقلاب رونما ہوا، کتاب و سنت کی خالص تعلیمات جس طرح عام ہوئیں اسے نئی نسل تک پہنچانے اور اس اسلامی ورثے کو ان تک منتقل کرنا ہماری دینی و اخلاقی ذمہ داری ہے جس کی طرف ہم سب کو متوجہ ہونے اور اس منہج توہم پر چلنے اور دوسروں کو گامزن کرنے کی جدوجہد کرنا چاہئے، نیز اسلام کی ان مساعی کو نشر کرنے کی تہذیب و تشریح اور نئے زمانے سے ہم آہنگ کرنے کی مشنات کو یکجا کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے، دوسری جانب آج ذرائع ابلاغ کی ترقی کا دور ہے ان پیش رفتی ورثے کو ان ذرائع کے ذریعہ حتیٰ الامکان عام کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اللہ کرے کہ ایسے مخلص افراد سامنے آئیں جو

اس دعوت کو عام کریں اور عند اللہ ماجور ہوں، و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خلاصہ بحث:

شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت خالص کتاب و سنت کی بنیاد پر تھی اور اس کے زیر اثر صرف جزیرہ سعودی عرب ہی نہیں رہا بلکہ اللہ رب العزت نے اسے قبول و اشتہار بخشا اور اس کی صدا عروج دعوت کے عہد میں ہی ہندوستان تک بھی پہنچی، برصغیر کے علماء اس دعوت کی حمایت نصرت و تائید میں صف آراء ہو گئے۔ صاحب دعوت اور حامی دعوت حکومت سعودی عرب سے ان کے مضبوط رشتے قائم ہو گئے، اور ان علماء حق نے برصغیر میں اس دعوت کے تئیں اٹھنے والے شکوک و شبہات الزامات و تہم اور افترا پردازیوں کا بڑی ہی خوش اسلوبی کے ساتھ دفاع کیا، مانوافق حالات محمد و دو سائل اور گونا گوں دشواریاں بھی ان کو اس مشن سے باز نہ رکھ سکیں اور انہیں اپنے اس سعی مبارک میں خاطر خواہ کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ ان علماء میں سے جن لوگوں نے دعوت کی حمایت میں نمایاں کردار نبھایا ان میں سرفہرست نواب صدیق حسن خاں قنوجی، مولانا بشیر الدین قنوجی، مولانا عبداللہ غزنوی اور ان کے فرزند ان مولانا عبدالرحیم غزنوی اور مولانا عبدالواحد غزنوی۔ مولانا بشیر احمد سہسوانی، مولانا عبدالحمید شرر، مولانا محمد یونس شیروانی، علامہ محمد بن یوسف السورقی، مولانا محمد بن ابراہیم جونا گڑھی، اور مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہم اللہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ یہاں ان میں سے ہر ایک کی مساعی جمیلہ کا تفصیلی ذکر تو ممکن نہیں مگر چند علماء کرام کی کاوشوں کا اجمالاً ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے ہفتہ روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر کو شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت کے دفاع کے لئے وقف کر رکھا تھا، علاوہ بریں مندرجہ ذیل کتابیں بھی شامل کیں:

- (۱) تحریک و ہایت پر ایک نظر (۲) مسئلہ حجاز پر ایک نظر (۳) تحفہ نجدیہ (۴) علی برادران خلافت کمیٹی اور سلطان ابن سعود (۵) رسالہ نجد (۶) اصلاح الخوہ علی ید السلطان وغیرہ۔

مولانا محمد بن ابراہیم جونا گڑھی:

مولانا محمد بن ابراہیم جونا گڑھی نے اخبار محمدی کے ذریعہ اس دعوت کی بھرپور تائید و حمایت کی اور الزامات و اتہامات کا حتی الامکان دفاع کیا۔

مولانا عبد الحلیم شرر:

مولانا عبد الحلیم شرر نے شیخ کی کتاب التوحید کا سب سے پہلے ترجمہ اردو زبان میں کیا۔ ان کے بعد مولانا محمد سورٹی نے بھی کتاب کا ترجمہ کیا اور اس پر ایک گراں قدر مقدمہ بھی تحریر فرمایا۔ مولانا محمد یونس شیروانی نے تحریک القوائے حج کو نام بنانے میں بھرپور حصہ لیا خود عازمین حج کے ساتھ سرزمین حرم کا سفر بھی اور ”زمیندار“ لاہور اور اخبار اہل حدیث امرتسر میں اپنے اس سفر حج کا اعلان کر کے لوگوں کی ہمت افزائی بھی کی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی مساعی کو ان کی حسنات میں اضافہ کا سبب بنائے اور ہمارے لئے اسے شہد ہمت کا سامان کرے، آمین۔

رپورٹ سیمینار وہابی تحریک: ”حقائق اور غلط فہمیاں“

مولانا ابوالقاسم سلفی

استاذ جامعہ رحمانیہ، بنارس

بتاریخ ۲/ جنوری ۲۰۱۰ء مطابق ۱۵/ محرم الحرام بروز شنبہ جامعہ سلفیہ، بنارس کے زیر اہتمام ایک سیمینار بعنوان وہابی تحریک: ”حقائق اور غلط فہمیاں“ منعقد ہوا۔ سیمینار کی صدارت مولانا عبداللہ سعود ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ، بنارس نے فرمائی۔ مہمان خصوصی جناب مولانا اصغر امام مہدی، ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیتہ المحدثین ہند تھے۔ سیمینار کی نظامت کے فرائض جناب مولانا عبدالوہاب صاحب حجازی استاذ جامعہ سلفیہ بنارس نے انجام دیا۔

تلاوت قرآن کریم کے بعد مولانا اسعد اعظمی صاحب استاذ جامعہ سلفیہ بنارس نے اس سیمینار کے مقصد اور پس منظر پر روشنی ڈالی، آپ نے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی کی دعوت پر مختصر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ انبیائے کرام جو مشن لے کر آئے تھے نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ جب اس دنیا سے تشریف لے گئے تو نبوت کے اس مشن کو علماء کرام نے سنبھالا۔ بے شمار علماء آئے اور انہوں نے فریضہ ادا کیا، اسی سلسلے کی ایک کڑی شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب تھے، جنہوں نے عرب کے معاشرے کو جو ان کے دور میں شرک و بدعات کی آماجگاہ بن گیا تھا اسے شرک کی دلدل سے نکالا، انہیں اپنے مقصد میں کامیابی ملی، وقت گزرنے کے ساتھ ان کی تحریک کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں ہیں۔ جامعہ سلفیہ کی یہ ذمہ داری تھی وہ حقائق سے پردہ اٹھائے چنانچہ اسی مقصد کے لئے آج کا یہ سیمینار منعقد کیا گیا ہے، اس کے بعد آپ نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

جناب مولانا اسعد اعظمی صاحب کے بعد سیمینار کے صدر جناب مولانا عبداللہ سعود صاحب نے سیمینار کے مقصد پر روشنی ڈالی اور بتلایا کہ سعودیہ عربیہ اور شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تحریک کے متعلق مخالفین کا جو طریقہ کار اور رویہ رہا ہے اور جس طرح ان کی تحریک کو بدنام کیا جا رہا ہے، میں نے ضروری سمجھا کہ ایک سیمینار منعقد کروں تاکہ حقائق سامنے آجائیں۔

سیمینار کے انعقاد کے لئے وقت کم تھا لیکن ہمارے مہمان اس سرد موسم میں سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے تشریف لائے ہم ان کے نہایت شکر گزار ہیں۔

سیمینار کے صدر مولانا عبداللہ سعود صاحب کے خطاب کے بعد مہمان خصوصی جناب مولانا اصغر امام مہدی صاحب نے طلباء اور سامعین کو پُر مغز خطاب فرمایا۔ آپ نے تمہیدی کلمات کے بعد تحریک مجاہدین کے ایک عظیم رکن جناب مسلم صاحب کے شعر سے خطاب کا آغاز فرمایا۔ آپ نے شیخ الاسلام کی تحریک کے وقت عرب کی مذہبی زبوں حالی کا نقشہ کھینچا۔ آپ نے بتلایا کہ وہابی کا لقب اگرچہ ہمارے دشمنوں کا دیا ہوا ہے لیکن ہمیں یہ قبول ہے کیوں کہ اس نسبت میں بڑی معنویت ہے اور نسبت خالق دو جہاں کی طرف ہے، آپ نے ایشیا میں استعماری طاقتوں کی ساحرانہ چالوں کی طرف اشارہ کیا پھر اس تحریک کے خدو خال پر مختصر طور پر روشنی ڈالی اور ہندوستان کی وہابی تحریک کے بارے میں بتلایا کہ مخالفین ہمارے خلاف مسلسل ریشہ دوانیوں میں اور غلط فہمیاں پھیلانے میں مصروف ہیں، لیکن ہماری طرف سے بالکل خاموشی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سیمینار بہت ہی بروقت ہے اور امید ہے کہ اس سے بہت سے غلط فہمیاں دور ہوگی اور سازشوں کا پردہ چاک ہوگا۔ آپ نے ان خطرات اور اندیشوں کا تفصیل سے ذکر کیا جو ہندوستانی مسلمانوں پر منڈلا رہے ہیں۔ آپ کے خطاب کے ساتھ نماز کے لئے وقفہ کا اعلان کیا گیا۔

بعد نماز مغرب مقالوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ نشست کا آغاز ڈاکٹر جاوید اعظم (اسسٹنٹ پروفیسر گرلس کالج دمام) کے مختصر تحریری خطاب سے ہوا۔ آپ نے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی خدمات اور ان کی تحریک کے بارے میں جو افترا پردازیاں غیروں نے کی اس کی طرف اشارہ کیا۔

ڈاکٹر جاوید صاحب کے خطاب کے بعد مولانا عزیز الرحمن صاحب سلفی استاذ جامعہ سلفیہ بنارس نے ”اہل حدیث اور دہشت گردی“ کے عنوان سے اپنا مقالہ پیش کیا۔ آپ نے آیات قرآنیہ اور احادیث کی روشنی میں اہلحدیث کے اصول بتلائے۔ ماضی کی تاریخ پر روشنی ڈالی کہ آزادی کی تحریک میں اس جماعت نے کیا قربانیاں دیں۔ پھر آپ نے بتلایا کہ دہشت گردی کا اہلحدیثوں سے کوئی تعلق ناممکن ہے کیوں کہ یہ اس کے اصولوں کے خلاف ہے۔

دوسرا مقالہ مولانا عبدالرحیم ریاضی صاحب کا بعنوان ”شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کے اثرات علماء ہند پر“ تھا، آپ نے ان علماء کا ذکر کیا جنہوں نے شیخ کی دعوت کا دفاع کیا، آپ نے نواب صاحب، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد صاحب جو ناگدھی اور دیگر علماء کی کاوشوں پر روشنی ڈالی، جنہوں نے نجدی تحریک کی حمایت اور دفاع میں کتابیں لکھیں۔

تیسرا مقالہ مولانا ابوالقاسم عبدالعظیم مدنی استاذ مدرسہ فیض عام کا تھا آپ کے مقالے کا عنوان تھا ”سعودی حکومت

اور وہابی دعوت پر دہشت گردی کے الزامات، آپ نے سعودی حکمرانوں اور آل شیخ کے فرمودات اور تاریخی واقعات کی روشنی میں دہشت گردی کے الزامات کی تردید کی اور دشمنوں کے طریقہ کار کی وضاحت فرمائی۔

مولانا ابوالقاسم صاحب کے بعد جامعہ کے بزرگ استاذ مولانا محمد مستقیم صاحب نے اپنا مقالہ پیش کیا۔ آپ کا موضوع تھا ”وہابی تحریک اور ہندوستانی مسلمان: حقائق الزامات اور افترا پردازیاں“ آپ نے پہلے شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کی تحریک کا جائزہ لیا۔ پھر مختصر طور پر ان ہندوستانی علماء کا ذکر کیا جنہوں نے اس تحریک کی مخالفت کی۔ ۱۹۲۳ء میں سعودی حکومت دوبارہ قائم ہوئی اس کے خلاف ہندوستانی مسلمانوں کا کیا رویہ تھا اس پہلو پر بھی آپ نے بھرپور روشنی ڈالی، نیز جماعت اہلحدیث کی وہابی حکومت کی تائید اور معاونت کو تاریخی دلائل سے ثابت کیا خاص طور سے اس بارے میں مولانا ابوالقاسم صاحب بنارس کی خدمات کا جائزہ لیا، اور مولانا آزاد کے والد کی وہابیت سے نفرت کے متعدد واقعات کا ذکر کیا جس سے وہابیوں سے ان کی انتہائی نفرت و بیزاری کا اندازہ ہوتا ہے۔

مولانا کے مقالہ کے بعد شہر کی ایک معزز ہستی مفتی عبدالباطن صاحب نعمانی خطیب گیان واپی مسجد نے خطاب فرمایا۔ آپ نے منتظمین کو سیمینار کے انعقاد پر مبارکباد دی، آپ نے ہندوستانی اور نجدی تحریک کے پیروکاروں کی دینی و اصلاحی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ان کی اس عظیم خدمات کا ہم صرف اعتراف کر سکتے ہیں صلہ اللہ دے گا۔ آپ نے بتلایا کہ اسلامی تحریکوں اور اسلامی تاریخ کی حقیقت غیر مسلموں میں واضح کرنا ضروری ہے کیوں کہ ہماری قوم کے بے ضمیر لوگ حقائق کے بجائے سروپا باتوں سے انہیں روشناس کراتے ہیں۔

مفتی عبدالباطن صاحب کے خطاب کے بعد مولانا عبدالمنان صاحب سلفی استاذ جامعہ سراج العلوم جھنڈا انگر نیپال نے اپنا مقالہ پیش کیا۔ آپ کا موضوع تھا ”اصلاح عقائد کے سلسلے میں شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی تصنیفات کا جائزہ“ آپ نے بتلایا کہ جامعۃ الامام محمد بن سعود ریاض نے ایک عظیم الشان سیمینار جو شیخ کے اعمال کے موضوع پر منعقد کیا تھا اس موقع پر شیخ کی تحریریں گیارہ جلدوں میں شائع کی تھیں جو پانچ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ نے شیخ الاسلام کی تصانیف کے اسلوب اور اثر آفرینی پر تفصیل سے بحث کی، نیز موضوعات کے اعتبار سے شیخ کے رسائل اور کتابوں کا تعارف کرایا۔

اس کے بعد مولانا اسعد اعظمی صاحب نے اپنا مقالہ ”جامعہ سلفیہ اور وہابی تحریک سے متعلق لٹریچر“ کے موضوع پر پیش کیا۔ وہابی تحریک (شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب) کے بارے میں جامعہ نے جو کتابیں شائع کی ہیں آپ نے ان تمام کتابوں کی فہرست بنائی اور ان کا مختصر تعارف پیش کیا۔

مولانا اسعد اعظمی کے بعد مولانا علی حسین صاحب سلفی استاذ جامعہ سلفیہ نے شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کی حیات

وخدمات کا جائزہ لیا۔

مولانا علی حسین صاحب کے بعد علی گڑھ سے آئے ہوئے مقالہ نگار مولانا رفیق احمد سلفی ”وہابی تحریک: حقائق اور مضمرات“ کے موضوع پر اپنے خیالات کو پیش کیا۔ آپ نے اپنے مخصوص فکری انداز میں بتلایا، آج اسلام میں تجدد کی لہر چل رہی ہے اور اسلام کی جدید کاری کی کوشش کی جا رہی ہے، لوگوں کو اصل اسلام کی طرف رجوع کرنا سخت ناپسند ہے، انہوں نے شاطرانہ فرنگ کی دشمنی اور طریقہ کار کو واضح کیا۔

آپ کے بعد محمد ابوالقاسم فاروقی نے نجدی وہابیت اور ہندوستانی وہابیت کی تاریخ کا ایک تجزیہ پیش کیا۔ ان کے بعد مولانا اسعد صاحب نے مولانا محمد صاحب منوی کا مقالہ ”وہابی جماعت اور جیٹھ ملانی“ کے عنوان سے پڑھا، جس میں مولانا نے جیٹھ ملانی کے بیان کا تفصیل سے جائزہ لیا۔

آخر میں مولانا عبدالوہاب حجازی نے اپنے مقالہ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت، اس کی اہمیت اور اثرات کا جائزہ لیا آپ کے مقالے کا عنوان تھا ”شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب اہل اسلام کی نظر میں“۔

وقت زیادہ ہو چکا تھا اس لئے مولانا اصغر صاحب کا مقالہ جسے ان کی غیر موجودگی میں مولانا عبدالرحیم ریاضی پڑھنے والے تھے، مجبوراً نہیں پڑھا جاسکا۔ اسی کے ساتھ مقالوں کا سلسلہ ختم ہوا۔ مولانا رفیق احمد سلفی نے سیمینار کے تعلق سے کچھ تجاویز اور قرارداد پیش کیں۔ یہ تجاویز جامعہ سلفیہ کے چند اساتذہ نے تیار کیا تھا۔ آخر میں مولانا اسعد صاحب نے شکریہ کے ساتھ سیمینار کے اختتام کا اعلان کیا۔

قرارداد و تجاویز سیمینار

بمعنوان ”وہابی تحریک: حقائق اور غلط فہمیاں“

- ۱- سال گذشتہ میں جامعہ سلفیہ کے متعدد سینئر اساتذہ جیسے مولانا محمد رئیس ندوی، مولانا عابد حسن رحمانی اور ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری کی وفات کے سانحے کے بعد دیگرے پیش آئے، سیمینار ان کی رحلت پر اپنے رنج و غم کا اظہار کرتا اور ان کے لئے دعاء مغفرت کرتا ہے۔

- ۲- وہابی تحریک سے متعلق قدیم مآخذ کی از سر نو اشاعت کرائی جائے تاکہ اس سے متعلق پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جاسکے، اس سے متعلق بعض انصاف پسند مغربی مفکرین کی بھی تحریریں پائی جاتی ہیں، ضروری ہے کہ ان کا مجموعہ بھی توثیق و تصحیح کے ساتھ طبع کرایا جائے۔
- ۳- وہابی تحریک اور دیگر اسلامی تحریکات کے ساتھ اہل مغرب کا رویہ ہمیشہ وہی رہا ہے جو عصر اول کے اسلام کے ساتھ رہا ہے، اہل انصاف اور مسلم دانشوران کو اس تاریخی رویہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔
- ۴- انٹرنیٹ کے بے شمار ویب سائٹس پر وہابی تحریک کو دہشت گردی سے جوڑنے کی سعی پیہم کی جا رہی ہے، اس کا دفاع انٹرنیٹ ہی سے کیا جانا ضروری ہے۔
- ۵- ملک یا بیرون ملک دہشت گردی کا کوئی بھی واقعہ رونما ہوا سے کنڈم کرنے کے لئے ہمیں سبقت کرنا چاہئے۔
- ۶- کل ہند پیانہ پر ملت کا ایک ”رابطہ عامہ کاسیل“ قائم کیا جائے جس کی ذمہ داری یہ ہو کہ وہ اسلام اور مسلم ملت کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کا بروقت نوٹس لے اور میڈیا کو صحیح صورت حال سے واقف کرائے اور اگر ضرورت محسوس ہو تو حکومتی اداروں کو بھی اس سے مطلع کرے۔
- ۷- غیر مسلموں کو وہابی تحریک کی صحیح تاریخ سے واقف کرانے کے لئے ہندی اور دیگر علاقائی زبانوں میں تحریک کی صحیح تاریخ پر مبنی مستند کتابوں کے تراجم اور تلخیص نیز بانی تحریک کی اصل تحریروں کے تراجم بھی شائع کئے جائیں۔
- ۸- وہابی تحریک کے دیگر مراکز کی تاریخ اجاگر کی جائے جن کے متعلق مآخذ کے بڑے ذخائر موجود ہیں۔
- ۹- ملت کے مختلف مکاتب فکر میں وہابی تحریک کے متعلق جو حسن ظن اور تعلق خاطر پایا جاتا ہے، ہمیں ان کے ساتھ مل کر وہابی تحریک سے متعلق پائی جانے والی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا چاہئے۔

جناب مولانا عبد المتین سلفی (کشن گنج، بہار) کا سانحہ ارتحال

یہ خبر جماعتی حلقوں اور اس سے باہر بھی کتنے ہی دلوں کو غمناک اور کتنی آنکھوں کو نمناک کر گئی کہ جماعت اہل حدیث کے جوان سال ممتاز عالم دین مولانا عبد المتین سلفی کشن گنج بہار کا سینچر ۱۶/ جنوری ۲۰۱۰ م/ ۲۹ محرم ۱۴۳۱ھ کو نصف النہار کے وقت اچانک انتقال ہو گیا، اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنت کو قبول فرمائے، لغزشوں سے درگزر کرے اور بہشت بریں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔

موصوف مرحوم پاکیزہ علم کے پیکر، حال و قال میں یکسانیت کے مظہر، عزم و ہمت اور پیہم عمل کے دھنی تھے، یہی وجہ ہے کہ پچپن سال کی مختصر عمر میں اپنی شخصیت کی تعمیر کے علاوہ قوم و جماعت کے لئے وہ گراں بہا خدمات پیش کیں کہ یادگار زمانہ بن گئے اور ان شاء اللہ ان کی ہمہ جہت خدمات ان کے لئے جاری صدقات کا کام دیں گی۔

مرحوم کی جائے ولادت مالدہ مغربی بنگال کا موضع بالا پتھر ہے، اپنے والد مولانا عبد الرحمن کے زیر تعلیم و تربیت رہ کر مغربی بنگال کے متعدد تعلیمی اداروں سے بھی کسب فیض کیا، آپ کی تاریخ ولادت یکم جنوری ۱۹۵۴ء ہے سن ۱۹۷۲ء میں آپ نے جامعہ سلفیہ بنارس میں داخلہ لے کر یہاں سے فضیلت کی سند حاصل کی، آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی شریعت کالج کے بھی سند یافتہ تھے، ڈھاکہ یونیورسٹی بنگلہ دیش سے آپ نے عربی میں ایم، اے بھی کیا تھا، مغربی بنگال کے بعض مدارس میں تدریس نیز دعوتی اعمال بھی انجام دئے، مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد بنگلہ دیش میں آپ نے تقریباً دس سال تک سلفی دعوت کا فریضہ بڑے جوش و ولولہ کے ساتھ انجام دیا۔

شمال مشرقی ہندوستان میں کشن گنج صوبہ بہار کا ایک معروف قصبہ ہے جس کے ارد گرد لاکھوں لاکھ مسلمانوں کی اکثریتی آبادی ہے، یہاں مرحوم کے والد اور شیخ عطاء الرحمن مدنی نیز علاقہ کی سربراہ اور دہ شخصیات کے مشورہ سے ”مجمعہ العلوم الاسلامیہ“ کے نام سے ایک سلفی تعلیمی ادارہ کی تاسیس سن ۱۹۸۸ء میں ہوئی تھی، جس کی مکمل ذمہ داری بعد میں مرحوم کو سونپ دی گئی، اور انھوں نے اپنے عزم و ہمت اور جہد مسلسل سے اسے بام عروج تک پہنچایا، اور متعدد تعلیمی اداروں کی ایک دنیا

آباد کردی، آپ ”توحید ایجوکیشنل ٹرسٹ“ کے بانی و تاعمر صدر رہے، جس کی خدمات کا دائرہ متعدد صوبوں مثلاً بہار، آسام، بنگال، جھارکھنڈ تک وسیع ہے، اس ٹرسٹ کے ذریعہ بے شمار رفاہی کاموں کے علاوہ پچاسوں تعلیمی ادارے بھی چلائے جا رہے ہیں، آپ کی بے پناہ جدوجہد سے معہد العلوم الاسلامیہ، جامعہ الامام البخاری جیسے عظیم الشان تعلیمی سلفی جامعہ کی شکل اختیار کر گیا، اس کے علاوہ ”جامعہ عائشہ الاسلامیہ“ کے نام سے مسلم بچیوں کے لئے ایک بڑا تعلیمی ادارہ کھولا جو اس مسلم اکثریتی علاقہ کا سب سے پہلا عظیم الشان نسواں اقامتی تعلیمی ادارہ ہے، اور اپنی فیض رسانی سے ہزاروں مسلم بچیوں کو دینی و عصری تعلیم سے آراستہ کر رہا ہے، موصوف مرحوم کے بڑے کارناموں میں سے قوم کے نوجوانوں کو ٹیکنیکل علوم و فنون سے آراستہ کرنے کے لئے آئی، ٹی، آئی کا لُج کا قیام ہے جس سے نہ صرف بہار بلکہ بنگال، جھارکھنڈ، آسام اور منی پور وغیرہ کے نوجوان بھرپور استفادہ کر کے ملک و قوم کی ترقی کی راہیں ہموار کر رہے ہیں، اندرون ملک قوم کی ان دینی، دعوتی رفاہی اور تعلیمی خدمات کے عظیم الشان کاموں کے علاوہ سلفی دعوت کو دنیا میں عام کرنے کے لئے موصوف نے دنیا کے بہت سے ممالک کا سفر کیا، جن میں یورپ، امریکہ، چین، بنگلہ دیش، نیپال، بھوٹان، مالدیپ، سری لنکا، کویت، قطر، بحرین، سعودی عرب وغیرہ شامل ہیں، آپ کی بنگلہ، عربی اور اردو زبان میں متعدد تالیفات بھی ہیں، پیام توحید کے نام سے ایک ماہنامہ اردو اور بنگلہ زبان میں مسلسل شائع ہو رہا ہے، شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی متعدد تالیفات کا ترجمہ بھی بنگلہ زبان میں آپ نے کر کے طبع کرایا ہے۔

بہار و بنگال کے مسلمانوں خاصۃ سلفیوں کی دینی و سماجی ترقی آپ کا خصوصی ہدف تھی، اور اس راہ میں آپ کی جدوجہد مثالی ہے، اس کے لئے عام سطح سے لے کر چوٹی کے سیاسی قائدین اور وزراء اور علمی و سماجی شخصیات سے آپ کے گہرے روابط تھے، اور ہندوستان کی جماعت اہل حدیث اور اس کے تعلیمی اداروں سے بھی موصوف کے روابط بے حد مضبوط اور خلصانہ تھے، جامعہ سلفیہ بنارس تو آپ کی مادر علمی ہے اس کے سیمیناروں وغیرہ میں برابراں کی شرکت ہوا کرتی تھی، موصوف کے سانحہ ارتحال پر ذمہ داران جامعہ سلفیہ اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں اور انہیں احساس ہے کہ ان کا ایک سپوت کھو گیا، اور ان کے جملہ پسماندگان کے غم میں شرکت کرتے ہوئے انھیں صبر کی تلقین کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں انھیں بہتر اجر عطا فرمائے اور ان کے لگائے ہوئے گلشن کی آبیاری و رکھوالی کی ہمت و توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(عبدالوہاب حجازی)

جامعہ سلفیہ بنارس کے لئے تعاون کی اپیل

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) کا قیام اعیان جماعت اہل حدیث کی دیرینہ تمنائیں جس کی تکمیل کی راہ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس نوگڑھ میں ہموار ہوئی اور اہل بنارس کے تعاون سے اس کا قیام بنارس شہر میں ہوا، اور پوری جماعت نے اس کے ساتھ اپنے جوش اور محبت کا اظہار کر کے ہر طرح تعاون بہم پہنچایا۔

اپنی محدود زمین پر اس نے جو علم کی خدمت انجام دی ہے وہ آج سب کے سامنے ہے، الحمد للہ آج اس کے فارغین ہر جگہ اچھے مقام پر فائز ہیں اور قوم و ملت کی خدمت کر رہے ہیں۔

جامعہ کے چھوٹے سے احاطہ میں متوسطہ، ثانویہ، عالمیت اور فضیلت کے علاوہ حفظ و تجوید کے طلبہ بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں، عرصہ سے یہ بات دہرائی جاتی رہی کہ چھوٹے بچوں کو یہاں سے الگ کیا جائے اور جامعہ کے احاطہ میں عالمیت اور فضیلت اور اوپر کے کلاس کے طلبہ رہیں، جس سے ماحول اچھا ہوگا اور معیار بھی بڑھے گا۔

ہم نے معیار تعلیم کے لئے فن و تربیت کا پروگرام بنایا، ساتھ ہی ساتھ ہم نے ایسی تعمیر کا بھی پروگرام بنایا جس سے جامعہ کی معنویت بھی بڑھے۔

جامعہ میں کسی تعمیری اضافہ کی فی الحال گنجائش نہیں ہے، جگہ کی قلت کی وجہ سے کسی پروگرام کو منعقد کرتے وقت بیرونی مہمانوں کے لئے درس گاہ کو قیام گاہ کی صورت میں استعمال کرنا پڑتا ہے، اس لئے پروگرام کرنے کے لئے سوچنا پڑتا ہے۔

جامعہ کی مسجد کے نیچے ۱۲۵ فٹ x ۳۵ فٹ (۴۱۷۵ مربع فٹ) کا تہ خانہ ہے، جواب تک ناقابل استعمال تھا، اس کو مکمل کرنے کے لئے اللہ پر بھروسہ کر کے کام شروع کر دیا گیا ہے، اس کو مزید دو فٹ نیچے کر کے گیارہ فٹ اونچی چھت والا یہ عظیم الشان ہال تیار ہوگا، جس کو جامعہ میں امتحان گاہ اور پروگرام میں قیام گاہ کے طور پر استعمال کیا جاسکے گا، اس پر تقریباً ۲۰ لاکھ روپیہ کا خرچہ ہے۔

دوسرا پروگرام یہ ہے کہ جامعہ سے تھوڑی دور کے فاصلہ پر ساڑھے پانچ ہزار مربع فٹ کی ایک جگہ ہے، جہاں متوسطہ اور ثانویہ کو منتقل کرنے کے لئے جلد نئی بلڈنگ تعمیر کرائی جائے، اس بلڈنگ میں طلبہ کی پڑھائی کے ساتھ رہائش، مطبخ، لائبریری اور ایک چھوٹا ہال بنانے کا پروگرام ہے، اس کا خرچہ بھی بہت بڑا ہے۔

جماعت کے اعیان اور مخیر حضرات سے میری یہ اپیل ہے کہ آپ اس جامعہ کا ہر طرح سے تعاون کریں، اس کو آکر دیکھیں، اپنے مشوروں سے نوازیں، اور اس کے لئے دعائے خیر فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل خیر کی توفیق بخشے۔

عبداللہ سعود

ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ، بنارس

باب الفتاویٰ

مولانا نور الہدیٰ عین الحق سلفی مالدیہی

دارالافتاء، جامعہ سلفیہ، بنارس

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

ماہ ربیع الاول میں ”عید میلاد النبی“ دھوم دھام سے منایا جاتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟
قرآن و حدیث کی رو سے مفصل جواب سے نوازیں، اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے ہمکنار کرے، آمین۔

الجواب بعون اللہ الوہاب وھوالموفق للصواب:

صورت مسئلہ میں واضح ہو کہ تمام مسلمانوں کو دینی و عملی زندگی میں ہمیشہ قرآن و حدیث کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے، اور اس معاملہ میں صحابہ کرام و سلف صالحین کے طرز عمل سے رہنمائی لینی چاہئے۔

خصوصاً نزاعی مسائل میں یہ بات لازم ہے کہ انھیں قرآن و سنت اور صحابہ کرامؓ کے طرز عمل کی روشنی میں ہی حل کریں، اور ان کا فیصلہ اپنی خواہشات یا اپنے مخصوص نظریات کے مطابق نہیں بلکہ صرف اور صرف قرآن و سنت کے مطابق کیا جائے، جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے کیا ہے، اور یہی حکم ہمیں شریعت کی طرف سے ملا ہے: ”یا ایہا الذین آمنوا أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الامر منکم فإن تنازعتم فی شئیء فردوه إلی اللہ والرسول.... الخ (النساء: ۵۹)“ اسی طرح ایک دوسری آیت میں یہ ارشاد باری ہے کہ: ”ما آتاکم الرسول فخذوه وما نہاکم عنہ فانتہوا.... الخ (الحشر)“

اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ: ”فإنہ من یعش منکم بعدی فیسری اختلافا کثیرا، فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، تمسکوا بها وعضوا علیہا بالنواجذ وإیاکم ومحدثات الأمور، فإن کل محدثة بدعة، وکل بدعة ضلالة“ (سنن أبی داود: ۴۶۰۷، صححہ الامام محمد ناصر الدین اللالبانی)

اوپر مذکور نصوص شرعیہ کا حاصل یہ ہے کہ ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر وقت ہر دینی معاملات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقہ کو اپنائیں، خصوصاً اختلافی و نزاعی معاملہ میں ان دونوں چیزوں (قرآن و حدیث) کے بعد صحابہ کرامؓ کو معیار اور آئیڈیل مانیں، جنہیں خود اللہ تعالیٰ نے معیار اور آئیڈیل قرار دیا ہے۔

اب آئیے اصل جواب ملاحظہ فرمائیں:

قرآن و حدیث اور قرون اولیٰ کی تاریخ کا پوری دیانتداری کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ”عید میلاد النبی“ کا کوئی ثبوت قرآن و حدیث میں کہیں نہیں ہے، اور نہ ہی نبی کریم ﷺ نے اپنا میلاد منایا اور نہ اس کی ترغیب دلائی، اور نہ ہی صحابہ کرامؓ سے اس طرح کے کسی تہوار و جشن کا ثبوت ملتا ہے۔

اور جو کام دین سمجھ کر کیا جائے اگر اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے نہ ہو تو وہ کام مردود ہوتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ”من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد“ (مسلم) ایک دوسرى روايت ميں آپ ﷺ فرماتے ہيں کہ ”من أحدث فى أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“ (متفق عليه) اس لئے تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے اجتناب کریں؁ حضرت حذیفہؓ کہتے ہيں کہ ”کل عبادۃ لم يتعبدھا أصحاب رسول اللہ ﷺ فلا تعبدوھا“ ہر وہ عبادت جو صحابہ کرامؓ نہيں کرتے تھے اسے تم بھی عبادت سمجھ کر نہ کیا کرو۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہيں: ”اتبعوا ولا تبتدعوا فقد کفیتم؁ علیکم بالأمر العتيق“ (حجة النبىؓ للالبانى) تم اتباع کیا کرو اور (دين ميں) نئے نئے کام ایجاد نہ کیا کرو؁ کیونکہ تمہيں اس سے بچالیا گیا ہے؁ اور تم اسی کو لازم پکڑو جو پہلے سے (یعنی زمانہ صحابہ سے) موجود تھا۔

ديانتدارى سے قرآن وسنت کا مطالعہ کرنے والا یقیناً یہ کہے گا یہ تہوار ”عید میلاد النبیؐ“ زمانہ صحابہ ميں موجود نہيں تھا؁ اور یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ کوئی ایسا خیر نہيں ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے امت کو نہ بتلایا ہو؁ اور کوئی ایسا شر نہيں ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے اجتناب کا حکم نہ دیا ہو۔ آپ ﷺ فرماتے ہيں: ”ما ترکت شیئاً یقربکم إلی اللہ ویبعدکم عن النار الا أمرتکم به؁ وما ترکت شیئاً یقربکم إلی النار ویبعدکم عن اللہ إلا ونهیتکم عنه“ (حجة النبىؓ للالبانى) ایک دوسرى جگہ آپ ﷺ فرماتے ہيں ”ما بقى شیء یقرب من الجنة ویباعد من النار إلا وقد بین لکم“ (سلسلة الأحادیث الصحیحة: ۱۸۰۳) اور ایک جگہ اللہ کے رسول فرماتے ہيں ”ما ترکت شیئاً مما أمرکم اللہ به إلا قد أمرتکم به؁ وما ترکت شیئاً مما نہاکم عنه إلا قد نہیتکم عنه“ (الصحیحة: ۱۸۰۳)

ظاہری بات ہے کہ قرآن وحدیث ميں کوئی ایسی دلیل موجود نہيں ہے جس سے معلوم ہو کہ آپ نے اس کا حکم دیا ہو۔ اگر یہ خیر ہوتا تو یقیناً یقیناً آپ ﷺ اس کا حکم ضرور دیتے۔ اس لئے یہ عمل بدعت و گمراہی کا کام ہے؁ اور ہر بدعت و گمراہی اپنے مرتکب کو جہنم لے جانے والی ہے۔

اس سے نبی ﷺ کی شان وتعریف ميں غلو ہوتا ہے؁ جس سے آپ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے: ”لا تطرونی کما أطرت النصارى ابن مریم إنما أنا عبد فقولوا عبد اللہ ورسولہ“ (صحیح البخاری: ۳۴۴۵) دوسرى روايت ميں آپ ﷺ فرماتے ہيں: ”إياکم والغلو فی الدین فإنما أهلك من کان قبلكم الغلو فی الدین“ (النسائی صححہ الألبانى: ۳۰۵۷) اس سے یہود ونصارى وغیر مسلموں کی مشابہت بھی ہوتی ہے؁ اس سے بھی آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔

اس بدعت کی ایجاد ابو سعید کو کبوری بن ابی الحسن علی بن محمد الملقب بالملک المعظم مظفر الدین المتوفى ۱۸/رمضان ۶۳۳ء نے کی۔ یہ بدعتی بادشاہ اس طرح محفلیں منعقد کرنے کے لئے لوگوں کو اکٹھا کرتا؁ اس پر بے دریغ پیسہ خرچ کرتا اور موسیقی و ہولعب کے آلات کے ساتھ اور بھی بہت سی ممنوع کام کرانے کا انتظام کرتا تھا۔ اس محفل کے جواز کا فتویٰ سب سے پہلے ابوالخطاب عمر بن الحسن المعروف بابن دحیہ کلبی متوفى ۶۳۳ھ نے دیا ہے۔ یہ جھوٹ اور بڑی کمزور قسم کی باتيں کرنے ميں مشہور تھا؁ یہ شخص بڑا احمق اور متکبر تھا۔ (لسان المیزان لابن حجر: ۲/۲۹۶) معلوم ہوا کہ یہ تہوار نبی کریم ﷺ کے انتقال کے بعد ایجاد ہوا؁ اس لئے اس کا دین اسلام سے کوئی واسطہ ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہيں ہوتا ہے؁ اور جو چیز دین نہيں؁ پھر اسے دین سمجھ کر کرنا یقیناً بدعت و جہالت ہے۔

اللہ تعالیٰ اس سے تمام لوگوں کو بچائے؁ آمین

اخبار جامعہ

تعلیمی معیار میں بہتری کے لئے جامعہ سلفیہ میں تربیتی پروگرام کا انعقاد

جامعہ سلفیہ بنارس جماعت کا مرکزی ادارہ ہے، محدود جگہ میں ہونے کی وجہ سے تنگی کا احساس برابر رہا، اس لئے اس کی افادیت کو وسعت دینے کے لئے الحاق کے نظام کو پھیلا یا گیا اور اس وقت تیس (30) مدارس اس سے ملحق ہیں، جہاں کے ثانویہ کے آخری سال کے طلبہ جامعہ میں امتحان دیتے ہیں، معیار تعلیم کو بہتر بنانے کے لئے ضروری سمجھا گیا کہ ہم اپنے اساتذہ کرام کے ساتھ جامعہ کے ملحق مدارس کے اساتذہ کا اجتماع کریں اور ان کی ٹریننگ کا انتظام کریں، ان شاء اللہ اس سے فائدہ ہوگا۔

ہمارا منصوبہ یہ ہے کہ ہر فن کا الگ الگ پروگرام ہو، جس میں فن کے متعلق تمام معلومات فراہم کی جائیں اور جو کتابیں نصاب میں داخل ہیں ان ہی سے اساتذہ پڑھائیں اور طرز تعلیم اور مواد پر بحث ہو، اس میں بہتری کی کوشش کی جائے اور نصاب پر بھی نظر ثانی ہو اور اس کو مرتب کیا جائے۔ اس سلسلہ کا پہلا پروگرام حدیث اور علوم حدیث پر ان شاء اللہ ۶، ۷، ۸، ۱۰ مارچ ۲۰۱۰ء کو جامعہ کے سیمینار ہال میں منعقد ہوگا۔

اس میں جامعہ کے علاوہ ہر ملحق مدرسہ کے دو دو ایسے استاذ کو دعوت دی گئی ہے جو اس فن سے منسلک ہیں، ساتھ ہی جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے بھی علوم حدیث کے دو دو استاذ کے شریک ہونے کی امید ہے۔ اللہ کرے یہ پروگرام ہر طرح سے کامیاب اور مفید ہو، اس کے بعد ان شاء اللہ عقیدہ اور علوم قرآن پر دوسرا پروگرام منعقد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جامعہ کو ترقی دے اور ہم سب کو عمل خیر کی توفیق بخشے، آمین۔

جامعہ میں ششماہی امتحان ۳۱-۱۴۳۰ھ

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کا تعلیمی سال رواں ۲۰۱۰ء-۲۰۰۹ء کا ششماہی امتحان ۲۱ جنوری ۲۰۱۰ء بروز جمعرات کو شروع ہو کر ۲۴ فروری ۲۰۱۰ء کو بحسن و خوبی اختتام پذیر ہوا، اس امتحان میں پہلی مرتبہ جامعہ کے ملحق مدارس کے طلبہ بھی شریک ہوئے، اس سے قبل ملحق مدارس کے طلبہ صرف سالانہ امتحان میں شرکت کے لئے جامعہ آتے تھے، ملحق مدارس کے طلبہ کی تعداد ۱۶۸ اور مجموعی امتحان دینے والے طلباء کی تعداد ۵۵۵، امتحان کے بعد ایک ہفتہ کی تعطیل رہی اور جامعہ میں دوبارہ تعلیم کا آغاز ۱۳ فروری ۲۰۱۰ء بروز سنیچر کو ہوا، جامعہ کھلنے کے بعد تمام طلبہ کو ششماہی امتحان کے نتائج سنائے گئے، کامیاب ہونے والے طلبہ کو ان کی کامیابی پر مبارکباد پیش کی گئی اور جن طلبہ کے نمبرات کم رہے، انہیں مزید محنت کی تاکید کی گئی۔

لجنۃ الثقافۃ کی سرگرمیاں

گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی بحمد اللہ تعالیٰ انجمن ”ندوة الطلبة“ اپنے تمام پروگراموں میں سرگرم عمل ہے، ندوہ کا ایک اہم شعبہ ”لجنۃ الثقافۃ“ ہے، جس کے پروگرام ہر پندرہ روز پر ہوتے ہیں، اس کے ذریعہ طلبہ کی مختلف علمی صلاحیتوں کو ابھارنے کی کوشش کی جاتی ہے، امسال اب تک لجنۃ الثقافۃ کی کل ۳ نشستیں ہو چکی ہیں، پہلی اور دوسری نشست علی الترتیب فضیلۃ الشیخ عبدالوہاب جاززی اور فضیلۃ الشیخ محمد ابوالقاسم فاروقی حفظہما اللہ تعالیٰ کی زیر صدارت منعقد ہوئی، تیسری نشست کی صدارت فضیلۃ الشیخ محمد یونس مدنی حفظہ اللہ نے فرمائی، یہ نشست بروز جمعرات بتاریخ ۲۴/۱۱/۲۰۰۹ء منعقد ہوئی۔ اس کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

تلاوت قرآن اور حمد و نعت کے بعد جامعہ سلفیہ کے سابق استاذ مولانا عابد حسن رحمانی کی حیات و خدمات پر ایک مقالہ برادر م فصیح الرحمن بن محمد انسان ف رانے پیش کیا، دوسرا موضوع تھا: حادثہ کربلا: تاریخ کے آئینہ میں، (مکالمہ کی صورت میں) برادر م فرحان عبدالجید ع ر اور حسان ابوالمکرّم ع رانے باہمی گفتگو کے ذریعہ موضوع کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا، تیسرا عنوان ”ماہ محرم کی مروجہ بدعات“ تھا، اس پر برادر م مختار عالم محمد اسحاق ف ر نے مفصل گفتگو کی۔

اس پروگرام کا ایک اہم حصہ برجستہ عربی واردو میں تقاریر کا تھا، عربی میں عالمیت اور فضیلت کے طلبہ شریک ہوئے، اور اردو میں تقریر کے لئے متوسطہ اور ثانویہ کے طلبہ کو دعوت دی گئی، چنانچہ خلیب حسن فضل حق م ر، اور محمد آصف بریلوی م ر نے اس میں حصہ لیا اور برجستہ تقاریر کیں، یہ واضح رہے عربی واردو برجستہ تقاریر کے لئے لجنہ کے ذمہ داران موضوع کا انتخاب کرتے ہیں، اسی پر طالب علم کو خطاب کرنا ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ عربی واردو زبان میں لطائف بھی پیش کئے جاتے ہیں، اور پھر ان کے ترجمے کی دعوت دی جاتی ہے، جس میں الحمد للہ طلبہ بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیتے ہیں۔

اس کا ایک اہم پروگرام دل لگی اور نشاط کے لئے ”شیخ جی کے تجربے“ رکھا گیا تھا، جسے برادر محترم محمد ارشد محمد مسلمان ف ر نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا۔

موصوف مذکور لجنہ کے ہر پروگرام میں اپنا دلچسپ خبر نامہ پیش کرتے ہیں، جسے طلبہ بہت پسند کرتے ہیں۔

آخر میں صدر محترم جناب مولانا محمد یونس مدنی حفظہ اللہ کا بصیرت افروز صدارتی خطاب ہوا۔

صدر موصوف نے مشترکین کو مبارکباد دی اور جن لوگوں نے حصہ نہیں لیا، ان کی بھی اس جانب توجہ دلائی، آپ نے والہانہ انداز میں مولانا عابد حسن رحمانی رحمہ اللہ پر بڑی مفصل اور جامع گفتگو کی، اس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ محترم مولانا کے شاگردوں میں سے ہیں، اس کے علاوہ آپ نے پروگرام کی خامیوں اور خوبیوں کی طرف اشارہ کیا، اور مستقبل میں اس لجنہ کے حوالے سے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا، شب کے ساڑھے بارہ بج چکے تھے، آخر میں ناظم ندوة الطلبة راشد حسن ف ر نے شکریہ کے ساتھ مجلس کے اختتام کا اعلان کیا۔ ☆ ☆

خیر الاسلام بحر الحق ف ر

نائب اُمین لجنۃ الثقافۃ

ساقی جام توحید

فائق بندوی

سنٹرل لائبریری جامعہ سلفیہ، بنارس

جو برپا عرب میں کیا انقلاب
وہ اسلام کا رہبر محترم
کیا سب کو توحید پر گامزن
کہ مقصد مٹے شرک و بدعت ہی تھا
محدث زمین محمد کا وہ
کہ غالب ہوا دین اسلام پھر
ہوئی نور توحید کی روشنی
دیا اہل بدعت نے ظالم کا نام
کہاں اہل بدعت کو معلوم تھا
بہت ہی ہے دلدوز یہ داستاں
مگر کار دعوت کیا کچھ نہ کم
رفاقت ملی شاہ ابن سعود
کیا آپ نے ہی انہیں متحد
جہاں میں امامت کے لائق رہے

وہ داعی محمد بن عبدالوہاب
عقیدہ میں محکم، نقیب حرم
بتان مزارات کا بُت شکن
مشن اس کا قرآن و سنت ہی تھا
مجدد تھا دین محمد کا وہ
پیا سب نے توحید کا جام پھر
نہ جہد مسلسل میں کی کچھ کمی
جو تھا مصلح قوم، دیں کا امام
مگر در حقیقت وہ مظلوم تھا
اٹھائیں رہ دیں میں دشواریاں
بہت دشمن حق نے ڈھائے ستم
ہوئی رحمت رب کی ایسی نمود
مصلے جہاں چار لگتے بضد
زہے اہل توحید فائق رہے

اعلان داخلہ

الجامعة السلفية (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے تعلیمی سال میں تبدیلی

الجامعة السلفية (مرکزی دارالعلوم) بنارس کا تعلیمی سال دس شوال سے شروع ہو کر شعبان میں ختم ہوا کرتا تھا، چونکہ عصری مدارس کا سال جولائی سے شروع ہوتا ہے اور بیشتر دینی مدارس نے بھی اپنا تعلیمی سال ماہ جولائی سے کر دیا ہے، اس لئے طالب علم کی سہولت کے مد نظر جامعہ میں بھی نیا تعلیمی سال ماہ جولائی سے شروع کرنے کے لئے مندرجہ ذیل نظام بنایا گیا ہے۔

اس سال جامعہ کا سالانہ امتحان ۱۶ جمادی الآخرۃ ۱۴۳۱ھ مطابق ۳۱ مئی ۲۰۱۰ء کو ختم ہو جائے گا۔

۲۹ جون ۲۰۱۰ء مطابق ۱۶ رجب ۱۴۳۱ھ کو امتحان داخلہ برائے تعلیمی سال نو ہوگا۔

الجامعة السلفية (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں نئے سال میں داخلہ کے امیدوار کی سہولت کے لئے داخلہ فارم ۱۵ دسمبر ۲۰۰۹ء سے ایڈمٹ کیا جائے گا، داخلہ فارم مبلغ ایک سو پچاس (Rs. 150/-) روپے کا ڈرافٹ بھیج کر بذریعہ ڈاک یا براہ راست دفتر ادارۃ القبول والتسجيل سے بذریعہ نقد ادائیگی حاصل کیا جاسکتا ہے، یا جامعہ کے ویب سائٹ :

[(a) <http://www.jsvaranasi.com/admission> (b) <http://www.aljamiatussalafiah.org/admission>]

سے ڈاؤن لوڈ کر کے ایک سو پچاس (Rs. 150/-) روپے کے ڈرافٹ کے ساتھ بھیجا جاسکتا ہے۔

داخلہ فارم کتابی شکل میں ہے جس میں جامعہ کا تعلیمی نظام، نصاب اور داخلہ امتحان سے متعلق تمام معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

امیدوار کو یہ فارم مع جملہ مطلوبہ کاغذات ۲۸ مارچ ۲۰۱۰ء تک دفتر کو ارسال کر دینا چاہئے، فارم وصول ہونے کے بعد امتحان داخلہ کے لئے مجاز طالب علم کو ایڈمٹ کارڈ (اجازت نامہ) بھیجا جائے گا، داخلہ امتحان میں شرکت کے لئے ایڈمٹ کارڈ اور منسلک کاغذات کی اصل کاپی ساتھ لانا ضروری ہے، اگر کسی طالب علم کے پاس سال رواں کی سند یا مارکشیٹ نہ ہو تو سال گذشتہ کی لگا سکتا ہے، مگر اس کو سال رواں کے کاغذات فراہم ہونے کے بعد فوراً جامعہ میں جمع کرنا ہوگا۔

اس سال داخلہ: متوسطہ اولی، عالمیت اولی، فضیلت اولی، شعبۂ حفظ اور شعبۂ تجوید میں حسب گنجائش ہوگا۔

ڈرافٹ: "AL-JAMIA-TUS-SALAFIAH, VARANASI" کے نام بنوانا چاہئے۔

مراسلت کا پتہ:

مدیر ادارۃ القبول والتسجيل

الجامعة السلفية

(مرکزی دارالعلوم)

بنارس-الہند

DEPARTMENT OF ADMISSION

AL-JAMIA-TUS-SALAFIAH

JAMIAH SALAFIAH ROAD

REORITALAB, VARANASI-221010

U.P. (INDIA)

دل کے سچے ، بات کے پکے ، علم کا دریا، عمل کے پیکر

- عرش والے نے جن کی صداقت کا اعلان کیا، جن کے ایمان کی معتبریت کی گواہی دی، جن کے دلوں کا تقویٰ آزما کر سندر رضا عطا فرمائی۔
- نبی صادق و صدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی اہلتی ہوئی محبتوں اور بے تاپ فداکیوں کا پچھتم خود مشاہدہ کر کے سند اعتبار عطا کیا۔
- جو کتاب و سنت کے حقیقی شیدائی، انسانیت کے سرکاتاج اور دنیا میں امن کا نشان تھے، فرشتے جن کی بلائیں لیتے تھے اور تقدس مآبی جن کے ہم رکاب ہوتی تھی۔

چند ایام انہیں نفوس قدسیہ کے نام

آل انڈیا عظمت صحابہؓ کانفرنس

بعنوان

صحابہ کرام-رب کے وفادار اور انسانیت کے سچے علمبردار

بمقام رام لیلا میدان، نئی دہلی رابطہ کے لئے: Ph: 011-23273407, Fax: 011-23246613 Email: jamiatahlehaddeeshind@hotmail.com	زیر صدارت جناب حافظ محمد یحییٰ دہلوی حفظہ اللہ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند	بتاریخ 11-10 اپریل 2010 بروز زینچر-اتوار
--	--	---

اہم موضوعات

صحابہ کرام کی سیاسی بصیرت صحابہ کرام کا شعور اجتماعی عدالت صحابہ، صحابہ کے فکری اور اخلاقی نبوغ کا آئینہ دار عدالت صحابہ پر شکوک و شبہات، ایک تاریخی جائزہ مشاجرات صحابہ سے متعلق اہل سنت کا عقیدہ صحابہ کی تنقیص نصوص کتاب و سنت کی روشنی اہل بیت کی عظمت قرآن و سنت کی روشنی میں صحابہ کرام اہل بیت کی نگاہ میں صحابہ کرام غیر مسلم دانشوروں کی نگاہ میں	صحابہ کرام اور انسانیت نوازی صحابہ کرام اور تحفظ حقوق اطفال صحابہ کرام اور تحفظ حقوق انسانی صحابہ کرام اور تحفظ ماحولیات صحابہ کرام اور تحفظ حقوق حیوان صحابہ کرام اور فروغ علم و ثقافت صحابہ کرام کی فقہی بصیرت صحابہ کرام اور فروغ معاشرت و معیشت صحابہ کرام اور حفظانِ صحت	صحابہ کرام قرآن و حدیث کی روشنی میں عظمت صحابہ اقوال و سلف کی روشنی میں صحابہ کرام کتاب و سنت کے اولین شیدائی صحابہ کرام معیار دین صحابہ کرام کا ایثار و قربانی صحابہ کرام اور محبت رسول صحابہ کرام اساس تہذیب و تمدن صحابہ کرام اور فروغ انسانیت صحابہ کرام اور تحفظ حقوق نسواں	کانفرنس کی جھلکیاں ● خطابات ● سیمینار ● سمپوزیم ● ادبی و شعری نشست
--	---	--	--

ملک و بیرون ملک کے جلیل القدر علماء و مشائخ، ملکی و عالمی رہنما، مسلم و غیر مسلم دانشوران و مفکرین، کہنہ مشق اہل قلم و مقالہ نگاران، نامور شعرائے کرام اور اصحاب نظر صحافیوں کی شرکت متوقع ہے۔

زیر (نشاط): مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند